مقدس باتیں

(احادیثِ قدسیہ)

ترجمہ

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار

رئیس: جامعہ علوم اسلامیہ کراچی

رئیس: مجلس دعوت و تحقیق اسلامی، کراچی

ناشر: دار التصنیف جامعہ علوم اسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

مقدس باتیں

(احادیثِ قدسیہ)

ترجمہ

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار

رئیس: جامعہ علوم اسلامیہ کراچی

رئیس: مجلس دعوت و تحقیقِ اسلامی، کراچی

ناشر: دار التصنیف جامعہ علوم اسلامیہ

علامہ بنوری ٹاؤن۔ کراچی ۵

کتاب	مقدس باتیں
ترجمہ	مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار
سنہ طباعت	۱۴۱۱ھ — ۱۹۹۰ء
ناشر	دار التصنیف جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔
مطبع	القادر پرنٹنگ پریس کراچی
تعداد	۱۲۰۰
قیمت قسم اول	
قیمت قسم دوم	

فہرست

مضمون — صفحہ

مضمون — صفحہ

مضمون | صفحہ

مضمون | صفحہ

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ العلی الکبیر، والصلاۃ والسلام علی النبی البشیر المنذیر، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، وبعد!

"الأحادیث القدسیہ" کے ترجمہ کا باعث کچھ اس طرح سے ہوا کہ ایک روز عصر کے بعد محترم جناب حاجی علی صاحب پاکولا والے زید لطفہ دار التصنیف تشریف لائے ان کے ہاتھ میں اس کتاب کا ایک نسخہ تھا فرمانے لگے اگر اس کتاب کا ترجمہ کر دیں تو بہت اچھا ہوگا۔ میں ان دنوں "اسلام اور تربیت اولاد" کے ترجمہ میں مشغول تھا، ان کے اصرار کو دیکھتے ہوئے حامی بھرلی اور ساتھ ہی یہ واضح کر دیا کہ وقت صرف عصر کے بعد کا ہے اسلام اور تربیت اولاد سے فارغ ہو کر انشاء اللہ تعالیٰ اسے شروع کر دوں گا۔ اس کام سے فارغ ہو کر اسے شروع کیا لیکن مختلف عوارض اور رکاوٹوں کی وجہ سے کام سست رفتاری سے ہوا، پچھلے دنوں حاجی صاحب موصوف کا اصرار بڑھا تو کام ذرا تیز کیا۔ ایک عزیز کی شادی میں پشاور جانا پڑا، موقعہ کو غنیمت جان کر کتاب فوٹو اسٹیٹ کرا کے ساتھ رکھ لی اور الحمد للہ سفر ہی میں کتاب کا ترجمہ مکمل ہوگیا۔ یہ سفر کی برکت ہے۔ اللہ جل شانہ، کے فضل وکرم سے سفر تک کچھ نہ کچھ کام ہو ہی جاتا ہے۔

مختلف حضرات نے الاحادیث القدسیہ کے نام سے کتابیں لکھی ہیں اور ان کے بعض اجزاء کو بالاتفاق آیت اور سورت بھی نہیں کہا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کلاموں میں سے دوسری قسم انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی وہ کتابیں ہیں جو تغیر وتبدیل سے قبل کی حالت پر موجود ہوں۔

اللہ جل شانہٗ کے کلام کی تیسری قسم احادیثِ قدسیہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ اور غیر متواتر ہیں اور آپ نے ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہی کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہوتی ہے۔ اور وہ اس اعتبار سے کہ وہ اصل اور مبداء کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو ارشاد فرمایا ہے۔ لیکن کبھی ان کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردی جاتی ہے اور اس لئے کہ آپ ان احادیث کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو پہنچاتے ہیں برخلاف قرآن کریم کے کہ اس کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہوتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں۔ اور احادیثِ قدسیہ میں اس طرح کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہٗ سے یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

احادیث قدسیہ کے علاوہ باقی احادیث کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا تمام احادیث اللہ جل شانہٗ کی طرف سے وحی کے ذریعے سے آتی تھیں یا نہیں؟ آیت (وما ینطق عن الھویٰ) آپ اپنی خواہشِ نفس سے کچھ نہیں فرماتے پہلی بات کی تائید کرتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ (ألا إني أوتيت الكتاب ومثله معه) سن لو مجھے کتاب (قرآن کریم) دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس جیسا اور بھی۔ اور یہ احادیث وحی کی کیفیات میں سے کسی کیفیت میں منحصر نہیں ہیں بلکہ یہ احادیث وحی کی جس کیفیت میں چاہیں نازل ہوسکتی ہیں خواہ خواب کی شکل میں نازل ہوں یا دل میں، ہر طرح کی احادیث قدسیہ ہوتی ہیں۔ زمانۂ طالبعلمی میں بندہ نے مکتبہ شیخ الاسلام عارف حکمت مدینہ منورہ میں اربعین احادیث قدسیہ نامی ایک کتابچہ دیکھا تھا اسے نقل بھی کیا اور ترجمہ بھی کرلیا تھا لیکن اس میں صحیح اور

غیر صحیح دونوں طرح کی احادیث تھیں اس لئے اب تک اسے چھاپا نہیں۔ یہ کتاب اس اعتبار سے بہت عمدہ ہے کہ اس میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابنِ ماجہ اور موطأ مالک میں موجود احادیثِ قدسیہ کو یکجا کردیا گیا ہے اور ذیل میں مختلف کتب سے ان احادیث کی تشریح بھی کردی گئی ہے۔ ہم نے احادیث کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ حاشیہ پر اس شرح کا ضروری ضروری وہ حصہ لے لیا ہے جس کی اردو دان طبقہ کو ضرورت تھی۔ باقی حصے کو تطویل کے خوف سے ترک کردیا گیا۔ یہ کتاب علماء کی ایک جماعت نے مرتب کی ہے لیکن اس میں ان کا نام درج نہیں کیا گیا ہے اس لئے ہم نے اسے ان کے نام کے بغیر ہی شائع کردیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فرامینِ مبارکہ کا یہ مجموعہ صحیح ترین احادیث پر مشتمل ہے ان کا پڑھنا باعث اجر و ثواب، ان پر عمل کرنا دین و دنیا کی ترقی و کامیابی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ذخیرہ کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

عزیزان جناب مولانا عطاء الرحمٰن صاحب اور مولانا امداد اللہ صاحب کا شکریہ ادا کرنا نہایت ضروری ہے کہ ان دونوں صاحبان نے بڑی للّٰہیت اور اخلاص سے تصحیح کی اور ساتھ ہی برادرِ محترم جناب سید شاہد صاحب کا بھی شکر گذار ہوں جنکی توجہ اور جد و جہد سے کتاب اس عمدگی سے زیورِ طبع سے آراستہ ہوسکی۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزاء خیر عطا فرمائے وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہٖ وصحبہٖ أجمعین

کتبہ

محمد حبیب اللہ مختار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ أفضل المرسلین وخاتم النبیین، سیدنا محمد وآلہ الطیبین، وأصحابہ الأکرمین، والتابعین لہم باحسان إلی یوم الدین۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ یہ کتاب ان احادیثِ قدسیہ پر مشتمل ہے جو حدیث کی درج ذیل کتابوں میں مذکور ہیں۔

۱۔ موطأ امام مالک رحمہ اللہ علیہ۔
۲۔ صحیح امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ۔
۳۔ صحیح امام مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری رحمہ اللہ۔
۴۔ جامع امام أبی عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ۔
۵۔ سنن امام ابی داؤد سجستانی رحمہ اللہ۔
۶۔ سنن امام ابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی رحمہ اللہ۔
۷۔ سنن امام ابن ماجہ قزوینی رحمہ اللہ۔

"جمع اور ترتیب احادیث کا طریقہ"

اس کتاب میں احادیث جمع کرنے کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ اگر کوئی حدیث مکرر ہوتی تو مجلس مشاورت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر روایتیں مختلف نہ ہوں اور وہ حدیث ایک ہی صحابی کی ہو تو اسے صرف ایک مرتبہ ہی ذکر کیا

جائے گا، لیکن اگر روایت میں اختلاف ہو خواہ ایک ہی کتاب میں کمی زیادتی کے لحاظ سے ہو یا عبارت یا صحابی کی تبدیلی کے اعتبار سے ہو تو ایسی صورت میں دوسری روایت کو بھی ذکر کر دیا جائے گا خواہ وہ روایت پوری ذکر کی جائے یا اس میں جو زیادتی یا کمی ہو اس پر متنبہ کر دیا جائے۔

احادیث کی شرح

ہم نے یہ چاہا ہے کہ ان احادیث کی شرح علامہ قسطلانی کی شرح بخاری سے کی جائے اس لئے کہ اسے ان کے زمانے کے محدثین نے بھی پسند کیا ہے اور ان کے بعد کے لوگوں نے بھی علامہ نووی کی مسلم کی شرح سے بھی جابجا اخذ کیا ہے اس لئے کہ علماء ان کی بات پر اعتماد کرتے ہیں اور وہ مصنفین اور مؤلفین کا مرجع ہیں اور ان کی طرف نسبت کرنا اس بات کی صحت کی ضمانت ہوتی ہے۔

بعض احادیث کی شرح کے لئے تفسیر اور لغت وغیرہ کی کتابوں کی مراجعت بھی کرنا پڑی ہے۔ قسطلانی سے بعض جگہ ہم نے پوری کی پوری عبارت لے لی ہے اور بعض جگہ عبارت کا خلاصہ لیا ہے یہ تلخیص بعض مقامات پر ایک ہی مقام کی عبارت کی بھی ہے اور بعض مقامات پر ان مختلف مواضع کی عبارتوں کی تلخیص بھی کی گئی ہے جہاں جہاں وہ حدیث بخاری میں مکرر مذکور ہوئی ہے۔ اور بہت سی احادیث کی شرح کے لئے ہمیں کئی جگہ کی مراجعت کرنا پڑی ہے علامہ نووی کی شرح سے اکثر جگہ بلا تلخیص پوری کی پوری عبارت لی ہے اس لئے کہ ان کی شرح نہایت مفید اور بڑی مختصر ہوتی ہے۔

احادیث کی انڈکس لکھنے کا طریقہ

ہم جب احادیث کی شرح سے فارغ ہوئے اور ہم نے اس کی

فہرست بنانا چاہی تو نہایت مختلف موضوعات سے تعلق رکھنے والی احادیث ہمارے سامنے آئیں۔ جن میں سے مطلوبہ حدیث کا تلاش کرنا ہر شخص کے لئے مشکل نظر آنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل میں ڈالا کہ ہم ان کو مختلف مجموعوں کی طرف تقسیم کردیں اور پھر ہر مجموعہ سے متعلق احادیث کی طرف اشارہ کردیا جائے اور اس حدیث کو اس مجموعے کے ضمن میں رکھ دیا جائے۔

فہرست میں ہم نے ہر حدیث کا ابتدائی ٹکڑا اور حدیث نمبر ذکر کردیا ہے اس لئے اب قراءِ کرام کو صرف یہ کام کرنا ہوگا کہ وہ اس مجموعہ کو جان لیں جس کے ضمن میں وہ حدیث آسکتی ہو اور پھر وہاں اس حدیث کو تلاش کرلیں۔

یہ کتاب تقریباً چار سو احادیث پر مشتمل ہے جس میں وہ مکررات بھی شامل ہیں جن کی روایات میں الفاظ کا اختلاف ہے یا ان کے وہ راوی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کررہے ہیں۔ وہ دوسری روایت سے مختلف ہیں

مقدمہ میں ہم نے حدیثِ قدسی کے معنی حدیثِ قدسی اور قرآن کریم میں فرق اور حدیثِ قدسی اور عام احادیث میں فرق کو واضح کیا ہے تاکہ پڑھنے والے علی بصیرۃٍ ہوں۔

اس کے بعد ہم نے ان حضرات کے مختصر سے حالات لکھے ہیں جن کی کتب سے یہ احادیث لی گئی ہیں۔ اللہ جل شانہٗ سے امید ہے کہ وہ ہمیں بھی ان کبار محدثین و عظیم علماء کے راستے پر چلائیں گے درحقیقت یہ حضرات ہدایت کے ستارے اور دنیا کے لئے روشن چراغ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خادم ہیں۔ ان حضرات نے اپنی زندگیاں قربان کردیں اور سنت محمدیہ کی حفاظت اس کی طرف سے مدافعت اور وضاعین وغیرہ کی تحریفات سے محفوظ رکھنے کی خاطر اپنی عمریں ختم کردیں۔ اللہ تعالیٰ ان

سے راضی ہوں اور انہیں خوش کردیں۔ اور ان کے علوم سے مسلمانوں کو نفع پہنچائیں۔ (آمین)

ہم اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہماری مدد فرماتے اور صحیح راستے پر رکھے اور ساتھ ہی یہ کہ ہمارے اس کام کو محض اپنی رضا و خوشنودی کا ذریعہ بنائے، بے شک اللہ تعالیٰ بڑے کریم و جواد ہیں، دعاؤں کا قبول کرنا انہی کا کام ہے اور وہی ہمارے لئے کافی اور بہترین کارساز ہیں۔

حدیثِ قدسی سے متعلق مقدمہ

۱۔ حدیثِ قدسی کے معنی۔
۲۔ قرآن کریم اور حدیثِ قدسی کے مابین فرق۔
۳۔ حدیثِ قدسی، حدیث نبوی، قرآن کریم اور گذشتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کے درمیان وجوہِ فرق۔

مندرجہ بالا ابحاث علامہ مناوی کی کتاب "الاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ" سے لی گئی ہیں جو صاحبِ کتاب نے اپنی کتاب کے خاتمے میں ذکر کی تھیں۔

اسی طرح سید جمال الدین قاسمی دمشقی کی کتاب "قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث" سے بھی ہم نے اخذ کیا ہے۔

اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا تھا حتی الامکان ان دونوں حضرات نے اس کا احاطہ کیا ہے۔ اور ہماری کمیٹی کے پاس یہ مقدمہ لکھتے وقت ان دونوں کتابوں کے علاوہ اس موضوع پر اور کوئی کتاب موجود نہیں تھی۔ اس لئے ہم نے ان حضرات کی جلالتِ قدر اور علمی مرتبہ کو دیکھتے ہوئے ان

دونوں حضرات کی کتابوں سے ہی نقل کر لیا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اگر ان کے علاوہ ہمیں اس موضوع پر کوئی اور کتاب مل گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم اسے اس کتاب کے آخر میں لگا دیں گے۔ کمیٹی نے اس موضوع پر پہلے مصنف "الاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیۃ" سے نقل کیا ہے۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: خاتمہ میں حدیثِ قدسی کے معنی بیان کئے جائیں گے۔

قدس قاف اور دال کے ضمہ اور دال کے سکون کے ساتھ بھی پڑھا جاتا ہے جس کے معنی ہیں طہارت و پاکیزگی، اور ارضِ مقدسہ یعنی پاک سرزمین اسی سے بیت المقدس مشہور ہے اور کہا جاتا ہے تقدس اللہ یعنی اللہ عیوب وغیرہ سے پاک صاف ہے اور وہی قدوس ہے۔ "مصباح" نے اسی طرح لکھا ہوا ہے۔

ان احادیث کی نسبت قدس کی طرف اس لئے کی گئی ہے کہ ان کے معنی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں جیسا کہ ان تعریفوں سے ظاہر ہوتا ہے جو حدیث قدسی کی گئی ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس چیز کی خبر الہام یا خواب کے ذریعے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ معانی اپنی عبارت میں بیان کئے اسے ہی حدیث قدسی کہتے ہیں۔ قرآن کریم حدیثِ قدسی سے افضل ہے اس لئے کہ اس کے الفاظ بھی اللہ جل شانہٗ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔

اور شیخ علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ حدیثِ قدسی اسے کہتے ہیں جسے راویوں کے سردار اور ثقات کے منبع و اصل نبی اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ

سے روایت کیا ہو۔ خواہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے ہو یا وحی، الہام یا خواب کے ذریعے جس کی تعبیر و ادا کا اختیار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے کہ وہ جن الفاظ سے چاہیں اس کی تعبیر کر دیں۔

حدیثِ قدسی اور قرآن کریم میں فرق یہ ہے کہ قرآن کریم کا نزول حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے ہوتا تھا اور لوحِ محفوظ سے جن الفاظ کے ساتھ اسے نازل کیا جاتا تھا انہی الفاظ میں وہ باقی رہتا ہے اور اسے ہر زمانے اور ہر دور میں تواتر و قطعیت کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔ اس پر علماء کے یہاں بہت سی فروع متفرع ہوتی ہیں جن میں سے مشہور یہ ہیں کہ اگر احادیثِ قدسیہ کی نماز میں تلاوت کی جائے تو نماز نہیں ہوگی اور اسی طرح جنبی حائضہ اور نفاس والی عورت کے لئے اس کا چھونا حرام نہیں ہے، اور یہ کہ احادیث قدسیہ معجز نہیں ہوتیں، اور یہ کہ ان کا منکر کافر نہ ہوگا۔

قرآنِ کریم اور احادیثِ قدسیہ میں فرق

علامہ کرمانی کتاب الصوم کی ابتداء میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کے الفاظ معجز ہیں اور انہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے نازل کیا گیا ہے اور احادیثِ قدسیہ معجز نہیں اور یہ بلا واسطہ بھی نازل ہوئی ہیں ان کو حدیثِ قدسی، حدیثِ الٰہی اور حدیثِ ربانی بھی کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں، اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ تمام احادیث ہی اسی طرح کی ہیں اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جانب سے کچھ نہ فرماتے تھے؟ میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ فرق یہ ہے کہ حدیث قدسی کی نسبت اللہ جل شانہٗ کی طرف ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی سے روایت کی جاتی

ہے برخلاف دوسری حدیث کے۔

بعض حضرات نے فرق یہ کیا ہے کہ حدیثِ قدسی اسے کہتے ہیں جس میں اللہ جل شانہٗ کی ذات اور صفاتِ جلالیہ وصفاتِ جمالیہ کی دوسروں سے برأت اور پاکی کا بیان ہو، طیبی کہتے ہیں کہ قرآن کریم ان الفاظ کا نام ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ لے کر اترتے تھے، اور حدیثِ قدسی کا مطلب یہ ہے کہ جس کے معنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو الہام یا خواب کے ذریعے بتلائے ہوں اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے سامنے ان کی اپنے الفاظ میں تعبیر کی ہو اور اس کے علاوہ دوسری احادیث کی نہ اللہ جل شانہٗ کی طرف نسبت ہوتی ہے اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ علامہ تفتازانی کے پوتے کی کتاب "العوائد" میں اس طرح لکھا ہے۔

قرآن کریم اور احادیث قدسیہ میں کچھ اور وجوہ فرق

شیخ محمد علی فاروقی "کشاف اصطلاحات الفنون" میں حدیث کی انواع و اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حدیث یا نبوی ہوگی یا ربانی جسے حدیث قدسی بھی کہا جاتا ہے، لہٰذا حدیثِ قدسی اسے کہتے ہیں جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہٗ سے روایت کریں، اور حدیث نبوی میں یہ بات نہیں ہوتی، علامہ ابن حجر نے "الفتح المبین فی شرح الحدیث الرابع والعشرین" میں جو کچھ لکھا ہے اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے۔

علامہ حلبی "تلویح" کے حاشیہ میں رکن اول میں قرآن کریم کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ احادیثِ الٰہیہ وہ احادیث ہیں جو اللہ تعالیٰ نے

لیلۃ المعراج میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی تھیں جنہیں اسرار وحی کہا جاتا ہے۔

فائدہ حافظ ابن حجر اس موقع پر لکھتے ہیں کہ: وحی متلو یعنی قرآن اور وحی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب جل جلالہٗ سے روایت کی ہے جنہیں احادیث الٰہیہ کہتے ہیں اور احادیث قدسیہ بھی کہا جاتا ہے جو سو سے زائد ہیں اور جن کو بعض حضرات نے ایک بڑی جلد میں جمع بھی کر دیا ہے۔ ان دونوں وحیوں میں فرق کرنا ضروری ہے۔ لکھتے ہیں:

یاد رہے کہ جس کلام کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہوتی ہے اس کی چند قسمیں ہیں، جن کی سب سے پہلی اور اعلیٰ ترین قسم قرآن کریم ہے اس لئے کہ وہ معجز کن ہونے اور اس لحاظ سے کہ وہ صدیاں گذرنے کے باوجود ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ ہے ہر قسم کی تبدیلی اور تغیر سے محفوظ ہے بے وضو کے لئے اس کا چھونا حرام ہے ناپاک جنبی شخص کے لئے اس کی تلاوت منع ہے اس کو روایت بالمعنی کرنا درست نہیں ہے۔ نماز میں اس کا پڑھنا ضروری ہے۔ اسے قرآن کریم کہا جاتا ہے اور اس کے ہر ہر حرف کے پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اس کی فروخت ممنوع ہے جیسا کہ امام احمد سے ایک روایت ہے اور ہمارے (یعنی شوافع) یہاں مکروہ ہے۔ اس کے جملہ کو آیت اور سوت کہا جاتا ہے اس اعتبار سے وہ دوسرے تمام کلاموں سے ممتاز ہے۔

قرآن کریم کے علاوہ اور کتابوں اور احادیث قدسیہ وغیرہ کے لئے ان احکام میں سے کوئی حکم بھی ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا ان کا چھونا اور پڑھنا ان لوگوں کے لئے درست ہے جن کا ابھی ذکر ہوا، اور ان کی روایت بالمعنی جائز ہے، اور ان کا نماز میں پڑھنا درست نہیں ہے بلکہ اس سے نماز باطل ہو جائے گی اور ان کو قرآن بھی نہیں کہا جائے گا۔ اور ان کے پڑھنے والے کو ہر حرف پر دس نیکیاں بھی نہیں ملیں گی۔ اور ان کا بیچنا بھی ممنوع نہیں، نہ ہی کسی کے یہاں مکروہ ہے؛

اور ان کے بعض اجزاء کو بالاتفاق آیت اور سورت بھی نہیں کہا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کاموں میں سے دوسری قسم انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی وہ کتابیں ہیں جو تغیر و تبدیلی سے قبل کی حالت پر موجود ہوں۔

اللہ جل شانہٗ کے کلام کی تیسری قسم احادیثِ قدسیہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور غیر متواتر ہیں اور آپ نے ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہی کلام ہیں اور ان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہوتی ہے اور وہ اس اعتبار سے کہ وہ اصل اور مبدأ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہی ان کو ارشاد فرمایا ہے لیکن کبھی ان کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی جاتی ہے اور وہ اس لئے کہ آپ ان احادیث کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو پہنچاتے ہیں برخلاف قرآن کریم کے کہ اس کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہوتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں۔ اور احادیث قدسیہ میں اس طرح کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہٗ سے یہ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

احادیث قدسیہ کے علاوہ باقی احادیث کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا تمام احادیث اللہ جل شانہٗ کی طرف سے وحی کے ذریعے سے آتی تھیں یا نہیں؟ آیت (وما ینطق عن الھوی) آپ اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں فرماتے پہلی بات کی تائید کرتی ہے اس لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

(ألا إنی أوتیت الکتاب ومثلہ معہ)

سن لو مجھے کتاب (قرآن کریم) دی گئی ہے اور اسکے ساتھ اس جیسا اور بھی اور یہ احادیث وحی کی کیفیات میں سے کسی کیفیت میں منحصر نہیں ہیں بلکہ یہ احادیث وحی کی جس کیفیت میں چاہیں نازل ہو سکتی ہیں خواہ خواب کی شکل میں نازل

ہوں یا دل میں القاء کے ذریعے یا فرشتے کی زبانی۔

احادیثِ قدسیہ کے رواۃ ان احادیث کو دو صیغوں کے ساتھ نقل کرتے ہیں: ۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے جو روایت کیا ہے اس میں سے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ سلفِ صالحین اسی طرح کہا کرتے تھے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں جیسا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے، دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

امیر حمید الدین کے فوائد میں لکھا ہے: قرآنِ کریم اور احادیثِ قدسیہ میں چھ طرح سے فرق ہے۔

۱۔ قرآن کریم معجز ہے اور حدیثِ قدسی معجز نہیں ہوتی۔

۲۔ نماز میں صرف قرآن کی تلاوت ہوتی ہے نہ کہ حدیثِ قدسی کی۔

۳۔ قرآن کریم کا منکر کافر ہے اس کے برخلاف حدیثِ قدسی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔

۴۔ قرآنِ کریم میں یہ ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ جل شانہٗ کے درمیان حضرت جبرئیل علیہ السلام واسطہ ہوں برخلاف حدیثِ قدسی کے کہ اس میں یہ ضروری نہیں ہے۔

۵۔ قرآنِ کریم کے الفاظ لازمی طور سے اللہ تعالیٰ کے ہی ہوتے ہیں برخلاف حدیثِ قدسی کے کہ اس میں یہ جائز ہے کہ اس کے الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوں۔

۶۔ قرآن کریم کو بلا طہارت چھونا درست نہیں ہے برخلاف حدیثِ قدسی کے کہ اس کو بے وضو شخص ہاتھ لگا سکتا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کے ذریعے سے حدیثِ قدسی اور منسوخ التلاوۃ قرآن کے درمیان فرق

بھی ظاہر ہوگیا۔ جیساکہ آپ نے اس بحث سے معلوم کر لیا ہوگا جو ہم نے "الاتقان" سے نقل کی ہے کہ اسے قرآن کریم کہاجاتا ہے اور اس پر آیت کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ یہاں ہم "الاتحافات السنیۃ" کے اخیر حصّہ سے لیا گیا ہے۔

کتاب قواعد التحدیث مؤلفہ سیّد جمال الدین القاسمی الدمشقی سے لیا گیا حصّہ:

حدیثِ قدسی کا بیان

علامہ شہاب بن حجر ہیتمی "الاربعین النوویۃ" کی شرح میں جو بیسویں حدیث المسلسل بالدمشقیین جو کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہ سے نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ:

(یا عبادی إنی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرمًا فلا تظالموا...) الحدیث

اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کردیا ہے لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو...

کے ذیل میں درج ذیل عبارت لکھتے ہیں:

فائدہ: اس بحث کا نفع بہت زیادہ ہے اور یہ نہایت اہم بحث ہے۔ جس میں وحیِ متلو قرآنِ کریم اور اس وحی کے درمیان فرق بیان کیا گیا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہٗ سے روایت کرتے ہیں یعنی احادیثِ الٰہیہ جنہیں احادیثِ قدسیہ بھی کہاجاتا ہے جو سو سے زیادہ

ہیں۔ اور بعض حضرات نے انہیں مستقل ایک بڑی جلد میں جمع بھی کیا ہے۔ اور مذکورہ بالا حدیثِ ابوذر احادیثِ قدسیہ میں عظیم درجہ رکھتی ہے۔

یاد رکھیئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف جن کلاموں کی نسبت ہوتی ہے ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ یہ سب سے اشرف واعلیٰ ہے اور یہ قرآنِ کریم ہے اس لئے کہ یہ دوسری قسموں سے ممتاز اور معجز بھی ہے اور ساتھ ہی اور بہت سی وجوہ سے دوسری قسموں سے برتر وبالا بھی۔ اور یہ قرآنِ کریم قیامت تک کے لئے معجز کن ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تبدیلی اور تغیر سے محفوظ ہے۔ بے وضو کے لئے اس کا چھونا اور ناپاک کے لئے اس کا پڑھنا حرام ہے۔ اسی طرح اس کی روایت بالمعنیٰ درست نہیں، نماز میں اس کا پڑھنا ضروری ہے اور اسے قرآن کہاجائے گا۔ اور اس کے ہر ہر حرف کے پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔ اور امام احمد کی روایت کے بموجب اس کی بیع (فروخت کرنا) ممنوع ہے البتہ ہمارے (یعنی شوافع کے) یہاں مکروہ ہے۔ اور اس کے جملہ کو آیت وسورت کہاجاتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ دوسری کتابوں یا احادیث قدسیہ کے لئے ان میں سے کوئی بھی حکم ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا ابھی جن حضرات کا ذکر ہوا ہے ان کے لئے ان کا چھونا اور ان کا پڑھنا دونوں درست ہے ان کی روایت بالمعنیٰ بھی درست ہے، اور ان کا نماز میں پڑھنا کافی نہیں بلکہ اس سے نماز باطل ہو جائے گی، انہیں قرآن بھی نہیں کہا جاسکتا اور ان کے پڑھنے والے کو ہر حرف پر دس نیکیاں بھی نہیں ملتیں۔ اور ان کا فروخت کرنا بالاتفاق نہ ممنوع ہے نہ مکروہ، اور متفقہ طور سے ان کے بعض حصّے کو آیت اور سورت بھی نہیں کہاجاتا۔

۲۔ تبدیلی اور تغیر سے قبل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابیں۔

۳۔ باقی ماندہ احادیثِ قدسیہ، یعنی وہ احادیث جن کی نسبت اللہ جل شانہٗ کی طرف ہو اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبرِ احاد کے طور پر مروی ہوں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں اور عام طور سے اسی کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی نسبت اس لحاظ سے ہوتی ہے کہ اس کا ارشاد فرمانے والے اللہ تعالیٰ ہی ہیں کبھی کبھی ان کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی کر دی جاتی ہے، اور وہ اس لئے کہ آپ ہی ان احادیثِ قدسیہ کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیتے ہیں برخلاف قرآنِ کریم کے کہ اس کی نسبت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہوتی ہے۔ اور اس کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اور احادیثِ قدسیہ میں اس طرح کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

احادیثِ قدسیہ کے علاوہ دوسری احادیثِ مبارکہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا وہ سب کی سب وحی کے ذریعے سے نازل شدہ ہیں یا نہیں؟ آیت: (وما ینطق عن الھویٰ) کہ آپ اپنی خواہشِ نفس سے کچھ نہیں کہتے سے پہلی بات کی تائید ہوتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

(الا إنی أوتیت الکتاب ومثلہ معہ) خبردار سن لو کہ مجھے کتاب (قرآن کریم) دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس جیسا اور بھی۔ اور یہ احادیث قدسیہ وحی کی کیفیات میں سے کسی خاص کیفیت میں منحصر نہیں ہیں بلکہ وحی کی کسی بھی کیفیت سے یہ نازل ہو سکتی ہیں۔ جیسے کہ نیند میں خواب کے ذریعے

یا دل میں القاء کے ذریعے یا فرشتے کی زبانی۔

احادیث قدسیہ دو صیغوں سے روایت کی جاتی ہے۔ ۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب جل جلالہٗ سے جو روایت کرتے ہیں اس کے ذیل میں فرمایا، یہ سلف کی تعبیر ہے اسی لئے علامہ نووی نے اسے ترجیح دی ہے

۲۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جیسا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے، دونوں عبارتوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔

کلیات ابی البقاء میں لکھا ہے کہ قرآن کریم اور احادیثِ قدسیہ میں فرق یہ ہے کہ قرآنِ کریم وہ ہے جس کے الفاظ و معانی دونوں وحی جلی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوں، اور حدیثِ قدسی وہ ہے کہ جس کے الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں لیکن اس کے معنی الہام یا خواب میں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے آپ پر القاء کئے گئے ہوں۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم معجز کن الفاظ اور ایسے قول و فرمان کا نام ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے نازل کیا گیا ہے اور حدیثِ قدسی معجز کن نہیں ہے اور بغیر واسطے کے نازل ہوئی ہے اسے حدیثِ قدسی، حدیثِ الٰہی اور حدیثِ ربانی کہا جاتا ہے۔

علامہ طیبی کہتے ہیں کہ قرآن کریم الفاظ کا نام ہے جنہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا، اور حدیثِ قدسی میں آپ کو الہام یا خواب کے ذریعے سے اس حدیث کے معنی القاء کر دیئے جاتے تھے۔ جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الفاظ و عبارت میں اپنی امت تک پہنچا دیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ باقی ماندہ دوسری احادیث کی نہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کی ہے اور نہ آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے

ابن حجر ہیتمی نے جو کچھ نقل کیا ہے وہ مکمل ہوا۔

پھر اس کے بعد انہوں نے سید احمد بن المبارک نے "الابریز" میں اپنے شیخ عبدالعزیز کے سوالات کی شکل میں ایک صوفیانہ کلام اور پھر ان سے ان کے جوابات نقل کئے ہیں جو چاہے اسے وہاں ملاحظہ کر لے۔

ان ائمہ و مؤلفین کے کچھ حالات جن کی کتابوں سے احادیثِ قدسیہ نقل کی گئی ہیں

۱۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ

ان کا نام ابو عبداللہ مالک بن انس الاصبحی ہے امام دار الہجرۃ کے نام سے مشہور ہیں ۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں ۱۷۹ھ میں چور اسی سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

موصوف حجاز کے امام بلکہ فقہ و حدیث میں تمام لوگوں کے امام ہیں اور ان کے شرف و فخر کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ ان کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

انہوں نے ابنِ شہاب زہری یحیٰ بن سعید انصاری اور نافع مولی ابنِ عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ اور ان کے بے شمار تلامذہ ہیں۔ جن میں امام شافعی محمد بن ابراہیم بن دینار ابن عبدالرحمٰن مخزومی اور عبدالعزیز بن آبی حازم داخل ہیں یہ ان کے ہم پلہ شاگردوں اور ساتھیوں میں سے ہیں۔ اور معن، بن عیسیٰ قزاز، عبدالملک بن عبدالعزیز الماجشون،

یحیٰ بن یحیٰ اندلسی، عبداللہ بن مسلمہ قعنبی، عبداللہ بن وہب اور اصبغ بن الفرج جو امام بخاری، مسلم، ابو داود، ترمذی، احمد بن حنبل اور یحیٰ بن معین کے اساتذہ و مشائخ میں سے ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور بہت سے ائمہ حدیث ان کے شاگرد ہیں۔ امام ترمذی اپنی "جامع" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"یوشك الناس أن یضربوا	قریب ہے کہ لوگ علم حاصل
أكباد الإبل یطلبون العلم	کرنے کے لئے اونٹوں
فلا یجدون أحداً أعلم من	کے جگر کو ماریں گے (یعنی
عالم المدینة"	دور دراز سفر کریں گے) لیکن
قال: وهذا حدیث حسن	وہ مدینہ کے عالم سے بڑا کوئی
	عالم نہیں پائیں گے۔

محدث عبدالرزاق اور سفیان بن عیینۃ کہتے ہیں کہ اس سے امام مالک بن انس مراد ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایسا بہت ہی کم ہوا ہے کہ میں نے کسی سے علم حاصل کیا اور احادیث لکھی ہوں اور وہ دنیا سے رخصت ہونے سے قبل میرے پاس پوچھنے اور علم حاصل کرنے نہ آیا ہو۔ ایک روز امام مالک (اپنے استاذ ربیعہ بن أبی عبدالرحمٰن سے سنی ہوئی احادیث بیان کر رہے تھے) لوگوں نے ان سے مزید احادیث سننے کی فرمائش کی، انہوں نے فرمایا: تم ربیعہ کا کیا کرو گے؟

ان کے استاذ ربیعہ وہیں ایک طاقچہ میں آرام فرما رہے تھے۔ کوئی صاحب ربیعہ کے

پاس گئے اور ان سے کہا۔ آپ ہی وہ ربیعہ ہیں جن سے مالک احادیث نقل کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: جی ہاں، ان سے سوال کیا گیا۔ امام مالک نے آپ سے کس طرح فائدہ اٹھالیا جب کہ آپ خود اپنی ذات سے فائدہ نہ اٹھا سکے؟ انہوں نے جواب دیا کیا تم لوگ یہ بات نہیں جانتے کہ مال و دولت کا ایک مثقال بھی علم کے ایک گٹھر پہ بھاری ہوتا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ علم کا بہت اکرام و تعظیم کیا کرتے تھے۔ جب ان کا حدیث بیان کرنے کا ارادہ ہوتا تو وضو کرتے، نہایت وقار و تمکنت سے بیٹھ جاتے، خوشبو لگاتے، اور وہ بڑے بارعب تھے۔ مدینہ کے کسی صاحب نے ان کے بارے میں کہا ہے:

يدع الجواب فلا يراجع هيبة	والسائلون نواكس الأذقان
وہ کسی بات کا جواب چھوڑ دیتے تو ہیبت کی وجہ سے ان سے مراجعت نہیں کی جاتی	اور سوال کرنے والوں کے منہ ازرعب کی وجہ سے جھکے ہوئے ہوتے ہیں۔
أدب الوقار وعز سلطان التقى	فهو المطاع وليس ذا سلطان
انہیں وقار کا ادب اور تقویٰ کی بادشاہت کی عزت حاصل ہے	وہ ایسے شخص ہیں جس کی اطاعت و فرمانبرداری کی جاتی ہے حالانکہ وہ صاحب سلطنت نہیں ہیں۔

حضرت یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں۔ لوگوں میں امام مالک سے بڑھ کر صحیح حدیث بیان کرنے والا کوئی شخص نہیں ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جب علماء کا تذکرہ ہوتا ہے تو امام مالکؒ روشن ستارہ کی

مانند ہوتے ہیں۔

لکھا ہے کہ خلیفہ منصور نے انہیں مکرہ (جس شخص سے زبردستی جبر کے ساتھ طلاق دلائی گئی ہو) کی طلاق کے بارے میں حدیث روایت کرنے سے روک دیا تھا پھر امتحان کے لئے ان سے اس کے بارے میں سوال کرنے کے لئے کسی کو بھیجا۔ امام مالک نے بھرے مجمع میں یہ حدیث روایت کی: جس سے زبردستی طلاق دلوائی جائے اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ خلیفہ نے ان کو کوڑے لگوائے لیکن انہوں نے پھر بھی اس حدیث کا بیان کرنا ترک نہیں فرمایا۔

خلیفہ ہارون الرشید نے جب حج کیا تو امام مالک سے موطا سنی اور انہیں تین ہزار دینار عطا کئے اور ان سے کہا: آپ کو ہمارے ساتھ چلنا چاہیئے اس لئے کہ میں نے یہ عزم کر لیا ہے کہ جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو ایک قرآن کریم پر جمع کیا تھا میں سب کو "موطا مالک" پر جمع کر لوں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: تمام لوگوں کو "موطا" پر متفق کرنا ناممکن ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے کوچ کر جانے کے بعد روئے زمین پر ادھر ادھر منتشر ہو گئے اس لئے اہل مصر کے پاس بھی علم کا ایک بڑا ذخیرہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو خود ہی ارشاد فرما چکے ہیں۔ میری امت کا اختلاف بھی باعث رحمت ہے، باقی رہا آپ کے ساتھ میرا چلا جانا تو یہ بھی ناممکن ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: لوگوں کے لئے مدینہ (منورہ) بہتر ہے اگر وہ سمجھتے اور یاد رکھیئے آپ کے دیئے ہوئے دینار ویسے کے ویسے ہی رکھے ہوئے ہیں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ مطہرہ پر دنیا کو قطعاً ترجیح نہیں دے سکتا

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میں نے امام مالک کے دروازے پر خراسان کے گھوڑوں اور مصر کے خچروں کی ایسی جماعت دیکھی ہے جن سے زیادہ بہتر خچر و گھوڑے میں نے نہیں دیکھے، میں نے ان سے عرض کیا۔ یہ کتنے شاندار جانور ہیں۔ انہوں نے فرمایا، یہ میری طرف سے تمہیں ہدیہ ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا۔ ان میں سے ایک جانور اپنی سواری کے لئے روک لیجئے، انہوں نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں اس مٹی کو کسی جانور کے کھروں سے روندوں جہاں اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر موجود ہو، امام مالک رحمہ اللہ کے مناقب بے شمار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور رحمتوں کی بارش نازل فرمائے (آمین)

۲- امام بخاری رحمہ اللہ

یہ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ بن بردزبہ الجعفی البخاری ہیں۔ ان کو جعفی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے جدِ امجد مغیرہ ایک مجوسی تھے اور وہ یمان بخاری جعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اس لئے ان کی نسبت بھی جعفی کی طرف کر دی گئی، اور جعفی یمن کے ایک قبیلے کے جد امجد ہیں۔

موصوف بروز جمعہ ۱۳ شوال سنہ ایک سو چورانوے میں پیدا ہوئے اور عید الفطر کی شب سنہ دو سو چھپن ہجری میں باسٹھ سال سے تیرہ دن کم عمر میں اس دار فانی سے رخصت ہو گئے ان کی نرینہ اولاد کوئی نہیں تھی۔

انہوں نے دنیا بھر کے محدثین سے علم حدیث حاصل کرنے کے لئے بے شمار سفر کئے اور انہوں نے بہت سے حفاظ سے احادیث لکھیں مثلاً مکی بن ابراہیم بلخی، عبداللہ بن عثمان مروزی، عبیداللہ بن موسیٰ العبسی، ابو نعیم الفضل بن دکین، علی بن المدینی، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین رحمہم اللہ وغیرہ، اور

خود ان سے بہت سے حضرات نے احادیث سنی ہیں۔ فربری کہتے ہیں صحیح بخاری کو نوے ہزار افراد نے سنا ہے لیکن اب ان میں سے میرے سوا اور کوئی شخص زندہ موجود نہیں ہے انہوں نے دس سال کی عمر میں علم حاصل کرنا اور گیارہ سال کی عمر میں مشائخ سے سوال جواب کرنا شروع کر دیا تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے اپنی کتاب "صحیح بخاری" تقریباً چھ لاکھ احادیث سے مرتب کی ہے۔ اور میں نے کوئی حدیث بھی اس میں اس وقت تک درج نہیں کی جب تک دو رکعت نفل نماز نہ پڑھ لی۔

امام بخاری جب بغداد آئے تو وہاں کے محدثین ان کے پاس جمع ہو گئے اور انہوں نے ان کا امتحان لینا چاہا اور سو احادیث کے متون اور سندوں کو تبدیل کر کے دس آدمیوں کے حوالے کر کے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ یہ احادیث امام بخاری کے سامنے بیان کریں۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور امام بخاری سے ان احادیث میں سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا، مجھے معلوم نہیں ہے اس نے دوسری حدیث کے بارے میں ان سے پوچھا، اس کے بارے میں بھی انہوں نے یہی کہا: مجھے معلوم نہیں ہے، حتیٰ کہ وہ شخص دس کی دس احادیث بیان کر چکا اور ہر حدیث پر امام بخاری رحمہ اللہ یہ فرماتے کہ میں اس حدیث کو نہیں جانتا ہوں، پھر ان دس آدمیوں میں سے دوسرا آدمی آگے بڑھا اور اس نے سوال کیا اور امام بخاری نے اس کے جواب میں بھی پہلے شخص کے جواب کی طرح ہی فرمایا حتیٰ کہ دس کے دس آدمی سوال کر چکے اور امام بخاری سب سے یہی فرماتے رہے کہ مجھے یہ حدیث معلوم نہیں ہے۔

یہ صورتحال دیکھ کر علماء تو سمجھ گئے کہ وہ سب جانتے ہیں اور اس خلط ملط

کو سمجھ گئے ہیں لیکن دوسرے حضرات یہ بات نہیں سمجھ سکے۔ جب وہ دس
کے دس آدمی فارغ ہو چکے تو امام بخاری ان میں سے پہلے شخص کی طرف متوجہ
ہوئے اور اس سے فرمایا۔ تم نے پہلی جو حدیث بیان کی تھی وہ اس طرح سے
ہے اور دوسری حدیث اس طرح سے ہے اور جس ترتیب سے اس نے دس احادیث بیان
کی تھیں وہ بیان کر کے ہر حدیث کے ساتھ اس کی صحیح سند کو ذکر فرمادیا اور ہر سند کے ساتھ اس
کے اصل متن کو لگادیا اور پھر اس کے بعد باقی ماندہ نو آدمیوں کے ساتھ
بھی یہی معاملہ کیا یہ دیکھ کر لوگوں نے ان کے زبردست حافظہ کا اعتراف کر لیا
اور انہیں ان کے فضل و کمال کا یقین ہو گیا۔

۳۔ امام مسلم رحمہ اللہ

یہ ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری ہیں جو سنہ
دوسو چار میں پیدا ہوئے اور رجب سنہ دوسو اکسٹھ میں چون سال کی عمر میں
وفات پائی۔

علم حدیث کے حاصل کرنے کے لئے اطراف عالم کا سفر کیا اور یحیٰی بن
یحیٰی، قتیبہ بن سعید، اسحاق بن راہویہ، امام احمد بن حنبل، قعنبی اور حرملہ بن
یحیٰی وغیرہ ائمہ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا۔

کئی مرتبہ بغداد گئے اور وہاں احادیث بیان کیں، ان سے بہت سے
لوگوں نے احادیث سنی ہیں۔ حدیث صحیح کی معرفت میں انہیں اپنے اہل عصر
پر فوقیت دی جاتی تھی۔ یہ خود فرماتے ہیں، میں نے اپنی سنی ہوئی تین لاکھ احادیث
سے اپنی صحیح کو جمع کیں۔ اور خطیب بغدادی کہتے ہیں: امام مسلم امام بخاری
کے طریقے پر چلے ہیں۔ انہوں نے ان کے علم کا مطالعہ کیا اور ان کی پیروی کی۔
اللہ تعالیٰ ان دونوں محدثین پر رحم فرمائے۔

۴۔ امام ابوداود رحمہ اللہ

یہ امام سلیمان بن اشعث بن اسحاق الأسدی السجستانی ہیں، علم حدیث
کے حصول کے لئے دور دراز کے سفر کئے، ملکوں میں پھرے، احادیث
جمع کیں۔ اور بے شمار کتابیں لکھیں، اہل عراق، شام، مصر و خراسان سے
احادیث لکھی ہیں، سنہ دوسو دو میں پیدا ہوئے اور بصرہ میں سولہ شوال سنہ
دوسو پچھتر میں انتقال ہوا۔

علم حدیث امام بخاری و مسلم کے شیوخ امام احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ
اور قتیبہ بن سعید وغیرہ ائمہ حدیث سے حاصل کیا ان سے ان کے بیٹے عبداللہ
ابو عبدالرحمان نسائی اور ابو علی لؤلؤی وغیرہ ایک بڑی جماعت نے حدیث
کا ذخیرہ سنا۔ انہوں نے اپنی کتاب "سنن" امام احمد بن حنبل کے سامنے
پیش کی تو انہوں نے اسے بہت عمدہ قرار دیا اور اس کی تحسین کی۔

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی پانچ لاکھ احادیث لکھیں اور ان میں سے چار ہزار آٹھ سو احادیث مبارکہ
کو اس کتاب میں جمع کر دیا۔ میں نے اس کتاب میں صحیح اور اس کے مشابہ اور
اس کے قریب قریب درجہ کی احادیث ذکر کی ہیں۔ اور اس مجموعہ احادیث میں
سے صرف چار احادیث ہی انسان کے دین کے لئے کافی ہیں جن میں سے پہلی
حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک "الأعمال بالنیات" تمام
اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے، اور دوسری حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کا فرمان مبارک "من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ" انسان کے بہترین
اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے؛ اور تیسری حدیث
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی: (ولا یکون المؤمن مؤمنا حتی یرضی

لاخیہ ما یرضی لنفسہ" کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے" اور چوتھی حدیث (الحلال بین والحرام بین) حلال واضح اور کھلا ہوا ہے۔ اور حرام بھی واضح اور کھلا ہوا ہے۔

امام ابو داود رحمہ اللہ علم، عبادت اور تقویٰ و پرہیزگاری کے اعلیٰ ترین درجہ پر فائز تھے، روایت کیا جاتا ہے کہ ان کی ایک آستین کشادہ اور دوسری تنگ تھی تو ان سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہے؟ انہوں نے فرمایا فراخ و کشادہ کتابوں کے لئے ہے۔ اور دوسری کے وسیع کرنے کی حاجت نہیں۔

علامہ خطابی کہتے ہیں: دینی علوم میں سنن ابی داود جیسی کتاب نہیں لکھی گئی اور یہ کتاب لوگوں کے اختلاف مذاہب کے باوجود سب کے یہاں مقبول ہے۔ ابو داود کہتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی حدیث ذکر نہیں کی جس کے ترک پر سب کا اجماع ہو" ابن الاعرابی کہتے ہیں: اگر کسی شخص کو قرآن کریم اور اس کتاب سنن ابی داود کے علاوہ اور کوئی علم حاصل نہ ہو تو وہ ان دونوں کے ہوتے ہوئے کسی اور علم کا محتاج نہ ہوگا۔

امام ابو داود سے قبل علماء حدیث نے جوامع الاسانید وغیرہ لکھی تھیں جو سنن و احکام کے ساتھ اخبار، قصص اور مواعظ و آداب پر بھی مشتمل تھیں لیکن صرف احادیث احکام جمع کرنے اور ان کو دوسرے موضوعات سے الگ کرنے کا کسی نے ارادہ نہیں کیا اور نہ کسی کو وہ امتیاز حاصل ہوا ______

جو ابو داؤد کو حاصل ہوا ہے۔ ابراہیم الحربی کہتے ہیں۔ امام ابو داود نے جب یہ کتاب تصنیف کی تو ان کے لئے ذخیرۂ احادیث کو اس طرح آسان اور سہل بنا دیا گیا جس طرح حضرت داود علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا گیا تھا۔

۵۔ امام ترمذی رحمہ اللہ

یہ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی سنہ دو سو ہجری میں پیدا ہوئے اور ترمذ میں پیر کی شب تیرہ رجب سنہ دو سو اناسی میں ان کا انتقال ہوا۔ یہ حفاظ حدیث اور علماء حدیث میں شمار ہوتے ہیں، مشائخ کے صدر اول اور پہلی جماعت سے ان کی ملاقات ہوئی ہے جیسے قتیبہ بن سعید، محمد بن بشار اور علی بن حجر وغیرہ ائمہ حدیث۔

ان سے بہت سے حضرات نے علم حدیث حاصل کیا۔ علم حدیث میں ان کی تصانیف بہت کثیر ہیں۔ اور ان کی یہ کتاب جامع ترمذی بہترین اور مفید ترین کتاب ہے جس میں احادیث کو بہت کم مکرر ذکر کیا گیا ہے امام ترمذی فرماتے ہیں۔ میں نے اپنی یہ کتاب علماء حجاز، عراق و خراسان کے سامنے پیش کی، سب نے اسے پسند کیا اور اس کی تحسین کی، اور جس کے گھر میں یہ کتاب ہو تو گویا اس کے گھر میں بولتا ہوا نبی موجود ہے۔

۶۔ امام ابو عبد الرحمٰن نسائی رحمہ اللہ

یہ ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر النسائی سنہ دو سو پندرہ میں پیدا ہوئے اور مکہ مکرمہ میں سنہ تین سو تین میں وفات پائی۔ یہ بھی ائمہ حدیث و حفاظ حدیث میں سے ایک امام ہیں انہوں نے قتیبہ بن سعید، علی بن خشرم، اسحاق بن ابراہیم، محمد بن بشار اور ابو داود السجستانی وغیرہ سے حدیث حاصل کی اور ان سے بے شمار لوگوں نے حدیث حاصل کی، حدیث پر ان کی بہت سی تصنیفات ہیں۔ یہ شافعی المذہب تھے اور امام شافعی کے مذہب پر ان کی مناسک حج پر بھی کتاب بھی ہے۔ یہ نہایت متقی و پرہیزگار شخص تھے۔ علی بن عمر الحافظ کہتے ہیں، ابو عبد الرحمٰن نسائی کو ان سب شخصیات پر سبقت حاصل

ہے جو ان کے زمانے میں علمِ حدیث میں قابلِ ذکر تھیں۔

طرسوس میں مشائخ اور حفاظِ حدیث کی ایک جماعت ان کے ساتھ اکٹھی ہوئی جن میں عبد اللہ بن احمد بن حنبل تھے اور سب نے ان کے منتخب کردہ مجموعہ کو لکھا۔ (یا سب نے متفقہ طور پر ان کو امام مانا)

بعض حکام نے ان سے ان کی کتاب "سننِ نسائی" کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا اس میں موجود تمام احادیث صحیح ہیں؟ انہوں نے فرمایا: اس میں صحیح اور حسن اور اس کے قریب درجے کی احادیث موجود ہیں۔ انہوں نے ان سے عرض کیا آپ ہمارے لئے صرف صحیح احادیث کو الگ جمع کر دیجئے لہٰذا انہوں نے سنن سے مجتبیٰ کو مرتب کیا اور جس حدیث کی سند میں بھی کلام تھا اس کو چھوڑ دیا۔

تیسیر الوصول (جس سے میں نے یہ حالات نقل کئے ہیں) کے مؤلف کہتے ہیں ان ائمہ کے بے شمار فضائل، مناقب و احوال ہیں سے یہ کچھ تھوڑا سا حصہ ہے جس سے علم حدیث میں ان کی جلالتِ قدر اور بلند مرتبہ پر دلالت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات سے راضی ہو۔ (آمین)

۷۔ امام ابنِ ماجہ قزوینی رحمہ اللہ

یہ ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ مشہور کتاب السنن کے مؤلف ہیں جو ان کے علم و عمل، تبحر، وسعتِ نظر اور اصول و فروع میں سنتِ نبویہ کی اتباع و پیروی پر دلالت کرتی ہے۔

یہ کتاب بتیس کتابوں اور ایک ہزار پانچ سو ابواب اور چار ہزار احادیث پر مشتمل ہے، اور سوائے چند احادیث کے یہ تمام احادیث جید ہیں۔

ابنِ ماجہ کی ایک کتاب جامع تفسیر اور کامل تاریخ بھی ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانے سے مؤلف کے دور تک کی تاریخ منضبط ہے۔

ان سے کبار علماء: ابن سیبویہ، محمد بن عیسیٰ الصفار، اسحاق بن محمد اور علی بن ابراہیم نے روایت کی ہے۔

ان کا انتقال ۲۲ رمضان سنہ دو سو تہتر ہجری میں چونسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ یہ حصہ البدایۃ والنہایۃ (۱۱-۵۲) سے لیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۱- اللہ تعالیٰ کے ذکر اور کلمۂ توحید کی فضیلت

ذکر کی فضیلت پر دلالت کرنے والی صحیح بخاری کی حدیث

باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ ج ۸ ص ۸۶ و ۸۷ متن صحیح بخاری طبعۃ میری

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے راستوں میں چلتے پھرتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کو تلاش کرتے ہیں، اور پھر جب کسی ایسی قوم کو پالیتے ہیں جو اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہی ہو تو ایک دوسرے کو آواز دیتے ہیں۔ آجاؤ تمہارا مطلوب و مقصود یہاں موجود ہے، فرماتے ہیں، پھر وہ فرشتے ان (ذکر کرنے والوں) کو (زمین سے) آسمان تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں، فرماتے ہیں: ان سے ان کے پروردگار (جو سب کچھ خوب جانتے ہیں) یہ پوچھیں گے۔ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ وہ کہیں گے، وہ آپ کی پاکی و بڑائی اور حمد و ثناء و کبریائی کو بیان کر رہے تھے۔ (سبحان اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ پڑھ رہے تھے۔

اللہ جل شانہ دریافت فرمائیں گے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ فرشتے کہیں گے: جی نہیں! بخدا انہوں نے آپ کو نہیں دیکھا، فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: بتلاؤ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟ فرمایا فرشتے کہیں گے اگر وہ آپ کا دیدار کر لیتے تو اور زیادہ آپ کی عبادت کرتے،

اور زیادہ آپ کی بزرگی اور حمد و ثناء بیان کرتے اور کثرت سے آپ کی پاکی بیان کرتے (تسبیح پڑھتے) فرمایا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ وہ مجھ سے کیا مانگ رہے تھے؟ فرمایا وہ کہیں گے۔ آپ سے جنت مانگ رہے تھے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے؟ فرمایا: وہ کہیں گے، جی نہیں! بخدا اے رب انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا ہے۔ فرمایا۔ اگر وہ اس کو دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟ فرمایا: وہ کہیں گے: اگر وہ اس کو دیکھ لیتے تو اس کے اور زیادہ حریص ہوتے اور انہیں اس کی زیادہ طلب اور شدید خواہش و رغبت ہوتی۔

فرمایا۔ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرمایا: وہ کہیں گے: دوزخ سے، فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے۔ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرمایا۔ فرشتے کہیں گے۔ جی نہیں! بخدا اے رب انہوں نے اسے بالکل نہیں دیکھا ہے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرمایا۔ فرشتے کہیں گے۔ اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اس سے اور زیادہ بھاگتے اور اس سے اور زیادہ خوف کھاتے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے۔ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انکی مغفرت کر دی۔ فرمایا۔ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرے گا۔ ان لوگوں میں فلاں شخص بھی موجود تھا جو ان میں شامل نہ تھا بلکہ کسی اور غرض سے وہاں آیا ہوا تھا۔ فرمایا۔ حقیقی ساتھی درحقیقت یہی ہیں اور ان کے ساتھ بیٹھنے والا شخص محروم و بدبخت نہیں ہو سکتا۔[1]

---

[1] اس حدیث میں اللہ جل شانہٗ فرشتوں سے اپنے بندوں کے بارے میں دریافت فرماتے ہیں تاکہ فرشتوں کو اولادِ آدم کی فضیلت پر مطلع کر دیں، اس لئے کہ فرشتوں نے اللہ جل شانہٗ سے عرض کیا تھا: کیا آپ روئے زمین پر ایسی مخلوق کو مبعوث فرما رہے ہیں جو فساد پھیلائے گی۔

ذکر کی فضیلت پر دلالت کرنے والی صحیح مسلم کی حدیث

باب فضل مجالس الذکر۔ ج۔ ۱۔ حاشیہ قسطلانی

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تبارک کے کچھ فاضل ترین فرشتے ہیں جو ادھر ادھر پھر کر ذکر کی مجلسیں تلاش کرتے ہیں۔ اور پھر جب وہ کوئی ایسی مجلس پا لیتے ہیں

(پچھلے صفحہ کے بعد)

خون خرابہ کرے گی، حالانکہ ہم تو آپ کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ حمد وثنا کرتے ہیں۔ یہی فرشتے اولادِ آدم کے بارے میں گواہی دے رہے ہیں کہ شہوات و رغبات کے ہوتے ہوئے جبکہ فرشتے ان رکاوٹوں اور خواہشات سے خالی ہیں۔ یہ اولادِ آدم ان سب رکاوٹوں کے باوجود اللہ جل شانہٗ کو دیکھے بغیر اس کی حمد وثناء بیان کر رہا ہے۔ سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کا ورد جاری ہے۔ گویا ان فرشتوں کی طرف سے یہ اس بات کا اقرار تھا کہ اولادِ آدم کو فضیلت حاصل ہے۔

ذاکرین کے ساتھ بیٹھنے والا بھی اللہ کی رحمت سے محروم نہیں ہوتا، چنانچہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی بھی مغفرت فرما دی جو وہاں اپنے کسی کام اور ذاتی غرض سے گیا تھا، اس کا مقصد ان ذاکرین کے ساتھ ذکر الٰہی میں مصروف ہونا نہ تھا لیکن پھر بھی اس مجلس کی برکت سے اس کی بھی مغفرت ہوگئی، اس لئے کہ ذکر کی مجالس میں حاضر ہونے سے مردہ دلوں کو حیات ملتی ہے چاہئے اس کا ارادہ ذکر میں شرکت کا نہ بھی ہو تب بھی اس کے دل کو حیات و زندگی تو حاصل ہوگی ہی۔ اللہ جل شانہٗ کا فضل بہت بڑا ہے۔ اس حدیث سے ذکر و عبادت کی مجلس کی عظمت و شرافت اور وہاں حاضر ہونے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ ان مجالس میں عبادت کی تمام اقسام شامل ہیں چاہئے علم دین کا مذاکرہ و تکرار ہو یا قرآن کریم کی تلاوت یا ذکر و اذکار کی مجلسیں یہ سب کی سب انوارات اور حیات جاودانی کی مجالس ہیں۔ واللہ اعلم۔

جہاں ذکر ہو رہا ہو تو وہ بھی ان ذاکرین کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور اپنے پروں سے ایک دوسرے کو ڈھانپ لیتے ہیں اور زمین سے آسمان تک کی فضاء کو بھر دیتے ہیں۔ پھر جب اس مجلس سے واپس ہو کر آسمان پر چڑھتے ہیں۔ تو اللہ عزوجل (جو ان سے زیادہ ان کے بارے میں جانتے ہیں) ان سے یہ پوچھتے ہیں کہ تم لوگ کہاں سے آرہے ہو؟ وہ کہیں گے: ہم آپ کے ان بندوں کے پاس سے آرہے ہیں جو زمین پر آپ کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ اور تکبیر پڑھ رہے ہیں۔ اور لا الٰہ الا اللہ اور الحمد للہ پڑھ رہے ہیں، اور آپ سے مانگ رہے ہیں۔ فرمایا۔ وہ مجھ سے کیا سوال کر رہے ہیں؟ وہ کہیں گے، کہ وہ آپ سے آپ کی جنت کا سوال کر رہے ہیں۔ فرمایا: کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا۔ اے رب! جی نہیں۔ فرمایا: اگر وہ میری جنت دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہوگا انہوں نے کہا: وہ آپ کے ذریعہ پناہ مانگ رہے تھے، پوچھا وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ انہوں نے کہا: اے رب آپ کی آگ سے پناہ مانگ رہے تھے، فرمایا: انہوں نے میری آگ کو دیکھا؟ انہوں نے کہا۔ جی نہیں: فرمایا کہ اگر وہ میری آگ دیکھ لیں تو پھر ان کا کیا حال ہوگا؟ انہوں نے کہا وہ آپ سے مغفرت طلب کر رہے تھے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے ان کی مغفرت کر دی اور ان کو وہ سب کچھ دے دیا جو انہوں نے مانگا اور جس چیز سے وہ پناہ مانگ رہے ہیں میں نے انہیں اس سے پناہ دے دی، فرمایا: وہ فرشتے کہیں گے: اے رب! ان میں فلاں شخص بھی تھا جو گناہ گار شخص تھا وہ وہاں سے گذر رہا تھا اور ان کے ساتھ یونہی بیٹھ گیا تھا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے اس کی بھی مغفرت کر دی۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والے محروم و بدبخت نہیں ہو سکتے۔

فضیلتِ ذکر سے متعلق صحیح ترمذی کی حدیث

باب ماجاء ان للہ ملائکۃ سیّاحین فی الارض (۲-۲۸۰)

(۳) حضرت ابوہریرہ و حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں۔ جو زمین پر گھومتے پھرتے ہیں، اور وہ ان فرشتوں کے علاوہ ہیں جو بندوں کے اعمال لکھنے کے لئے مقرر ہیں، وہ جب اللہ جل شانہٗ کا ذکر کرنے والی کسی جماعت کو پالیتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکار کر کہتے ہیں کہ اپنی مطلوب و مقصود کی طرف آجاؤ، چنانچہ وہ جمع ہوجاتے ہیں، اور زمین سے آسمان تک ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تم میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑ کر آئے ہو۔ وہ کیا کر رہے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم انہیں اس حالت میں چھوڑ کر آئے ہیں کہ وہ آپ کی حمد و ثنا اور بڑائی بیان کر رہے تھے اور ذکر کر رہے تھے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ وہ کہیں گے: جی نہیں! فرمایا: بتلاؤ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟ فرمایا: فرشتے کہیں گے، اگر وہ آپ کو دیکھ لیتے تو اور زیادہ آپ کی حمد و ثنا و بزرگی بیان کرتے اور خوب ذکر کرتے،

فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: وہ کیا چیز مانگ رہے تھے؟ فرمایا: فرشتے کہیں گے: وہ جنت مانگ رہے تھے، فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا انہوں نے اسے دیکھا ہے؟ فرمایا: فرشتے کہیں گے: جی نہیں، فرمایا: اللہ تعالیٰ

ارشاد فرمائیں گے۔ اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو ان کی کیا حالت ہوتی؟ فرمایا: وہ فرشتے کہیں گے، اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اسے اور زیادہ شدت سے مانگتے اور اس کے اور حریص ہوتے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے عرض کریں گے، وہ دوزخ کی آگ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔؟ فرشتے عرض کریں گے، جی نہیں! فرمائیں گے، اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا؟ فرشتے عرض کریں گے: وہ اگر اسے دیکھ لیتے تو اس سے اور زیادہ بھاگتے اور اس سے اور زیادہ ڈرتے اور زیادہ اس سے پناہ مانگتے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی، فرشتے کہیں گے، کہ ان میں تو فلاں گناہ گار شخص بھی موجود تھا جو کسی کام سے آگیا تھا ان ذاکرین میں شامل نہ تھا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، یہ ایسی قوم ہے جس کے ساتھ بیٹھنے والا شخص بدبخت نہیں ہوسکتا۔ امام ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

☆☆☆☆☆

حدیث: بندہ جب لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندہ نے سچ کہا!

یہ حدیث ابن ماجہ نے اپنی سنن میں باب فضل لا الٰہ الا اللہ میں (۲-۲۱۹) پر ذکر کی ہے۔

(۴) ابواسحاق ابومسلم اغر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کے بارے میں شہادت دی اور ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: جب بندہ، لا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر اللہ کے

سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے) کہتا ہے۔ فرمایا: اللہ جل شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں: میرے بندے نے بالکل سچ کہا ہے، واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں ہی معبود ہوں اور میں ہی سب سے بڑا ہوں۔ اور جب بندہ لاالٰہ الا اللہ وحدہٗ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک اکیلا ہے) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میرے بندے نے سچ کہا واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میں ایک اکیلا ہوں۔ اور جب وہ لاالٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک اکیلا ہے اسکے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے) کہتا ہے، تو ارشاد فرماتے ہیں: میرے بندے نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں میں ہی معبود ہوں اور میرا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور جب وہ، لاالٰہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد کہتا ہے تو فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا میں ہی معبود ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ حکومت و ملک میرے لئے ہے اور تمام تعریفیں بھی میرے لئے ہی ہیں، اور جب وہ لاالٰہ الا اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ کہتا ہے۔ تو ارشاد فرماتے ہیں، میرے بندے نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میرے علاوہ گناہ سے کوئی نہیں روک سکتا اور نیکی کی طاقت میرے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔

ابواسحاق کہتے ہیں کہ پھر اس کے بعد اغر نے کچھ کہا لیکن میں اسے سمجھ نہ سکا۔ فرمایا: پھر میں نے ابوجعفر سے پوچھا کہ انہوں نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے بتایا کہ یہ کہا: جو شخص یہ کلمات موت کے وقت پڑھ لے تو اس کو جہنم نہیں چھوئے گی [1]

☆☆☆☆☆

---

[1] حضرت ابو ہریرہ و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما اس حدیث کو بیان فرما رہے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہٗ سے روایت کی۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جب ان کلمات کو پڑھتا ہے جو اوپر حدیث میں مذکور ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر خوشی کا اظہار فرماتے

(باقی اگلے صفحہ پر)

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے والوں کی فضیلت

امام نسائی اپنی سنن میں باب فضل الحامدین (۲-۲۲۰) میں روایت کرتے ہیں

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے نے عرض کیا: اے میرے رب! آپ ہی کے لئے تمام ایسی تعریفیں ہیں جو آپ کی ذات کے جلال اور عظیم حکومت کے مناسب ہوں یہ حمد فرشتوں کے لئے بڑی بھاری ہو گئی (یعنی اس میں کیا اجر لکھیں) اور یہ نہ سمجھ سکے کہ اسے کس طرح لکھیں، چنانچہ وہ آسمان پر گئے اور عرض کیا: اے ہمارے رب! آپ کے ایک بندے نے ایسی بات کہی ہے جس کو ہم کس طرح لکھیں یہ ہمارے لئے دشوار ہو گیا ہے؟ اللہ جل شانہٗ نے جنہیں اپنے بندے کے اس مقولے کا بخوبی علم ہے۔ فرمایا: میرے بندے نے کیا کہا ہے؟ ان فرشتوں نے کہا، اے رب! اس نے یہ کہا: یارب لک الحمد کما ینبغی لجلال وجہک وعظیم سلطانک، اللہ جل شانہٗ نے ان فرشتوں سے فرمایا: تم ویسے ہی لکھ لو جیسے میرے بندے نے کہا ہے تاکہ بندہ

(پچھلے صفحہ کے بعد)

اور پسند فرماتے ہیں، اور اس پر عظیم اجر و ثواب عطاء فرمائیں گے، اور بندہ اگر ان اذکار پر مداومت رکھے اور ان کے مطابق علم و عمل ہو اور موت بھی انہیں کو پڑھتے پڑھتے آئے تو اسے اللہ تعالیٰ دوزخ کے عذاب سے بچا لیں گے، اس لئے درج ذیل کلمات کثرت سے پڑھنا چاہئیں

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ و لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

جب مجھ سے ملے تو اس کا بدلہ میں خود اس کو عطاء کروں۱؎

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سبحان اللہ وبحمدہٖ اور استغفر اللہ واتوب الیہ کثرت سے پڑھنا

یہ حدیث صحیح مسلم کی کتاب الصلوٰۃ باب مایقال فی الرکوع والسجود سے لی گئی ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۳-۱۲۸)

(۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سبحان اللہ وبحمدہٖ استغفر اللہ واتوب الیہ (اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور اس کی حمد وثناء میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی طرف لوٹ کر جاؤں گا) کثرت سے پڑھا کرتے تھے، میں نے عرض کیا (اے اللہ کے رسول! میں دیکھتی ہوں آپ سبحان اللہ وبحمدہٖ، استغفر اللہ واتوب الیہ بہت کثرت سے پڑھتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے میرے رب جل شانہٗ نے یہ بتلا دیا ہے کہ میں اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا۔ اور جب میں اسے دیکھ لوں تو کثرت سے سبحان اللہ وبحمدہٖ، استغفر اللہ واتوب الیہ پڑھوں، اور میں وہ علامت دیکھ چکا ہوں۔

"اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا"

جب اللہ کی مدد اور فتح آپہنچے اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیں تو آپ اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے استغفار کیجئے بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

۱؎ ان کلمات کہنے پر بندے کے اعمال نامہ میں اجر وثواب کی کیا مقدار لکھی جائے فرشتے اسے نہ سمجھ سکے۔ اس لئے کہ اس کا اجر اتنا بڑا ہے جسے اللہ جل شانہٗ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس پر فرشتوں کو مطلع نہیں فرمایا۔

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ (اے اللہ میری مغفرت فرما دیجئے) اس کے ذریعے اللہ جل شانہٗ کے اس حکم تعمیل کرتے تھے جو اسی سورت میں آپ کو دیا گیا ہے۱؎۔

مرتے وقت لا الٰہ الا اللہ پڑھنے والا ...

اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع میں باب فیمن یموت و ہو یشہد ان لا الٰہ الا اللہ میں روایت کیا ہے۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے سامنے میری امت کے ایک شخص کو نجات دیں گے۲؎ اس کے سامنے ننانوے رجسٹر پھیلا دیئے جائیں گے۔ ہر رجسٹر اتنا دراز ہوگا جہاں تک نگاہ جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس بندے سے فرمائیں گے۔ کیا تو ان میں

۱؎ مسلم کی ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں کثرت سے سبحانک اللھم ربنا وبحمدک، اللھم اغفرلی پڑھا کرتے تھے اس طرح آپ سورہ اذا جاء پر عمل کرتے تھے، یعنی اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنے رب کی حمد وثناء بیان کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں وہ بہت مغفرت کرنے والا ہے، اس حکم کی تعمیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جامع کلمات پڑھا کرتے تھے سبحان اللہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص وعیب سے پاک صاف ہے، اور اللہ نے سبحان اللہ پڑھنے کی توفیق وہدایت دی اس کے اس انعام وفضل کے شکریہ کے طور پر الحمد للہ پڑھنا چاہیئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بخشے بخشائے تھے لیکن پھر بھی آپ کا استغفار پڑھنا اپنی بندگی وعبودیت اور اللہ جل شانہٗ کی طرف محتاج ہونے کا اظہار ہے اور ساتھ ہی امت کو اس ذریعے سے تعلیم دینا بھی مقصود ہے۔

سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے؟ کیا میرے ان فرشتوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے جو حفاظت وکتابت کے لئے مقرر ہیں؟ وہ کہے گا: جی نہیں! اے رب، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تو کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا: جی نہیں اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیوں نہیں تیری ایک نیکی موجود ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله لکھا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ اس کے وزن کرانے کے لئے آجاؤ، وہ عرض کرے گا: اے رب! اس ایک پرچے کی ان بڑے بڑے رجسٹروں کے سامنے کیا حیثیت ہے؟ ارشاد ہوگا: تجھ پر آج ظلم نہیں کیا جائے گا۔ فرمایا: پھر تمام رجسٹر ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں گے اور وہ پرچہ دوسرے پلڑے میں اور وہ رجسٹر اڑ جائیں گے اور یہ پرچہ بھاری ہو جائے گا۔ اللہ جل شانہ کے نام کے سامنے کوئی چیز وزنی اور بھاری نہیں ہو سکتی۔

ابو عیسیٰ ترمذی کہتے ہیں، یہ حدیث حسن غریب ہے۔

★★★★

(۸) درج ذیل حدیث ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے بھی باب مایرجی من رحمة الله يوم القيامة میں تخریج کی ہے جس کے الفاظ ترمذی کی طرح ہی ہیں البتہ اس میں درج ذیل الفاظ بھی زائد ہیں۔

کیا تمہارے پاس اس کے علاوہ بھی کوئی نیکی ہے؟ یہ سن کر وہ شخص ہیبت زدہ ہو کر کہے گا: جی نہیں! تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: کیوں

نہیں تمہاری تو بہت سی نیکیاں ہیں۔ اور آج تم پر مطلق ظلم نہیں کیا جائے گا۔

حدیث: "گواہ رہو! میں نے اپنے بندے کے وہ گناہ معاف کر دیئے ہیں جو نامۂ اعمال کے دونوں کناروں کے درمیان ہیں"

سے امام ترمذی نے اپنی جامع میں ابواب الجنائز (۱-۱۸۳) پر اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے فرمایا:

(۹) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: حفاظت پر مامور کوئی ایسے دو فرشتے نہیں ہیں جو اللہ جل شانہ کے دربار میں رات یا دن کے بندے کے اعمال محفوظ کر کے لیجائیں اور اللہ تعالیٰ صحیفۂ اعمال کے شروع اور آخر میں نیکی وخیر کو پائے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اس صحیفے کے شروع اور اخیر کے درمیان بندے کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت اور اس سے خوف کے بارے میں حدیث

جسے امام ترمذی نے (۲-۹۸) پر ذکر کیا ہے۔

(۱۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: جہنم کی آگ سے ہر اس شخص کو نکال دو جس نے مجھے ایک روز بھی یاد کیا ہو اور جو مجھ سے کسی بھی موقعہ پر ڈرا ہو۔ امام ترمذی نے اس حدیث پر حسن غریب ہونے کا حکم لگایا ہے۔

دل کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے فارغ ویکسو کرنے اور اللہ جل شانہ پر توکل وبھروسے کے بارے میں حدیث

جسے امام ترمذی نے اپنی جامع میں اپنی سند سے نقل کیا ہے فرمایا:

(۱۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تو میری عبادت

کے لئے فارغ ہوجا میں تیرے دل کو غنا و تونگری سے بھر دوں گا اور تیرے فقر و فاقہ کو دور کر دوں گا، اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو میں تیرے ہاتھوں کو کام وکاج و مشاغل میں مصروف کر دوں گا اور تیرے فقر کو دور نہ کروں گا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حدیث: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: دیکھو میرا بندہ میرے ڈر کی وجہ سے اذان دیتا اور نماز قائم کرتا ہے۔

اسے نسائی نے اپنی سنن میں باب الاذان لمن یصلی وحدہٗ (۲-۲۰) پر ذکر کیا ہے۔

(۱۲) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ، تمہارا رب بکریوں کے اس چرواہے سے خوش ہوتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر بکریاں چرا رہا ہو اور نماز کے لئے اذان کہے اور نماز پڑھے تو اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں میرے اس بندے کو دیکھو یہ اذان دے رہا ہے اور نماز پڑھ رہا ہے۔ یہ مجھ سے ڈرتا ہے، میں نے اس کی مغفرت کر دی اور اس کو جنت میں داخل کر دیا۔

حدیث: میں نے اپنے تمام بندوں کو دینِ حنیف پر پیدا کیا تھا

از صحیح مسلم باب الصفات التی یعرف بہا فی الدنیا أھل الجنۃ وأھل النار (۱۰-۲۱۴) اور اس کے بعد:

(۱۳) حضرت عیاض بن حمار المجاشعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وعظ میں یہ ارشاد فرمایا: سن لو! میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ باتیں بتلا دوں جو تم نہیں جانتے اور میرے رب نے مجھے وہ باتیں آج ہی بتلائی ہیں: میں نے جو مال و دولت کسی بندے کو دی وہ حلال ہے[1]۔

[1] ہر وہ مال جو میں نے کسی بندے کو دیا ہے وہ حلال ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جو بعض چیزیں اپنے طور پر اپنے اوپر حرام کر لی ہیں وہ غلط ہیں۔ انسان جس مال کا مالک ہے وہ اس کے لئے حلال ہے بشرطیکہ اس پر کسی کا حق نہ آرہا ہو۔

اور میں نے اپنے تمام بندوں کو دینِ حنیف دینِ فطرت پر پیدا کیا تھا لیکن شیاطین ان کے پاس آئے اور انہوں نے ان کو ان کے دین سے ہٹا دیا[1] اور انہوں نے ان پر وہ چیزیں حرام کر دیں جو میں نے ان کے لئے حلال کی تھیں اور ان شیاطین نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک گردانیں جس کے لئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

اللہ رب العزت نے روئے زمین والوں کی طرف نظر ڈالی اور ان کے عرب و عجم سب کو ناپسند فرمایا سوائے اہلِ کتاب کے کچھ باقی ماندہ لوگوں کے اور یہ فرمایا: میں نے آپ کو اس لئے مبعوث کیا ہے تاکہ آپ کا امتحان لوں۔ اور آپ کے ذریعے دوسروں کا امتحان لوں[2]، اور میں نے آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس کو پانی سے دھو کر ختم نہیں کر سکتا[3] آپ اس

[1] بندوں کو دینِ فطرت پر پیدا کیا گیا ہے ان کو اصل کے اعتبار سے پاک صاف، ہدایت قبول کرنے والا بنا کر پیدا کیا گیا لیکن شیاطین انس و جن کے بہکانے میں آکر وہ صراطِ مستقیم سے بھٹک کر اور گمراہی میں پڑ جاتے اور تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

[2] ان احادیث میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے تاکہ یہ دیکھیں کہ آپ اپنے فرضِ منصبی کو ادا کرتے ہیں اور لوگوں کو دعوت تبلیغ کے ذریعے راہِ راست پر لاتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کے لئے جہاد کا فریضہ ادا کرتے ہیں یا نہیں اور آپ کو بھیج کر ہم نے لوگوں کا بھی امتحان لیا ہے تاکہ یہ دیکھیں کہ کون آپ پر ایمان لاتا اور اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے اور کون کفر و گمراہی کو اختیار کرتا اور آپ سے بغض و عداوت رکھتا ہے اور جو جیسا کرے گا اس کو اس کا بدلہ ویسا ہی دیا جائے گا۔

[3] آپ پر جو قرآن کریم نازل فرمایا ہے جس کے بارے میں فرمایا: اسے پانی نہیں دھوئے گا اور آپ اسے سوتے جاگتے پڑھیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ سینوں اور

کو سوتے جاگتے پڑھیں گے، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں قریش
کو (وحدانیت بیان کر کے) آگ بگولہ کر دوں، میں نے عرض کیا: اے رب پھر
تو وہ میرے سر کو توڑ دیں گے اور اس کو (مار مار کر) روٹی بنا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا: میں ان کو یہاں سے اس طرح نکالدوں گا جس طرح انہوں نے آپ
کو نکالا، اور آپ ان کے ساتھ جنگ کریں ہم آپ کے ساتھ لڑیں گے۔ اور
آپ خرچ کریں ہم آپ پر خرچ کریں گے، آپ ایک لشکر بھیجیں ہم اس جیسے پانچ
لشکر بھیجیں گے۔ اور جو لوگ آپ کی بات مانتے ہیں ان کے ساتھ مل کر ان
لوگوں سے جنگ کریں جو آپ کی نافرمانی کرتے ہیں۔

اور فرمایا: جنت والے تین (قسم کے لوگ) ہیں: عدل و انصاف کرنے
اور خرچ کرنے صدقہ کرنے والے صاحب توفیق ارباب حکومت، اور ایک
وہ رحم دل رقیق القلب شخص جو ہر رشتہ دار و مسلمان پر رحم کرنے والا
ہو۔ اور ایک وہ پاکباز عفیف شخص جو عیالدار ہو فرمایا: دوزخ (جہنم
والے پانچ (قسم کے لوگ) ہیں: وہ کمزور وضعیف جن میں کوئی عقل و
شعور نہ ہو، جو تم میں دوسروں کی اتباع کرنے والے ہوں، جو اہل و عیال
اور مال و دولت کے متمنی نہ ہوں، اور وہ خیانت کرنے والا جو ہر وقت
تاک میں لگا رہتا ہو اور معمولی سی معمولی چیز میں بھی خیانت کرتا ہو۔ اور
ایک وہ شخص جو صبح و شام تمہارے ساتھ تمہارے اہل و عیال اور مال
میں دھوکہ دینے کے درپے رہتا ہو۔ اور آپ نے بخل یا جھوٹ کا

(پچھلے صفحے کے بعد)

صحف میں محفوظ رہے گا اور خلف سلف سے اسے سیکھتے اور پڑھتے رہیں گے۔ اور آپ اسے
ہر حالت میں نہایت اطمینان و سکون اور آسانی سے تلاوت کر سکیں گے۔

تذکرہ فرمایا: اور وہ شخص جو فحش گو ہو، ابوغسان نے اپنی حدیث میں یہ الفاظ
ذکر نہیں کئے کہ: آپ خرچ کیجئے۔ آپ پر بھی خرچ کیا جائے گا۔

****

(۱۴) محمد بن مثنی عنزی کہتے ہیں کہ ہم سے محمد بن ابی عدی نے حدیث بیان
کی سعید سے انہوں نے قتادہ سے اسی سند کے ساتھ اور انہوں نے
اپنی حدیث میں یہ الفاظ ذکر نہیں کئے کہ: ہر وہ مال جو میں نے کسی بندے
کو دیا وہ حلال ہے۔

اس کو امام مسلم نے ایک دوسری روایت سے بھی نقل کیا ہے فرمایا:
مجھ سے عبدالرحمن نے حدیث بیان کی عدوی سے انہوں نے کہا مجھ سے
یحییٰ بن سعید نے حدیث بیان کی ان سے دستوائی کے ساتھی ہشام نے
ان سے قتادہ نے ان سے مطرف نے ان سے عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ نے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز وعظ کیا۔ پھر وہ پچھلی حدیث ذکر کی

(۱۵) حضرت عیاض بن حمار اخی بنی مجاشع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
فرمایا: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان وعظ کرنے کھڑے
ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا: میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے (پھر انہی
الفاظ کے ساتھ حدیث ذکر کی جیسی ہشام سے بروایت قتادہ گزری ہے البتہ
اس میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں) کہ: اللہ نے مجھے یہ وحی بھیجی ہے کہ تم لوگ تواضع
اختیار کرو تاکہ کوئی شخص کسی سے فخر و مباہات اختیار نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر
زیادتی و بغاوت کرے، اور انہوں نے اپنی حدیث میں یہ بھی کہا ہے کہ: وہ
لوگ تم میں ہاں میں ہاں ملانے والے ہوں گے جنہیں اہل و عیال و مال کی
پرواہ نہ ہوگی۔ میں (قتادہ) نے پوچھا، اے ابو عبداللہ (یعنی مطرف بن عبداللہ)

کیا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! بخدا میں نے ایسے لوگوں کو زمانۂ جاہلیت میں دیکھا ہے[1] ان میں ایک آدمی قبیلہ کی صرف اس معاوضہ پر حفاظت کرتا تھا کہ اسے ہم بستری کے لئے ان کی ایک لڑکی مل جائے۔

۲- عقیدہ کا درست کرنا

حدیث: انسان زمانے کو بُرا بھلا کہتا ہے۔

بخاری کتاب التفسیر سورہ جاثیہ (۶-۱۳۳)

(۱۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں: انسان مجھے ایذاء و تکلیف پہنچاتا ہے[2] وہ زمانے کو بُرا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہوں[3]۔

---

[1] اس سے ان کا اشارہ شاید زمانۂ جاہلیت کے اخیر زمانہ کی طرف ہو۔ اس لئے کہ اس کے کچھ نہ کچھ آثار و علامات اسلام قبول کرنے کے باوجود بھی ان میں موجود تھے۔ یہ تاویل اس لئے کرنا پڑی کہ مطرف بن عبداللہ اتنی بڑی عمر والے نہیں تھے جنہیں زمانۂ جاہلیت ملا ہو۔

[2] یعنی ایسی بات کہتا ہے جو میری شان کے خلاف ہے۔ ایسا کرنے والا اپنے لئے تباہی و ہلاکت واجب کر رہا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ واقعۃً کوئی شخص اللہ جل شانہٗ کو ایذاء پہنچا سکتا ہے۔

[3] یعنی زمانے کا خالق و مالک میں ہی ہوں اس میں جو کچھ تغیرات ہوتے ہیں سب میرے حکم سے ہوتے ہیں، زمانے نے ایسا کیا۔ اس نے یہ ایذاء پہنچائی یہ کہنا سمجھنا غلط ہے زمانہ کیا کر سکتا ہے؟ اس کے قبضے میں کیا ہے؟ اس لئے اسے بُرا بھلا کہنا گویا اس کے خالق کو بُرا کہنا ہے مسند احمد کی روایت میں آتا ہے کہ زمانے کو بُرا مت کہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: زمانہ میں ہوں۔ دن و رات میرے قبضے میں ہیں، جب میں دن و رات کو نئی زندگی دیتا اور پیدا کرتا ہوں اور ایک

(باقی اگلے صفحہ پر)

سب کچھ میرے دستِ قدرت میں ہے۔ میں دن و رات کو الٹتا پلٹتا ہوں[1] امام بخاری نے یہ حدیث کتاب الادب کے باب لا تسبوا الدھر (۸-۴۳) میں بھی ذکر کی ہے۔

(۱۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: اولادِ آدم زمانے کو بُرا بھلا کہتی ہے حالانکہ زمانہ میں ہوں، دن و رات (کا چلانا) میرے دستِ قدرت میں ہے۔ یہ حدیث امام بخاری نے کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ: یریدون ان یبدلوا کلام اللہ میں بھی انہی الفاظ سے ذکر کی ہے۔ اور امام مسلم و ابوداؤد نے یہ حدیث ادب میں اور نسائی نے تفسیر میں ذکر کی ہے مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں کہ:

(۱۸) انسان مجھے ایذاء پہنچاتا ہے۔ یہ کہتا ہے: اے زمانے کی ناکامی و خسران، حقیقت یہ ہے کہ زمانہ میں ہی ہوں، میں اس کے شب و روز کو چلاتا ہوں اور مسلم کی دوسری تمام روایات انہی الفاظ کے ساتھ مذکور ہیں جن کا تذکرہ یہاں بخاری کی روایات میں آچکا ہے اس لئے یہاں ان کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے

(پچھلے صفحہ کے بعد)

بادشاہ کے بعد دوسرا لاتا ہوں، اس لئے زمانے کو بُرا کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے خالق اور چلانے والے کو بُرا کہا جا رہا ہے۔

اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ عقیدہ کی اصلاح ہو۔ اور صحیح عبارات و الفاظ کو استعمال کیا جائے۔ لوگوں کا یہ عقیدہ غلط ہے کہ دن و رات کا آنا جانا ہی حقیقی مؤثر ہے اسی سے سب کچھ ہوتا ہے یہ قطعاً غلط ہے اور لغویات، سب اللہ جل شانہٗ کے حکم سے ہوتا ہے تمام تغیرات اسی کے حکم سے آتے ہیں اس لئے زمانے کو بُرا نہیں کہنا چاہیے۔

حدیث:۔ **انسان مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا**

یہ حدیث بخاریؒ نے کتاب التفسیر کے سورۂ اخلاص میں (۶۔۱۶۰) پر ذکر کی ہے:

(۱۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انسان مجھے جھٹلاتا ہے[1] حالانکہ اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے اور وہ مجھے بُرا بھلا کہتا ہے حالانکہ اس کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے وہ مجھے جھٹلاتا اس طرح ہے کہ وہ یہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہمیں پیدا کیا ہے اس طرح دوبارہ نہیں لوٹائے گا۔ حالانکہ پہلی مرتبہ پیدا کرنا میرے لئے دوبارہ لوٹانے سے کوئی زیادہ آسان نہیں ہے[2] (یعنی میرے لئے دونوں برابر ہیں) وہ مجھے بُرا بھلا اس طرح کہتا ہے کہ وہ یہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اولاد منتخب کی ہے، حالانکہ میں ایک اکیلا اور بے نیاز ہوں، نہ مجھ سے کوئی پیدا ہے نہ میں ـ کسی سے پیدا ہوا ہوں اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے

---

[1] اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے منکر ہیں۔

[2] یعنی عادۃً کسی چیز کا ابتداءً بنانا اس کے دوبارہ بنانے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے، لیکن اللہ جل شانہٗ کے لئے دونوں چیزیں بالکل برابر ہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں صرف کُنْ (ہو جا) کہنے کی دیر ہے وہ جس چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ کُنْ کہہ کر حکم دیتے ہیں اور وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرنا۔ اللہ جل شانہٗ کی توہین کے مرادف ہے۔ اس لئے کہ بیٹا بیوی کے بغیر نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں سے وراء الوراء اور مستغنی ہیں؛ وہ واجب الوجود، ہمیشہ ہمیشہ سے ہیں۔ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی شریک ہے نہ ہم جنس، اس لئے نہ ان کی بیوی ہے نہ اولاد، اور نہ ہی کوئی ان کا مثل اور ہمسر ہے۔ وہ بے نیاز ہیں وہ کسی کے محتاج نہیں، سب مخلوق انہی کی محتاج ہے وہ ہمیشہ رہیں گے حی اور قیوم ہیں۔ کبھی ختم نہ ہوں گے۔

(۲۰) ایک روایت میں انہی سے یہ مروی ہے: اس کا مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ وہ یہ کہتا ہے: جیسا میں نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اب دوبارہ اعادہ نہیں کروں گا، اور اس کا مجھے بُرا بھلا کہنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اولاد منتخب کر لی ہے حالانکہ میں بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا ہے، نہ میں کسی سے پیدا ہوا ہوں اور نہ ہی کوئی میرا ہمسر ہے۔

اس حدیث کو نسائیؒ نے اپنی سنن میں باب ازواج المومنین (۴۔۱۱۲) میں اپنی سند سے اس طرح ذکر کیا ہے:

(۲۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابن آدم مجھے جھٹلاتا ہے حالانکہ اس کو مجھے جھٹلانا نہیں چاہیئے تھا، اور ابن آدم مجھے بُرا بھلا کہتا ہے حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ مجھے بُرا بھلا کہے وہ مجھے جھٹلاتا اس طرح ہے کہ وہ کہتا ہے: جس طرح میں نے اسے ابتداءً پیدا کیا تھا دوبارہ اس طرح اسے پیدا نہ کروں گا۔ حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا مجھ پر پہلے پیدا کرنے سے کچھ مشکل نہیں (یعنی میرے لئے دونوں برابر ہیں) اور وہ مجھے بُرا بھلا اس طرح کہتا ہے کہ وہ یہ کہتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اولاد منتخب کر لی ہے حالانکہ میں ایک اکیلا بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا ہے نہ میں کسی سے پیدا ہوں اور نہ ہی کوئی میرا ہمسر ہے۔

حدیث: **میرے بندوں میں سے بعض مجھ پر ایمان لانے والے بن گئے اور بعض کافر جسے بخاریؒ نے الباب الاستغا کے قول اللہ تعالیٰ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ میں ذکر کیا ہے**

(۲۲) حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حدیبیہ میں رات

کو بارش ہوئی، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندوں میں سے کچھ لوگ مجھ پر ایمان لانے والوں میں سے ہو گئے اور کچھ کفر کرنے والے، چنانچہ جو لوگ یہ کہتے ہیں: ہم پر اللہ کے فضل و کرم سے بارش برسی ہے، وہ مجھ پر ایمان لانے والوں اور ستاروں (کی تاثیر) کا انکار کرنے والوں میں سے ہیں، اور جس نے یہ کہا: ہم پر فلاں فلاں نچھتر کی وجہ سے بارش برسی ہے وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں پر ایمان لانے والا ہے[1]

اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب التوحید کے باب یریدون أن یبدلوا کلام اللہ (۹ - ۱۴۵) پر سندِ متصل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

---

[1] بعض مشرک یہ کہا کرتے تھے کہ بارش ستاروں کی وجہ سے برستی ہے۔ فلاں ستارہ جب فلاں جگہ پہنچے گا تو بارش برسے گی، یہ اللہ جل شانہٗ کے احسان و انعام کی ناشکری ہے اس لئے کہ بارش برسانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے حکم سے بارش برستی ہے، ستارے تو خود مخلوق ہیں، اور اللہ جل شانہٗ کے حکم کے تابع ہیں، وہ خود اپنے لئے کچھ کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی دوسرے کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جو شخص یہ کہے کہ بارش مثلاً ثریا ستارے کے غائب ہونے پر ہوتی ہے یعنی اس سے اس کے وقت یا موسم کا اندازہ لگانا مقصود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس سے کہ اوقات کا تعین، زمانہ کو مقرر کرنا یہ خلافِ شرع نہیں ہے۔

(۲۳) حضرت زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: بارش ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندوں میں سے کچھ بندے میرے ساتھ کفر کرنے والے اور کچھ مجھ پر ایمان لانے والے ہو گئے۔

(۲۴) اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ نے موطاً میں حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے اس طرح نقل کیا ہے۔ جس طرح ابھی بخاری کی وہ روایت گذری۔ جو باب الاستسقاء میں مذکور ہے، ملاحظہ ہو موطا (۱ - حاشیہ مصابیح ص - ۹۱) اور اسے امام نسائیؒ نے اپنی سنن میں باب کراہیۃ الاستمطار بالکواکب میں دو صحابہ سے نقل کیا ہے ایک حضرت ابو ہریرۃ کی روایت ہے اور دوسری حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما کی، اور حضرت ابو ہریرۃ کی روایت حضرت زید بن خالد کی روایت سے مختصر ہے جو اس طرح سے ہے۔

(۲۵) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے اپنے بندوں پر جب بھی کوئی انعام کیا تو ان میں سے ایک جماعت اس کی منکر ہو گئی وہ لوگ یہ کہنے لگے، سب کچھ ستاروں کا کمال ہے اور ستاروں کی وجہ سے ہوا ہے

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں

(۲۶) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بارش ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم وہ بات نہیں سنتے جو تمہارے رب نے گذشتہ رات فرمائی ہے، فرمایا: میں نے اپنے بندوں پر جب بھی کوئی نعمت نازل کی تو ان میں ایک جماعت اس

کی منکر ہوگئی، وہ یہ کہنے لگے: ہم پر فلاں فلاں نچھتر کی وجہ سے بارش برسی ہے، لیکن جو شخص مجھ پر ایمان لایا اور بارش سے سیراب کرنے پر اس نے میری تعریف اور حمد و ثنا بیان کی تو یہی وہ شخص ہے جو مجھ پر ایمان لایا اور اس نے ستاروں (کے مؤثر بالذات ہونے) کا انکار کیا، اور جس نے یہ کہا کہ فلاں فلاں نچھتر کی وجہ سے ہم پر بارش برسی ہے تو یہ وہ شخص ہے جس نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔

حدیث۱۳ اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق کی طرح بنانا چاہے

جسے بخاری نے کتاب التوحید میں باب قول اللہ واللہ خلقکم و ما تعملون (۹-۴۲) میں ذکر کیا ہے:

(۲۷) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ نے فرمایا: اس شخص سے ظالم بڑھ کر کون ہوگا جو میری پیدا کردہ چیز کی طرح بنانا چاہے، انہیں چاہیئے کہ ایک چیونٹی پیدا کر کے دکھا دیں یا ایک دانہ یا جو پیدا کر دکھائیں۔ اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب اللباس باب نقض الصور میں بھی ذکر کیا ہے اور فرمایا:

(۲۸) حضرت ابوزرعہ فرماتے ہیں: میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں ایک مکان میں داخل ہوا۔ انہوں نے ایک مصور کو اس کے اوپر کے حصے[1] میں تصویر بناتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے ارشاد

[1] یعنی گھر کی چھت میں تصویریں بنائی جا رہی تھیں یعنی ایسا شخص جو اللہ کی مخلوق کی تصویر کشی کرتا ہے اس سے اس کی مراد ذی روح کی تصویر بنانا ہے جو حرام ہے اور سخت گناہ ہے۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق کی طرح بنانا چاہے، انہیں چاہیئے کہ ایک دانہ تو پیدا کر دکھائیں، ایک چیونٹی تو پیدا کر کے دکھا دیں، پھر انہوں نے پانی کا ایک برتن منگایا اور اپنے ہاتھ بغل تک دھوئے تو میں نے عرض کیا: اے ابوہریرہ، کیا یہ (یعنی بغل تک دھونا) ایسی چیز ہے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ منتہا ہے زیور کی (یعنی جہاں تک وضو کا پانی پہونچے گا وہاں تک مومن کو زیور پہنایا جائے گا۔

★★★★

(۲۹) اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج ذیل الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مروان کے گھر داخل ہوا، انہوں نے وہاں کچھ تصاویر دیکھیں اور فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق کی طرح بنانا چاہے، انہیں چاہیئے کہ ایک چیونٹی پیدا کر کے دکھا دیں یا ایک جو کا دانہ پیدا کر دکھائیں۔[1]

[1] ان احادیث میں "میری مخلوق کی طرح بنانے" سے مراد یہ ہے کہ ان کی تصویر بنائی جائے، یہ تصویر اگر بت کی شکل میں ہو تو ایسا شخص سب سے بڑا ظالم ہوگا اور عبادت کے لیے بت بنانے والا کافر ہے، اور اس کو

دوسرے کافروں سے زیادہ سخت عذاب دیا جائے گا۔
اللہ تعالیٰ نے یہ تبلا دیا کہ ایک چیونٹی یا گندم یا جو کا ایک دانہ بنانا تمہارے بس کی بات نہیں ہے پھر ایسی حرکت کیوں کرتے ہو اور اپنی آخرت کیوں خراب کرتے ہو؟

تصویر سازی

تصویر سے متعلق اس بحث میں کچھ اور احادیث ذکر کی جارہی ہیں یہ اگرچہ احادیثِ قدسیہ نہیں ہیں لیکن بہرحال اس موضوع سے متعلق ہیں:
امام بخاری کتاب اللباس کے باب التصاویر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتۂ رحمت اس گھر میں داخل نہیں ہوتا۔ جس میں کتا یا تصویر موجود ہو۔
پھر امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے ابوطلحہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ارشاد فرمایا ہے
باب عذاب المصورین (تصویر سازی کرنے والوں کے عذاب کے باب) میں ہے کہ مسلم الصمدانی کہتے ہیں: ہم حضرت مسروق کے ساتھ یسار بن نمیر کے گھر میں تھے، انہوں نے وہاں تصویریں دیکھیں تو فرمایا: میں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے یہاں قیامت کے روز سب سے سخت عذاب تصویر کشی کرنے والوں کو ہوگا۔

اور نافع فرماتے ہیں: انہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا، ان سے کہا جائے گا، جو تم نے بنایا ہے اس میں زندگی بھی ڈالو۔
باب نقض الصور (تصویروں کے توڑنے کے باب) میں عمران بن حطان سے مروی ہے کہ ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑتے تھے۔ جس میں تصاویر ہوں مگر یہ کہ اسے ختم کر دیا کرتے تھے۔
ابوزرعہ کہتے ہیں: میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں ایک گھر میں داخل ہوا، انہوں نے اس کی چھت میں ایک مصور کو تصویریں بناتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میری جیسی مخلوق بنانا چاہے، انہیں چاہیے کہ ایک دانہ جو یا ایک چیونٹی ہی پیدا کر کے دکھا دیں۔
• باب ما وطئ من التصاویر (تصویروں کو روندنے سے متعلق باب) میں (قاسم بن محمد بن ابی بکر) فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے، میں نے طاقچہ پر ایک پردہ ڈالا ہوا تھا جس میں تصاویر تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو پھاڑ دیا اور یہ فرمایا: قیامت کے دن سب سے سخت عذاب ان لوگوں کو دیا جائے گا جو اللہ جل شانہ کی مخلوق کی مشابہت اختیار کرتے ہیں (یعنی تصویر بناتے ہیں)، حضرت عائشہ فرماتی

ہیں: پھر ہم نے اس پردے کے ایک یا دو تکیے بنا دیئے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے، میں نے گھر میں ایک غالیچہ (یا روئیں دار پردہ) ڈال دیا تھا جس میں تصویریں تھیں، آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کو اتار پھینکوں، چنانچہ میں نے اسے اتار دیا، میں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے۔

باب من کرہ القعود علی الصور (اس بارے میں باب کہ تصویروں پر بیٹھنے کو ناپسند کیا گیا ہے) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک چھوٹا سا گدا یا تکیہ خریدا اس میں تصاویر بنی ہوئی تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر ہی رک گئے گھر میں داخل نہیں ہوتے، میں نے اسے محسوس کر کے عرض کیا: میں اپنے اس قصور پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتی ہوں، آپ نے دریافت فرمایا یہ گدا کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا: آپ کے بیٹھنے اور ٹیک لگانے کے لیے لیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ان تصویر بنانے والوں کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا: تم نے جو تصویر بنائی ہے اس میں روح بھی ڈالو، اور فرشتے اس گھر میں ہرگز داخل نہیں ہوتے جہاں تصویریں ہوں۔

اور حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں تصویر ہو، راوی بسر کہتے ہیں پھر ایک مرتبہ حضرت زید بن خالد بیمار ہو گئے تو ہم ان کی بیمار پرسی کے لیے گئے تو کیا دیکھا کہ ان کے گھر کے پردے میں تصویر بنی ہوئی ہے، عبید اللہ

بن الاسود خولانی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا حضرت زید نے ہمیں پہلے تصویر کے بارے میں نہیں بتلایا تھا؟ عبید اللہ نے کہا: کیا تم نے یہ نہیں سنا کہ سوائے اس کے کہ جو کپڑے میں مرقوم ہو۔

صحیح بخاری کے باب کراہیۃ الصلاۃ فی التصاویر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ایک منقش تصویر والا پردہ تھا جو انہوں نے گھر کے ایک کنارے میں ڈالا ہوا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اپنا یہ پردہ ہم سے دور کر دو اس لیے کہ اس کی تصاویر نماز میں میرے سامنے آتی رہتی ہیں۔

اس میں باب لا تدخل الملائکۃ بیتاً فیہ صورۃ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آنے کا وعدہ کیا لیکن وقت پر نہیں آئے، جب وقت زیادہ گزرا تو آپ کو اس سے سخت قلق ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تو حضرت جبرئیل سے ملاقات ہوئی، آپ نے ان کے وقت پر نہ آنے سے اپنی بے چینی کا اظہار کیا، تو حضرت جبرئیل نے فرمایا: ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر یا کتا ہو۔

باب من لم یدخل بیتاً فیہ صورۃ میں قاسم بن محمد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے انہیں یہ بتلایا کہ انہوں نے روئیں دار گدا خریدا جس میں تصاویر بنی ہوئی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو آپ دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے، میں نے آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے

آثار محسوس کر لیے اور یہ عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں اللہ تعالیٰ اور اس کے
رسول سے توبہ مانگتی ہوں۔ بتلایئے میں نے کیا جرم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ
گدا کیسا ہے؟! میں نے عرض کیا: میں نے اس لیے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر
تشریف فرما ہوں اور ٹیک لگائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
ان تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ اور ان سے کہا جائے
گا کہ تم نے جو تصویر بنائی ہے اس میں روح ڈالو، اور فرمایا جس گھر میں تصویریں ہوتی
ہیں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

اسی کتاب کے باب من صور صورۃ کلف أن ینفخ فیها الروح ولیس بنافخ
میں سعید کہتے ہیں کہ میں نے نضر بن انس بن مالک سے سنا وہ قتادہ سے روایت کرتے
ہیں۔ وہ (یعنی نضر) کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس
تھا لوگ ان سے سوال کر رہے تھے، وہ ان کے جواب دے رہے تھے، اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی نہیں لے رہے تھے۔ حتیٰ کہ کسی نے سوال
کیا تو انہوں نے فرمایا (اور مسلم میں قال کے بجائے فعل ہے) چنانچہ وہ فتویٰ دیتے
رہے اور حدیث ذکر نہیں کی حتیٰ کہ ایک صاحب نے ان سے سوال کیا اور کہا کہ: میں
تصویریں بنانے والا آدمی ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا:
قریب آجاؤ، وہ قریب آگئے، حضرت ابن عباس نے ان سے فرمایا: میں نے
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: جو شخص دنیا میں تصویر کشی
کرے گا۔ قیامت کے روز اس کو اس بات کا مکلف بنایا جائے گا کہ وہ اس میں
روح ڈالے حالانکہ وہ اس میں جان ڈالنے پر قادر نہیں ہو گا۔

صحیح مسلم کی احادیث

اخیر حدیث کو مسلم نے مختلف روایات سے ذکر کیا ہے ان میں بخاری
سے زائد الفاظ ہیں جنہیں ہم مزید استفادہ کے لیے ذیل میں ذکر کر رہے ہیں،
سند ذکر کرنے کے بعد اس میں یوں آتا ہے کہ ایک صاحب حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما کے پاس آئے اور ان سے کہا: میں تصویریں بنانے والا آدمی ہوں مجھے اس
کے بارے میں مسائل بتلا دیجیے، انہوں نے ان صاحب سے فرمایا: قریب آجائیے۔
وہ اُن کے قریب ہو گئے، پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا: اور قریب ہو جایئے
وہ اور قریب آ گئے، حضرت ابن عباس نے اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھ کر فرمایا
میں تمہیں وہی بات بتلاؤں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے،
میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مصور (تصویر کشی کرنے والا)
جہنم کی آگ میں جلے گا، اس نے جتنی تصویریں بنائی ہیں اتنی ہی اس کے لیے جاندار
چیزیں بنا دی جائیں گی اور وہ اس کو جہنم میں عذاب دیں گی، اور انہوں نے فرمایا:
اگر تم واقعی تصویریں ہی بنانا چاہتے ہیں تو درختوں اور غیر جاندار چیزوں کی تصویر بناؤ۔

صحیح مسلم کی مختلف روایات تقریباً بخاری کی روایات ہی کی طرح ہیں اور مسلم
میں باقی ماندہ احادیث بھی تقریباً صحیح بخاری کی مذکورہ بالا احادیث سے ملتی جلتی ہیں۔
سوائے اس حدیث کے جو حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ
عنہ سے روایت کرتے ہیں اس میں کچھ اضافہ ہوا ہے جس کو ذکر کیا جاتا ہے حضرت
زید بن جہنی رضی اللہ عنہ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں
وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا، تصویریں اور مورتیاں
ہوں، پھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور ان سے عرض کیا: ان
صاحب نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ مبارک بتلایا ہے کہ آپ نے
فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویریں اور مورتیاں ہوں
کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بیان فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں
نے فرمایا: جی نہیں! میں آپ کو وہ بات بتلا دیتی ہوں جو میں نے آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کو کرتے دیکھی، ہوا یہ کہ آپ کسی جنگ میں تشریف لے گئے تھے میں نے اپنے
دروازے پر ایک چادر ڈال دی۔ آپ جب سفر سے واپس تشریف لائے اور آپ
نے پردہ دیکھا تو ناپسندیدگی کے آثار آپ کے چہرہ مبارک پر ظاہر ہونے لگے اور
آپ نے اسے گھسیٹ کر پھاڑ دیا یا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور یہ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے
ہمیں یہ حکم نہیں دیا ہے کہ ہم مٹی گارے اور اینٹوں کو کپڑے پہنائیں، فرماتی ہیں۔
پھر ہم نے اسے کاٹ کر اس کے دو گدے بنا لیے اور ان کے اندر کھجور کی چھال
بھر دی تو آپ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، بخاری کی تمام احادیث مسلم میں بھی
موجود ہیں۔

تصویر کے احکام

۱۔ جس گھر میں کتا یا تصویر وغیرہ ہو وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے، فرشتوں
سے وہ فرشتے مراد ہیں جو رحمتِ الٰہی کو لیکر نازل ہوتے ہیں، جنہیں فرشتۂ رحمت
کہا جاتا ہے، جو بندوں کے لیے طلبِ مغفرت کرتے ہیں، لیکن جو فرشتے حفاظت اور
کتابتِ اعمال پر مامور ہیں۔ وہ بندوں سے کسی بھی حالت میں جدا نہیں ہوتے جیسا کہ

علامہ خطابی وغیرہ نے لکھا ہے، اور گھر سے مراد وہ جگہ ہے جہاں انسان ٹھہرا
ہوا ہو چاہے وہ مکان ہو یا خیمہ یا کوئی اور چیز۔
علامہ خطابی وغیرہ نے کتوں سے ان کتوں کو مستثنیٰ کیا ہے جن کے رکھنے
کی صاحبِ شریعت نے اجازت دی ہے، مثلاً وہ کتے جو شکار یا کھیتی یا جانوروں
کی حفاظت کے لیے رکھے جائیں۔

۲۔ حرام تصاویر سے وہ تصاویر مراد ہیں جو جانداروں کی ہوں، سر سمیت ہوں۔
اور اکرام اعزاز کے طور پر رکھی گئی ہوں، اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ہر طرح
کی تصویر کا یہی حکم ہے، اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ کھلی ہوئی نافرمانی ہے
اس لیے کہ اس کے ذریعے اللہ جل شانہ کا اس صنعتِ خلق میں مقابلہ کیا جاتا ہے،
اور بعض تصاویر ان چیزوں کی شکل پر ہوتی ہیں۔ جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت
کی جاتی ہے۔

حدیث کے جملے: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری طرح مخلوق بنانا
چاہے سے ان تصاویر کو ذی روح جاندار کی تصویر کے ساتھ مقید کر دیا گیا، ان
کو لکیروں کی مدد سے بنایا جائے یا شکل وصورت کے ذریعے، اور باوجود حرمت
جاننے کے یہ کام کیا جائے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق میں مشابہت اختیار کرنا
چاہتے تھے۔ اور اللہ جل شانہ کے ساتھ کفر کرتے تھے، اس لیے ان کا فرعون
وغیرہ کے ساتھ داخلِ جہنم ہونا کوئی مستبعد نہیں، لیکن اگر کوئی تصویر بنانے والا
اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق میں مقابلہ نہ کرنا چاہتا ہو تو وہ تصویر سازی کی وجہ سے
گناہگار ہوگا کافر نہ ہوگا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء نے فرمایا ہے: حیوان کی تصویر بنانا

سخت حرام ہے اور گناہِ کبیرہ ہے، اس لیے کہ اس پر نہایت شدید وعید وارد ہوئی ہے خواہ یہ تصویر سازی توہین کی خاطر ہو یا عزت کی خاطر، لیکن غیر جاندار کی تصویر کشی حرام نہیں ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ اس سے بچوں کی گڑیاں مستثنیٰ ہیں، بچوں کی گڑیاں حرام نہیں ہیں (یعنی وہ گڑیاں جن میں صرف نام کی علامت ہوتی ہے پوری تصویر نہیں تھی لیکن آج کل کی گڑیوں کا یہ حکم نہیں ہے وہ مورتی ہی کی طرح ہوتی ہیں لہٰذا وہ حرام ہیں) پھر علامہ قسطلانی لکھتے ہیں: گزشتہ بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ چھت، دیوار یا تکیے پر تصویریں ممنوع ہیں لیکن ایسی جگہوں میں تصاویر جہاں ان کا اکرام نہ ہوتا ہو بلکہ روندی جاتی ہوں جیسے بستر گدے وغیرہ اسی طرح سر کٹی ہوئی تصویر جائز ہے اس لیے کہ جو تصویریں دیوار وغیرہ پر ہوتی ہیں وہ بتوں کے مشابہ ہوتی ہیں۔

اور حدیث میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ اسے روح ڈالنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اس سے وہ شخص مراد ہے جو عبادت و پوجا پاٹ کے لیے بت وغیرہ بنائے لیکن اس کے علاوہ تصویر سازی کرنے والے اگر اس کو حلال جان کر نہ بنائیں تو وہ گناہگار ہوں گے اور ان احادیث میں یہ سختی صرف زجر و تنبیہ کے لیے ہے واللہ اعلم

تصویر اور اس سے متعلق احکام

بہت سی احادیث سے تصاویر کی عمومی طور سے ممانعت معلوم ہوتی ہے، اور بعض احادیث سے کپڑے میں کڑھے ہوئے تصاویر مستثنیٰ کی گئی ہیں، اور بعض احادیث میں ایسی تصاویر کی اجازت دی گئی ہے جن کی توہین و تذلیل کی جاتی ہو،

اور بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ممانعت اس لیے ہے کہ ان کی طرف نظر پڑنے سے عبادت میں سے خشوع و خضوع نکل جاتا ہے، اور بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصویر اگر اس لیے پیش کی جائے تاکہ صاحبِ تصویر کی شناخت ہو جائے تو یہ جائز ہے ممنوع نہیں، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر دکھائی تھی، اس لیے کہ اس تصویر کے پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ شخصیت بتلا دی جائے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے رفیقۂ حیات کے طور پر منتخب کیا تھا۔

ان احادیث میں تطبیق کا طریقہ یہ ہے کہ سخت ترین حرمت وہاں پر ہے جو تصویر کشی سے اللہ جل شانہٗ کی صفتِ خلق میں مشابہت اختیار کرنا چاہے یا اس لیے تصویر کشی کرے کہ اس کی عبادت یا تعظیم کی جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ ذیل اسی جانب اشارہ کرتی ہے فرمایا: اس شخص سے زیادہ ظالم کون شخص ہوگا جو میری جیسی مخلوق بنانے کی کوشش کرنے لگے، یعنی اس کی تصویر کشی یا مجسمہ سازی کرے، نیز آپ کا درج ذیل فرمان مبارک بھی کہ: وہ تصویر کشی کرنے والے جو اللہ تعالیٰ کی خلقت کی صفت میں مشابہت اختیار کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا یہ عمل فی نفسہ حرام ہے اس لیے کہ یہ یا تو شرک ہے یا شرک کے قریب قریب ہے

لیکن صالحین اور مقتدیٰ قسم کے اکابرین حضرات کی تصویر اگر اس لیے بنائی جائے تاکہ لوگ ان جیسے اعمال کریں اور اچھے اعمال میں ان کی اقتداء اور پیروی کریں تو یہ مقصد فی نفسہ تو اچھا ہے لیکن یہ بھی اس لیے حرام ہے تاکہ

ان کی تعظیم وعبادت نہ کی جائے جیسا کہ بتوں اور بت پرستی کی ابتدا میں بھی یہی ہوا تھا اور پھر رفتہ رفتہ ان کی عبادت شروع ہوگئی، خاص طور سے یہ تصاویر وغیرہ اگر عبادتگاہوں میں اور مساجد وغیرہ میں رکھی جائیں تو اور زیادہ خطرہ ہوتا ہے، اس کو مستبعد نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اس لیے کہ وقت کے گزرنے کے ساتھ اور جہالت کے عام ہونے کی وجہ سے شیطان ان پر شر وفساد کا دروازہ کھول سکتا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں، تم قدم بقدم اور ہاتھ در ہاتھ ان لوگوں کی ضرور پیروی کروگے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں حتی کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم بھی اس میں داخل ہوگے۔

یہ حکم ان تصاویر کے بارے میں ہے جو ذی جسم ہوں جن سے وہ زندہ رہ سکتی ہوں لیکن اگر ان کا سر کاٹ دیا جائے یا پیٹ پھاڑ دیا جائے اور بڑا سوراخ ہو جائے تو پھر ایسی تصویر حرام نہیں ہے۔ اسی طرح وہ تصاویر جو کپڑوں وغیرہ میں منقش ہوں اور توہین و ذلت کی صورت میں ہوں، لیکن اگر وہ اعزاز و تعظیم کی شکل میں ہوں تو وہ ایسی صورت میں مکروہ ہیں جب ان کی تعظیم عبادت کی شکل میں نہ ہوں ورنہ وہ حرام ہو جائیں گی۔

وہ تصاویر جن سے اس شخص کی شخصیت کی پہچان کرانا مقصود ہو جیسے شناختی کارڈوں وغیرہ کی تصاویر یا جاسوسوں یا مجرموں کی تصاویر جن کا مقصد ان کے شر سے بچنا ہو، یا ایسے حیوانات کی تصاویر جو نقصان دہ اور فائدہ مند ہیں تاکہ ان کے خواص سے فائدہ اٹھایا جائے تو ایسی تصاویر جو تعارف شخصیت کی پہچان کے لیے ہوں اور ضرورت کی وجہ سے کھچوائی گئی ہوں تو وہ ضرورت کی بنا پر جائز ہیں اور بعض اوقات ان کی سخت ضرورت پڑتی ہے اور وہ ضروری کا لازمی اور واجب

کے درجے میں ہو جاتی ہیں اس لیے کہ وہ علم کے حصول کا ذریعہ بن جاتی ہیں اور انہیں مطلوبہ علم واجب یا مستحب کا حکم دے دیا جاتا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ فرمایا! ہم سے اپنے اس پردے کو دور کردو اس لیے کہ اس کی تصاویر نماز میں میرے سامنے آتی رہتی ہے، یہ تصویریں کپڑے پر بنی ہوئی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ رقم شدہ تصاویر اگر ممنوع وحرام تک پہونچانے کا ذریعہ بن جائیں جیسے کہ فحش ننگی تصاویر جن کو دیکھنے کی وجہ سے شہوت بھڑکتی اور جنسی جذبات ابھرتے ہوں۔ خصوصاً نوجوانوں کے تو وہ تصاویر قطعاً حرام بن جائیں گی، یہی حکم فلموں کا ہے فلموں میں عام طور سے جنس سے متعلق مناظر پیش کئے جاتے ہیں، سفلی جذبات اور خواہشات کو ابھارا جاتا ہے۔ اور ننگی تصاویر اور فحش مناظر پیش کئے جاتے ہیں جیسا کہ مختلف مقامات پر آویزاں فلمی اشتہارات وغیرہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے، یہ سب علماء کے یہاں بیک زبان حرام ہیں۔ اس لیے کہ اس سے اخلاق بگڑتے ہیں۔ اور گناہ فاحشہ پر ابھارا جاتا ہے۔ یہی حکم ان فلموں کا ہے جو جرائم کی تعلیم دیتی ہیں جیسے مار دھاڑ، قتل وغارت، چوری، خیانت اور عشق ومعاشقہ وزنا وحرام کاری وغیرہ پر مشتمل فلمیں اس لیے کہ ان کی وجہ سے ان چیزوں سے ناآشنا لوگ ان کو پہچاننے لگ جاتے ہیں اور ناواقف ان کو کرنے کے طریقے سیکھ جاتے ہیں، اور اگر کوئی مجرم کسی مقام پر گرفتار ہو جائے تو اس سے چھٹکارا پانے کے طریقے سیکھ لیتے ہیں اور پھر اس سے معاشرے میں بے راہ روی، آزادی اور دیگر بہت سے نقصانات وجرائم پھیلتے ہیں۔

علماء نے مورتیوں اور تصاویر سے بچوں کے ان کھلونوں کو مستثنیٰ کیا ہے

حدیث: آپ کی امت یہ کہتی رہے گی: یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ حتیٰ کہ وہ کہیں گے: اللہ جل جلالہٗ ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے کتاب الایمان کے باب الوسوسۃ فی الایمان میں ذکر کی ہے۔

(۳۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کی امت برابر یہ کہتی رہے گی: یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ حتیٰ کہ وہ یہ کہیں گے: یہ اللہ تعالیٰ ہیں جس نے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟

(۳۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی، البتہ اسحاق نے یہ الفاظ ذکر نہیں کئے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: آپ کی امت الخ۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بہت سے طُرق سے روایت کیا ہے اس میں سے کسی میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کے الفاظ نہیں ہیں، جن میں سے درج ذیل حدیث بھی ہے جسے امام مسلم نے اپنی سند سے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے:

(۳۲) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ برابر ایک دوسرے سے پوچھتے اور سوال

جو مکمل تصویریں نہ ہوں جیسی آج کل ہوتی ہیں اس لیے کہ ان میں ان امور میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی جن کی وجہ سے تصویریں حرام ہیں۔

کرتے رہیں گے۔ حتیٰ کہ یہ بھی کہا جائے گا: اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ لہٰذا جو شخص ان میں سے کوئی بات پائے تو وہ یہ کہہ دے: میں اللہ تعالےٰ پر ایمان لایا۔

(۳۳) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان تم میں سے کسی ایک شخص کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے: بتلاؤ فلاں کو کس نے پیدا کیا؟ اور فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ حتیٰ کہ شیطان اس شخص سے کہے گا: تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا ہے؟ لہٰذا جب وہ اس حد تک پہنچ جائے تو اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگے اور اس میں مزید آگے بڑھنے سے رُک جائے۔[1]

اسی طرح امام مسلم نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق و روایات پہلی حدیث کی طرح درج کی ہیں لیکن کسی میں بھی اللہ تعالےٰ نے فرمایا: الخ کے الفاظ نہیں ہیں۔

---

[1] ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کی علامت یہ ہے کہ اگر شیطان کسی کے دل میں اس طرح کے خیالات ڈالے تو وہ اللہ جل شانہٗ کے ذریعے شیطان کے شر سے پناہ مانگے اور ان خیالات سے باز رہے اور ان خیالات کو نہایت برا سمجھے یہی ایمان کی علامت ہے، شیطان وساوس ڈال کر گمراہ کرنا چاہتا ہے اس لیے کہ شیطان کافر کو جس طرح چاہتا ہے گمراہ کر بیٹھتا ہے لیکن مؤمن کو گمراہ کرنے پر قادر نہیں ہوتا تو وسوسہ ڈال کر پریشان کرنا چاہتا ہے، وسوسہ کا آنا ہی ایمان کی علامت ہے البتہ دین اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اس لغو خیال کو دل سے

حدیث : اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : کون شخص ہے جو میری قسم کھا کر یہ کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کی مغفرت نہیں کروں گا۔

یہ حدیث امام مسلم نے اپنی صحیح کے باب النہی عن تقنیط الإنسان من رحمۃ اللہ میں ذکر کی ہے۔

(۳۴) حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایک آدمی نے کہا : بخدا اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کی مغفرت نہیں کرے گا، اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

نکال دے اور اس سے اعراض کرے اس میں دلیل وغیرہ پیش کرنے سے کام نہ لے بلکہ ان کو جھٹک دے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور ان کو ختم کرنے کے لیے کسی اور کام میں لگ جائے۔

علامہ مازری لکھتے ہیں : حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ اس طرح کے خیالات پیش آنے پر ان سے کلی اعراض کرے اور بلا کسی حجت و دلیل پیش کئے ان کو رد کر دے۔

لکھتے ہیں اس موقع پر یہ کہا گیا ہے کہ دل میں آنے والے خیالات دو طرح کے ہیں : وہ خیالات جو دل میں جگہ قرار نہیں پاتے اور جو کسی شبہ وغیرہ کی پیداوار نہیں ہوتے، ان کے پیش آنے پر ان سے اعراض کرنا چاہیئے، حدیث سے یہی خیالات مراد ہیں انہیں کو وساوس کہا جاتا ہے ؛ چونکہ یہ بلا اصل و بے دلیل اور یونہی پیش آنے والے خیالات ہوتے ہیں اس لیے ان کو بلا دلیل پیش کئے یونہی رد کر دیا گیا لیکن وہ خیالات جو دل میں قرار پا جائیں اور کسی شبہ کی پیداوار ہوں تو انہیں حجت و دلیل ہی سے رد کیا جائے گا۔ اور غور و فکر کے ذریعہ باطل قرار دیا جائے گا۔ واللہ اعلم

کون ہے جو میری قسم کھا کر یہ کہے کہ میں فلاں کی مغفرت نہیں کروں گا، میں نے اس شخص کی مغفرت کر دی اور تیرے عمل کو ضائع کر دیا، یا اور جس طرح کے الفاظ آپؐ نے فرمائے ہوں۔

امام ابوداؤد نے اسی طرح کی ایک حدیث اپنی سنن کے باب فی النہی عن البغی (۴- ۲۱۵) میں اس سے طویل الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے جس میں ایک واقعہ بھی مذکور ہے، وہ حدیث ذیل میں ذکر کی جاتی ہے لکھتے ہیں :

(۳۵) حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا : بنو اسرائیل میں دو آدمی تھے جن میں آپس میں بھائی چارہ تھا، ان میں سے ایک گناہگار قسم کا آدمی تھا اور دوسرا عبادت میں لگا رہتا تھا، وہ جب دوسرے کو گناہ میں مشغول دیکھتا تو اس سے کہتا : گناہ سے باز رہو، ایک مرتبہ اس گناہگار نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا : مجھے اور میرے معاملے کو میرے رب پر چھوڑ دو کیا تم مجھ پر نگران مقرر کئے گئے ہو؟ تو اس نے کہا : بخدا اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت نہیں کرے گا، یا یہ کہا : اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل نہیں فرمائے گا۔

ان دونوں کی روح قبض کی گئی اور دونوں اللہ رب العالمین کے دربار میں اکٹھا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے نیکیوں میں لگے رہنے والے سے پوچھا : کیا تم میرے معاملے کو جانتے تھے یا تم اس پر قادر تھے جو میرے دستِ قدرت میں ہے؟ اور گناہ گار سے فرمایا : جاؤ میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اور دوسرے

کے بارے میں فرشتوں سے فرمایا: اس کو جہنم میں ڈال دو،
حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم ہے اس ذات کی
جس کے قبضے میں میری جان ہے اس شخص نے ایک ایسا جملہ
کہہ دیا جس نے اس کی دنیا و آخرت دونوں خراب کردیں۔[۱]

---

[۱] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسانوں کو ہر وقت اللہ تعالےٰ سے
ڈرتے رہنا چاہیئے۔ اپنے اچھے اعمال پر ناز نہیں کرنا چاہیئے۔ اور کسی کے ظاہری
خراب اعمال کو دیکھ کر اپنے اعمال پہ نازاں اور دوسرے کی تحقیر نہیں کرنا چاہیئے،
اس گناہگار شخص نے اپنے جرم اور گناہوں کا اعتراف کر کے اپنے رب کی رحمت
و عفو و درگزر پر اعتماد کیا اور اس بنا پہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ معاف فرما کر
بخشش کردی۔ اللہ تعالیٰ ندامت کا اظہار اور توبہ و استغفار کرنے والوں کے
گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

دوسرے شخص کو جہنم میں کیوں ڈالا گیا؟ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس
شخص کو اس لیے جہنم بھیجا گیا کہ اس سے کوئی ایسی بات صادر ہوئی تھی
جو موجب کفر تھی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ جیسے گناہگاروں
کو گناہوں سے پاک کرنے کے لیے جہنم میں ڈالا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کو
اس جرم کی سزا کے لیے جہنم میں بھیجا گیا اور اس کا یہ جرم تھا کہ اس نے یہ
کہا: اللہ تعالیٰ گناہ گار کے گناہ کو معاف نہیں کرے گا۔ اور اسے جنت میں
داخل نہیں کرے گا، حالانکہ اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اسے کوئی
چیز نہیں روک سکتی اور کسی مخلوق کو یہ حق نہیں کہ اپنی طرف سے اللہ جل شانہ
کے بارے میں کوئی قطعی فیصلہ کرے۔

۳۔ اعمالِ صالحہ کے اجر و ثواب کا بڑھایا جانا

حدیث: جو شخص کسی نیکی یا برائی کا ارادہ کرتا ہے

یہ حدیث بخاری نے کتاب الرقاق (۸-۳-۱۰۳) میں ذکر کی ہے:
(۳۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے یہ روایت نقل کی ہے آپ نے
فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اچھائیوں اور برائیوں کو لکھنے کا حکم دیا پھر ان کو بیان
فرما دیا۔ لہذا جو شخص کسی اچھائی کا ارادہ کرتا ہے اور اسے انجام
نہیں دے پاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے یہاں ایک کامل و مکمل
نیکی لکھ دیتے ہیں، اور اگر وہ اس کا ارادہ کر کے اسے کر لیتا ہے تو
اللہ تعالیٰ اپنے یہاں اس کے لیے دس نیکیوں سے سات سو گنا سے
بہت زیادہ تک لکھ دیتے ہیں، اور جو شخص کسی برائی کا ارادہ کرتا
ہے۔ اور اسے کرتا نہیں ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے اعمال نامے میں
ایک نیکی لکھ دیتے ہیں اور اگر وہ ارادہ کر کے اسے کر بھی لے تو اللہ
تعالیٰ اس کے اعمال نامے میں صرف ایک برائی ہی لکھتے ہیں۔

اس کو امام بخاری نے کتاب التوحید کے باب یریدون أن یبدلوا

کلام اللہ (۹-۴۴) میں بھی ذکر کیا ہے چنانچہ سند متصل کے ساتھ لکھتے ہیں۔

(۳۷) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب میرا بندہ کوئی برائی کرنا چاہے تو اسے اس وقت تک نہ لکھو جب تک کرنہ لے اور پھر اگر اسے کرے تو اس برائی کو اتنا ہی لکھ لو، اور اگر وہ میرے خوف و ڈر کی وجہ سے اسے چھوڑ دے تو اس کے لیے ایک اچھائی لکھ لو، اور جب میرا بندہ کوئی اچھائی کرنا چاہے اور اسے نہ کر سکے تو اس کے لیے ایک اچھائی لکھ لو، اور اگر اس اچھائی کو کرے تو اس کے لیے دس نیکیوں سے سات سو گنہ تک کا ثواب لکھ لو، اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں کہ بہت سے گنہ زیادہ تک۔

★★★★

یہ حدیث امام مسلم نے اپنی صحیح میں اپنی سند سے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے باب تجاوز اللہ تعالیٰ عن حدیث النفس والخواطر القلبیۃ وبیان حکم الھم بالحسنۃ والسیئۃ میں نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۸-۴۸۶)

(۳۸) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب میرا بندہ کسی گناہ کا ارادہ کرلے تو اس کو نہ لکھو، پھر جب وہ اسے کرگزرے تو ایک گناہ لکھ دو، اور جب وہ کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اسے عمل میں نہ لائے تو بھی ایک نیکی لکھ دو، اور اگر اسے کرلے تو دس نیکیاں لکھ دو۔

صحیح مسلم کی ایک روایت سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرۃ سے اس طرح منقول ہے فرمایا:

(۳۹) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میرا بندہ کسی اچھے کام کا ارادہ کرے اور اسے انجام نہ دے سکے تو میں اس کے لیے ایک اچھائی لکھ دیتا ہوں۔ اور اگر وہ اسے کرلے تو میں اس کے لیے دس نیکیوں سے سات گنہ تک لکھ دیتا ہوں، اور جب وہ کسی برائی کا ارادہ کرے اور اسے نہ کرے تو میں اس کو نہیں لکھتا، اور اگر وہ اسے کرلے تو صرف ایک گناہ ہی لکھتا ہوں۔

مسلم کی ایک اور روایت میں سند ذکر کرکے لکھا ہے:

(۴۰) ہم سے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی پھر چند احادیث ذکر کیں جن میں یہ بھی ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ جب میرا بندہ کسی نیکی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس ارادے پر ہی میں اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہوں، جب تک اس نے اسے کر نہ لیا ہو، اور جب وہ اسے کرلیتا ہے تو میں اس کا ثواب دس گنہ اس کے لیے لکھ دیتا ہوں، اور جب وہ کسی برائی کا قصد کرتا ہے تو میں اس وقت تک اس سے درگزر کرتا ہوں جب تک اسے کر نہ لے اور جب اسے کرلیتا ہے تو میں اس کے لیے ویسا ہی گناہ لکھ دیتا ہوں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: فرشتوں نے کہا: ہمارے رب! یہ شخص گناہ کرنا چاہتا تھا (حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو بخوبی جانتا ہے)، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اس کی نگرانی کرتے رہو اگر یہ گناہ کر لے تو وہی گناہ لکھ لینا اور اگر اس کو چھوڑ دے تو اس کے بدلے ایک نیکی لکھ لینا اس لیے کہ اس گناہ کو اس نے میری وجہ سے چھوڑا ہے۔

★★★★

(۴۱) صحیح مسلم میں سند کے ساتھ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مذکور ہے کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کا اسلام اچھا ہوتا ہے تو پھر وہ جو نیکی بھی کرتا ہے اس کے بدلے میں اس کے لیے دس گنے سے سات سو گنے تک ثواب لکھ دیا جاتا ہے، اور جو گناہ کرتا ہے تو صرف وہی گناہ لکھا جاتا ہے، یہ معاملہ بندے کے ساتھ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک اللہ جل شانہ سے مل نہ لے۔

★★★★

ایک اور روایت میں امام مسلم سندِ متصل کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں:

(۴۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب جل جلالہ سے نقل کیا ہے اس ضمن میں یہ بھی فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اچھائیاں مقرر کر دی ہیں، پھر اس کو بیان فرما دیا، لہٰذا جو شخص کسی نیکی کے کام کرنے کا ارادہ کرے گا

اور پھر اسے نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اپنے یہاں ایک کامل و مکمل نیکی لکھ لیتے ہیں، اور اگر اس کا ارادہ کر کے اسے کرے تو اس کے لیے اپنے یہاں دس نیکیوں سے سات سو گنے سے بے شمار گنے تک لکھ لیتے ہیں، اور اگر وہ کسی گناہ و برائی کا ارادہ کرے اور پھر اسے نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے یہاں ایک کامل و مکمل نیکی لکھ دیتے ہیں اور اگر اس کا ارادہ کر کے اسے کرے تو صرف ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں کہ: یا اس گناہ کو اللہ میاں محو فرما دیتے ہیں، اور بخدا اللہ جل شانہ کے یہاں ہلاک صرف وہی شخص ہوگا جو تباہ و برباد ہونے والا ہو۔

★★★★

امام ترمذی نے یہ حدیث اپنی جامع میں باب سورۃ الانعام (۲/۱۸۰) پر ذکر کی ہے۔

(۴۳) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل شانہ نے فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان بالکل برحق ہے۔ کہ جب میرا بندہ کوئی نیکی کرنا چاہے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ لیا کرو۔ اور اگر وہ اسے کرے تو اس کے لیے اس کا ثواب دس گنے لکھ لیا کرو۔ اور اگر کسی برائی اور گناہ کا ارادہ کرے تو اسے مت لکھو پھر اگر اسے کرے تو اتنا ہی گناہ لکھ لو اور اگر اس برائی کو چھوڑ دے، اور بعض اوقات یہ فرمایا کہ اسے نہ کرے تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دو، پھر استشہاد میں یہ آیت تلاوت

فرمائی۔

((مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا)) — جو شخص کوئی نیکی کرے گا اسے اس کا دس گنا ثواب ملے گا۔

ابو عیسیٰ ترمذیؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

یہ حدیث امام نسائیؒ نے نعوت اور رقائق میں ذکر کی ہے جیسا کہ قسطلانی میں مذکور ہے، اور ابن ماجہ نے اسے اپنی سنن میں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے چنانچہ فرمایا:

(۴۴) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں، جو شخص نیکی کرتا ہے اسے دس گنا یا اس سے زیادہ ثواب ملتا ہے اور جو شخص گناہ کرتا ہے تو برائی کا بدلہ اس جیسی ایک برائی ہی ہے یا میں معاف کر دیتا ہوں؛ اور جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے۔ میں اس کے ایک باع (دو ہاتھوں کے درمیان کے فاصلے کے برابر) قریب ہو جاتا ہوں، اور جو میری طرف چل کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں، اور جو زمین بھر گناہوں کے ساتھ مجھ سے ملے گا لیکن وہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا ہو گا تو میں اتنی ہی مقدار میں اس کی مغفرت کر دوں گا۔ [1]

---

[1] علامہ مازری لکھتے ہیں، قاضی ابو بکر بن الطیب کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص دل سے کسی گناہ کا ارادہ کرے اور گناہ کے ارتکاب کا پختہ عزم کر لے

تو اس کو اس عزم کا گناہ ہو گا اور ان احادیث میں جو کرنے سے پہلے گناہ گار نہ ہونے کا تذکرہ آیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اگر گناہ کا صرف یونہی خیال آئے اور استقرار اور پختہ عزم نہ ہو تو وہ معاف ہے۔

لیکن اکثر فقہاء و محدثین احادیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں اور قاضی ابو بکر کی رائے کے خلاف ہیں؛ قاضی عیاض رحمہ اللہ لکھتے ہیں، عام سلف صالحین اور فقہاء و محدثین کا مذہب وہی ہے جو قاضی ابو بکر کا ہے اس لیے کہ دوسری احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دل کے عزم پر بھی مؤاخذہ ہو گا، لیکن یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ عزم کرنا ہی گناہ شمار ہو گا نہ کہ وہ گناہ جس کا اس نے عزم کیا ہے، اس لیے کہ اس شخص نے اب تک اس گناہ کا ارتکاب نہیں کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف و انابت کے علاوہ کسی چیز نے اسے گناہ سے روک دیا ہے۔

لیکن نفس اصرار اور اس گناہ کا عزم کرنا ہی معصیت ہے اس لیے گناہ لکھ دیا جائے گا، اور جب وہ گناہ کرے گا تو ایک معصیت اور لکھ دی جائے گی، پھر اگر اسے اللہ جل شانہ کے خوف کی وجہ سے چھوڑ دے گا۔ تو اسے اس پر ایک نیکی کا اجر مل جائے گا۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اس بندے نے یہ گناہ میری وجہ سے چھوڑا ہے، لہٰذا اللہ جل شانہ کے خوف کی وجہ سے اس گناہ کا چھوڑنا اور اپنے نفس امارہ کے سامنے سد سکندری بننا اور اپنی خواہش نفس کی نافرمانی کرنا نیکی کا ثواب دلاتا ہے، اور یہ جو آتا ہے کہ ارادہ پر مؤاخذہ نہیں ہوتا۔ اس سے وہ خیالات و افکار مراد ہیں جو دل میں اگر گزر جائیں؛ استقرار نہ ہو اور پختہ عزم اور کرنے کی پوری نیت نہ ہو۔

بعض متکلمین نے اس بارے میں اختلاف نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ و

معصیت کو اللہ تعالیٰ کے خوف و ڈر کے بجائے بندوں کے خوف و ڈر کی وجہ سے چھوڑ دے تو کیا اس کو اس پہ اجر ملے گا۔؟

مازری کہتے ہیں: اسے اجر نہیں ملے گا؛ اس لیے کہ اس نے شرم وحیا کی وجہ سے اسے چھوڑا ہے، لیکن یہ قول ضعیف ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ یہ قاضی کے کلام کا آخری حصہ ہے اور بظاہر یہ کلام اچھا ہے جس پہ مزید کچھ لکھنے کی گنجائش نہیں۔

دل سے پختہ عزم کرنے پر مؤاخذہ ہونے پہ بہت سی نصوص دلالت کرتی ہیں۔ جن میں سے اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان مبارک بھی ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (النور - ۱۹)	یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ مؤمنین کے درمیان بے حیائی کا چرچا ہے ان کے لیے سزائے دردناک ہے دنیا میں بھی اور آخرۃ میں بھی)

نیز فرمایا:

﴿اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ (الحجرات ۱۲)	بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

اسی باب میں بہت سی آیاتِ بینات موجود ہیں، اور شرعی نصوص اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ حسد، مسلمانوں کو حقیر سمجھنا اور ان کے ساتھ برائی کی نیت رکھنا وغیرہ دل کے اعمال و ارادے حرام ہیں واللہ اعلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اللہ کے یہاں ہلاک وہی شخص ہوگا جو واقعۃً ہلاک ہونے والا ہی ہو، اس کے بارے میں قاضی عیاض کہتے ہیں کہ اللہ

تعالیٰ کی رحمت اور کرم اپنے بندوں پر بہت وسیع ہے، اس لیے اس نے انسان کے برائی کے ارادہ کو اگر وہ اس برائی کو نہ کرے تو نیکی سے بدل دیا اور اگر برائی کرے تو اس کے لیے صرف ایک ہی گناہ لکھا جائے گا، اور اگر نیکی کا ارادہ کرے تو باوجود نہ کرنے کے اس کے اعمال نامے میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر اسے کرے تو دس سے سات سو گنا تک اس کا ثواب اس کے اعمال نامے میں لکھ دیا جاتا ہے؛ لہٰذا جو شخص اس انعام وفضل الٰہی سے محروم رہا اور اس کے باوجود بھی اس کے گناہ بڑھ گئے، اور نیکیوں پر غالب آ گئے حالانکہ برائی وگناہ کرنے پر ایک ہی لکھا جاتا ہے اور نیکی کو کئی گنا زیادہ کر کے لکھا جاتا ہے تو ایسا شخص واقعی محروم اور تباہ وبرباد ہونے کا مستحق ہے اس لیے کہ اس نے نیکیاں کرنے کا اہتمام نہیں کیا اور گناہ چھوٹ اور برائیوں سے نہیں بچا حتیٰ کہ اس کے گناہ بڑھ کر نیکیوں سے زیادہ ہو گئے۔

امام ابوجعفر طحاوی کہتے ہیں: ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے پر مقرر فرشتے ان کے عزم وارادے کو بھی لکھتے ہیں یہ احادیث ان حضرات کے خلاف دلیل ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ فرشتے صرف اعمال ظاہرہ ہی کو لکھتے ہیں۔

حدیث میں سات سو گنا سے بہت سے گنا زیادہ تک کے الفاظ میں اس صحیح ومختار مذہب کی طرف صراحۃً اشارہ ملتا ہے جو علماء نے اختیار کیا ہے کہ اجر کا اضافہ صرف سات سو گنا تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ملتا ہے۔

شرح القسطلانی ۹/۲۸۰ - اور اس سے آگے)

قاضی باقلانی وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص گناہ کرنے کا دل سے عزم

کرے اور اس کو کرنے کے درپے ہو تو وہ گناہگار ہوگا، اور احادیث میں جن گناہوں کے ارادے کو معاف کرنے کا ذکر ہے ان سے مراد وہ خیال ہے جو بلا استقرار دل میں یونہی اگر گزر جائے اور عزم نہ ہو۔

ماوردی کہتے ہیں کہ بہت سے فقہا اور محدثین و متکلمین نے اس کی مخالفت کی ہے اور یہی امام شافعی سے منقول ہے۔ اور اس کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جو مسلم میں ان الفاظ سے مروی ہے کہ جب تک انسان گناہ کرنے میں اسے معاف کر دیتا ہوں، اور بظاہر بیان کرنے سے مراد ہے عملی طور سے کرنا یعنی جس گناہ کا ارادہ تھا اسے کر لیا۔

قاضی عیاض نے اس پر یہ تعقب کیا ہے کہ عامۃ السلف وہی کہتے ہیں جو باقلانی نے کہا ہے اس لیے کہ یہ حضرات اس پر متفق ہیں کہ عمل قلب پر مواخذہ ہو گا، لیکن یہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ گناہ کا عزم کرنے پر صرف گناہ ہی لکھا جائے گا نہ کہ وہ گناہ جس کا انسان نے عزم کیا تھا، مثلاً کوئی شخص کسی گناہ کے اسباب مہیا کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن پھر اس کا ارتکاب نہیں کرتا، تو اسے اس حکم کرنے کا گناہ تو ہوگا لیکن اس گناہ کے ارتکاب کا گناہ نہ ہوگا۔

بیشمار نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دل میں جس گناہ کا پکا ارادہ کر لیا جائے اس پر مؤاخذہ ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

«اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ» النور - ١٩

یقیناً جو لوگ چاہتے ہیں کہ مومنین کے درمیان بے حیائی کا چرچا ہے ان کے لیے سزائے دردناک ہے۔

حاصل یہ ہے کہ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ عزم مصمم پر مؤاخذہ ہو

گا، پھر ان میں اختلاف ہے ان میں سے بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ دنیا میں غم واندوہ اور حزن وملال کی شکل میں عذاب دیا جائے گا، اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ قیامت میں اس پر مؤاخذہ ہوگا لیکن صرف لکھنے کی شکل میں سزا کی شکل میں نہیں، جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ ہم وارادہ پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ انہوں نے اس سے اس ارادے کو مستثنیٰ کیا ہے جو حرم مکہ میں ہو اس میں چاہے پختہ عزم نہ بھی کرے تب بھی مؤاخذہ ہوگا اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

«وَمَنْ یُّرِدْ فِیْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ» الحج - ٢٥

اور جو کوئی بھی اس کے اندر کسی بے دینی کا ارادہ ظلم سے کرے گا ہم اسے عذاب دردناک چکھائیں گے۔

اس لیے کہ حرم مکہ کی تعظیم اور اس کا احترام مدنظر رکھنا ضروری ہے چنانچہ جو شخص وہاں کسی گناہ کا ارادہ کرتا ہے تو وہ وہاں کے احترام کو چھوڑ کر اپنے فریضے کو چھوڑ رہا ہے اس لیے حرم کی معصیت اور جگہ کی معصیت سے زیادہ بڑی اور شدید ہو جاتی ہے۔

اور جو شخص کسی معصیت کا ارادہ کرتا ہے اور اس کا مقصد حرم کی توہین کرنا ہے تو اس نے گناہ کیا اور جو شخص کسی نافرمانی کا قصد کرے اور اس کا مقصد اللہ جل شانہ کی توہین ہو تو ایسا شخص کافر ہے، معاف اس معصیت کا ارادہ کرنا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی توہین کے پہلو سے ذہول ونسیان ہو جائے اور اللہ جل شانہ کی عظمت سامنے نہ رہے اس لیے گناہ کا ارادہ کر بیٹھے۔

بعض حضرات نے حرم مکہ میں گناہ ومعصیت کو مستثنیٰ کیا ہے اس لیے

کہ وہاں کے احترام و عظمت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہاں یہ حرکت نہ ہو جیسا کہ وہاں معصیت کا ارادہ کرنا بھی گناہ ہے، لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ چاہے کوئی بھی جگہ اور خواہ کوئی بھی زمانہ ہو سب میں گناہ پر ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے گناہ کرنے پر لکھنے میں گناہ نہیں بڑھائے جاتے، لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ زمانے یا جگہ کی بڑائی کی وجہ سے گناہ و معصیت میں تفاوت ہو جاتا ہے۔

بہر حال ان احادیث مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عظیم فضل کو بیان فرمایا ہے جس سے اس امت پر خصوصی انعام فرمایا ہے کہ نیکیوں کے اجر کو بڑھا دیا اور گناہ کو اس کے کرنے تک محدود رکھ کر ایک ہی گناہ رکھا، اور پھر اگر نیکی کا ارادہ ہو تو پوری ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور برائی و گناہ اس وقت تک نہیں سمجھا جاتا جب تک اس کو کر نہ لے، اور اگر اللہ تعالیٰ کا یہ عظیم فضل نہ ہوتا تو جنت میں داخلہ بڑا مشکل ہو جاتا، اس لیے کہ انسان گناہ نیکیوں سے بہت زیادہ کرتا ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن رکھنا

امام بخاری کتاب التوحید کے باب ویحذرکم اللہ نفسہ وقولہ جل ذکرہ: تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک (۹-۱۲۰) اور قسطلانی (۱۰-۳۸۱) میں لکھتے ہیں۔

(۴۵) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میں ویسا ہی کرتا ہوں جیسا میرا بندہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے [۱]

---

[۱] اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ یہ گمان کرتا ہے کہ میں اس کے اعمال صالحہ قبول کر کے اسے اجر و ثواب دوں گا اور اس کی توبہ قبول کر کے اس کی مغفرت کر دوں گا تو میں اس کے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہوں، اور اگر وہ یہ گمان کرتا ہے کہ میں اس کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں کروں گا تو میں بھی اس کے ساتھ یہی معاملہ کروں گا، اس میں اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ خوف و نا امیدی پر امید کا پہلو غالب و راجح ہے، بعض محققین نے اسے اس شخص کے ساتھ خاص کیا ہے جس کا انتقال ہونے والا ہو لیکن اس سے قبل کے بارے میں تین اقوال ہیں۔ جن میں سے صحیح ترین قول اعتدال کے اختیار کرنے کا ہے یعنی امید بھی

اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اور جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے لوگوں کے سامنے یاد کرتا ہے تو میں اسے اس جماعت کے سامنے یاد کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہے [۱] اور اگر وہ ایک

رکھے اور ڈرتا بھی رہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ عبادت و فرائض کو ادا کرے اور اللہ جل شانہ کی ذات پر یقین کامل رکھے کہ وہ ضرور قبول کریں گے اور اس کی مغفرت فرمائیں گے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ پورا ہوتا ہے۔ اس میں وعدہ خلافی ہرگز نہیں ہو سکتی، لیکن اگر کوئی شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھتا یا گمان کرتا ہے تو ایسا شخص اللہ جل شانہ کی رحمت سے مایوس ہونے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ کبیرہ ہے اور جو شخص اس حالت میں مر جائے اس کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ ہوگا۔

لیکن گناہوں پر اصرار کے ساتھ مغفرت کی امید رکھنا یہ محض دھوکہ اور جہالت ہے۔

[۱] حدیث میں یہ جو فرمایا: میں اسے اس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔ اس سے ملاء اعلیٰ فرشتوں کی جماعت مراد ہے، اس سے فرشتوں کا انسانوں سے افضل ہونا لازم نہیں آتا، اس لیے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جماعت جو ذاکرین کی جماعت سے بہتر ہے اس سے انبیاء و شہداء کی جماعت مراد ہو اور صرف فرشتوں ہی کی جماعت مراد نہ ہو، اور اگر فرشتوں ہی کی جماعت مراد ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ جس جماعت کے ساتھ اللہ رب العالمین ہوں وہ ذاکرین کی جماعت

بالشت میرے قریب آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے تو میں ایک باع (دو پھیلے ہوئے ہاتھوں کے درمیان کے فاصلے کے برابر) اس کے قریب ہو جاتا ہوں، اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں [۲]

امام بخاری نے اسے کتاب التوحید میں بھی مختصراً ذکر کیا ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں اسے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے تین طُرُق سے روایت کیا ہے:

سے لامحالہ افضل ہوگی، تو یہاں افضلیت جماعت کے اعتبار سے ہے نہ کہ افراد کے لحاظ سے۔

[۲] دوڑ کر آنے سے مراد یہ ہے کہ جو شخص چند نیکیاں کر کے اللہ جل شانہ کا قرب حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بہت زیادہ اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں، اور انسان جتنا نیکیوں میں بڑھتا جائے گا اتنا ہی اجر و ثواب بڑھتا جائے گا اور اگر وہ نیکیوں میں سست رفتار ہوگا تب بھی میں اسے جلدی جلدی ثواب عطا کروں گا۔

قریب ہونا دوڑ کر آنا وغیرہ کلمات استعارۃً یا مشاکلۃً استعمال کئے گئے ہیں یا ان کا لازم مراد لیا گیا ہے کیونکہ اس طرح کے کلمات کا اللہ تعالیٰ کے لیے اطلاق کرنا مجازاً جائز ہے حقیقۃً اللہ کے لیے ایسے کلمات کا اطلاق محال ہے۔ شرح قسطلانی (۱۰-۳۸۱)۔

نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرنے کا مطلب بیان کرتے ہوئے قاضی لکھتے ہیں۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے: اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر

وہ مغفرت طلب کرکے اور توبہ کرکے مغفرت ہوجانے اور توبہ قبول کرنے کی امید رکھتا ہے تو اس کو بخش دیتا ہوں، اسی طرح اگر یقین کے ساتھ مانگتا ہے تو عطا کر دیتا ہوں اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد امید و رجا اور عفو درگزر کی امید ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اس کا مطلب یہ ہے کہ میری رحمت توفیق ہدایت، اعانت و حفاظت اس کے ساتھ شامل حال ہوتی ہے، دل میں یاد کرنے سے مراد ذاتِ خداوندی ہے یعنی جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس مخفی عمل کا اجر و ثواب عنایت فرماتے ہیں۔

(۱) حدیث کا یہ ٹکڑا کہ میں اسے ان سے بہتر جماعت کے درمیان یاد کرتا ہوں، تو اس بارے میں ہمارے اصحاب وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ انبیاء ملائکہ سے افضل ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بنو اسرائیل کے بارے میں فرماتے ہیں: "وفضلناھم علی العالمین" اور ہم نے انہیں دنیا جہان والوں پر فضیلت دی تھی اور اس حدیث میں یہ تاویل کی جاتی ہے کہ ذاکرین کی جماعت میں عام طور سے نبی موجود نہیں ہوتے لہٰذا جب اس ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ فرشتوں کی جماعت میں یاد فرمائیں گے تو وہ فرشتوں کی جماعت اس جماعت سے افضل ہوگی جس میں اللہ جل شانہٗ کو یاد کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو شخص میری طاعت و فرمانبرداری کرکے میرے قریب ہوگا میں اس پر اپنی رحمت برساؤں گا اور اس کو توفیق دوں گا اور اس کی مدد کروں گا اور وہ جتنا نیکیاں کرنے میں آگے بڑھے گا اتنا ہی میں اس کو

(۴۶) پہلا طریق الفاظ کے اعتبار سے بالکل اسی کے قریب قریب ہے جو امام بخاری سے یہاں نقل کیا گیا، اور اس میں اور بخاری کی روایت میں صرف یہ فرق ہے کہ مسلم میں یہ الفاظ نہیں ہیں، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، اگر وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسی طرح اسے یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے ان سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔

(۴۷) دوسری روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ اگر وہ میرے ایک ہاتھ قریب آتا ہے تو میں اس کے ایک باع قریب ہوجاتا ہوں۔

تیسری روایت یہ ہے: ہم سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر انہوں نے چند احادیث ذکر کیں جن میں سے یہ بھی ہے:

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ

اور توفیق دوں گا اور اس کی اعانت کروں گا اور اگر وہ میری طرف دوڑ کر آئے گا اور میری فرمانبرداری و اطاعت میں جلدی کرے گا تو میں اس کی طرف دوڑ کر آؤں گا یعنی اس پر رحمت کی بارش برسا دوں گا اور منزل مقصود تک پہنچنے میں اس کو زیادہ محنت و جد و جہد کی ضرورت نہیں پڑے گی میں اس کی حاجت روائی فوری طور سے کروں گا۔ مقصد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات مان کر اس کی اطاعت کرکے جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے اتنا زیادہ اس کو اس کا اجر و ثواب ملتا ہے۔

بڑھتا ہوں، اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک باع بڑھتا ہوں، اور اگر وہ میری طرف ایک باع بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف اس سے بھی تیزی سے آتا ہوں
صحیح مسلم حاشیہ قسطلانی (۱۰-۱۱۱) اور اس کے بعد۔

****

اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع کے باب حسن الظن باللہ عزوجل میں درج ذیل الفاظ سے نقل کیا ہے:

(۴۸) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اور جب وہ مجھے پکارتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ امام ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے۔

****

(۴۹) ترمذی کی ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سبحانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں، اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہی ہوتا ہوں، پھر اگر وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اسی طرح یاد کرتا ہوں اور اگر مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ ایک بالشت میرے قریب آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں، اور اگر وہ ایک

ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک باع اس کے قریب ہو جاتا ہوں، اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور اسے ابن ماجہ نے اپنی سنن کے باب فضل الذکر (۲-۲۱۸) میں ذکر کیا ہے لکھتے ہیں:

(۵۰) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے ذکر میں اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

****

ابن ماجہ ہی نے اسے فضل العمل (۲-۲۲۳) میں ذکر کیا ہے فرمایا:

(۵۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سبحانہ فرماتے ہیں: میں اپنے بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں، اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، پھر اگر وہ مجھے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اسی طرح یاد کرتا ہوں؛ اور اگر وہ مجھے جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں، اور اگر وہ ایک بالشت میرے قریب آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب آتا ہوں، اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

---

۵ - صالحین اور نیکوکاروں کیلئے اللہ جل شانہ کے انعامات

حدیث (میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے کسی کی آنکھ نے نہیں دیکھا الخ

صحیح بخاری باب صفۃ اہل الجنۃ (۴ - ۱۱۸)

(۵۲) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے دل میں اسکا خیال گزرا، لہٰذا تم لوگ اگر چاہو تو (استشہاد کے لیے) یہ آیت پڑھ لو:

((فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ)) — سو کس کو علم نہیں جو جو (سامان) آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے (خزانۂ غیب میں) مخفی ہے۔

السجدہ - ۱۷

بخاری نے اسے کتاب التفسیر (۶ - ۱۱۵) میں سورۃ تنزیل السجدۃ کے ذیل میں بھی ذکر کیا ہے۔

(۵۳) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے اس کے بارے میں سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا ہے۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر آپ لوگ چاہیں تو یہ آیت پڑھ لیں۔

((فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ)) — سو کسی کو علم نہیں جو جو (سامان) آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے (خزانۂ غیب میں) مخفی ہے۔

السجدہ - ۱۷

امام بخاری نے اس باب میں اس حدیث کو (۶ - ۱۱۶) پر درج ذیل الفاظ سے نقل کیا ہے:

(۵۴) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے ان کے بارے میں سنا، اور نہ کسی دل پر ان کا خیال گزرا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

((فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ)) — سو کسی کو علم نہیں جو جو (سامان) آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے (خزانۂ غیب میں) مخفی ہے۔

السجدہ - ۱۷

(۵۵) بخاری کی ایک روایت میں ہے: من بله ما أطلعتم عليه

اسی طرح امام بخاری نے اسے کتاب التوحید (۹-۲۲) میں پہلی روایت کی طرح ذکر کیا ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا میں متعدد روایات کے ساتھ ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو (۱۰-۲۸۲ حاشیہ قسطلانی):

(۵۶) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی چیزیں تیار کی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے ان کے بارے میں سنا۔ اور نہ کسی دل پر ان کا خیال گزرا، اور اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان مبارک سے ہوتی ہے:

«فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ»
(السجدہ-۱۷)

سو کسی کو علم نہیں جو جو (سامان) آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے (خزانۂ غیب میں) مخفی ہے یہ صلہ ہے ان کے (نیک) اعمال کا۔

(۵۷) ایک دوسری روایت میں "ولا خطر علی قلب بشر" کے بعد "ذخرا بلہ ما أطلعکم اللہ علیہ" کے الفاظ زائد ہیں۔

(۵۸) ایک تیسری روایت میں "ذخرا بلہ ما أطلعکم اللہ علیہ"[1] کے الفاظ

[1] بلہ کے معنی چھوڑ دینے کے آتے ہیں یعنی اسے چھوڑ دیجیے جو آپ کو بتلایا نہیں گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے مومنوں کے لیے ذخیرہ بنا رکھا ہے۔

کے بعد پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

«فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ»
(السجدہ-۱۷)

سو کسی کو علم نہیں جو جو (سامان) آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے (خزانۂ غیب میں) مخفی ہے۔

(۵۹) ایک چوتھی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: پھر آپ نے آیت ذیل تلاوت کی:

«تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۞ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ»
(السجدہ-۱۶-۱۷)

ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں اپنے پروردگار کو وہ پکارتے رہتے ہیں خوف اور امید سے اور جو کچھ ہم نے دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں، سو کسی کو علم نہیں جو جو (سامان) آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے (خزانۂ غیب میں) مخفی ہے یہ صلہ ہے ان کے (نیک) اعمال کا۔

★★★★

یہ حدیث امام ترمذی نے باب سورۃ الواقعہ (۲-۲۲۵) میں درج ذیل الفاظ سے ذکر کی ہے۔

(۶۰) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میں نے اپنے نیک

بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں اس کا خیال گزرا، اور اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔

((فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ)) السجدہ - ۱۷	سو کسی کو علم نہیں جو جو (سامان) آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے (خزانۂ غیب میں) مخفی ہے یہ صلہ ہے ان کے (نیک) اعمال کا۔

اور جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سایے میں شہ سوار سو سال تک چل کر بھی اس کی مسافت کو ختم نہ کر سکے گا اور چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔

((وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ)) الواقعہ - ۳۰	اور لمبا سایہ ہو گا۔

اور جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ بھی دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سب سے بہتر ہے اور چاہو تو یہ آیت تلاوت کر لو:

((فَمَن زُحْزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا مَتَٰعُ ٱلْغُرُورِ)) آل عمران - ۱۸۵	پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اس کا کام تو بن گیا اور نہیں ہے دنیا کی زندگانی مگر دھوکے کی پونجی۔

امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنی سنن کے باب صفۃ الجنۃ (۲-۲۰۵)

پر ذکر کیا ہے:

(۶۷) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر ان کا خیال گزرا، حضرت ابوہریرۃ فرماتے ہیں: اور اسے چھوڑ دیجیے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہیں بتلایا (وہ بہت زیادہ ہے) اگر تم چاہو تو (استشہاد میں) یہ آیت پڑھ لو:

((فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ)) السجدہ - ۱۷	سو کسی کو علم نہیں جو جو (سامان) آنکھوں کی ٹھنڈک کا ان کے لیے (خزانۂ غیب میں) مخفی ہے یہ صلہ ہے ان کے (نیک) اعمال کا۔

٦۔ اِرشادِ ربانی

مُجھ سے مانگو میں عطا کروں گا

حدیث : ہمارے رب جل شانہٗ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں۔

اسے امام بخاری نے کتاب الدعوات کے باب الدعاء فی نصف اللیل (٨-٧١) میں ذکر کیا ہے :

(٦٢) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : ہمارے پروردگار تبارک و تعالےٰ آسمانِ دنیا کی طرف اخیر رات کے آخری ثلث میں ہر رات نزول فرماتے ہیں اور یہ ارشاد فرماتے ہیں : کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اس کی مغفرت کر دوں؟

(٦٣) اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ کے اخیر میں بھی ذکر کیا ہے اور کتاب التوحید کے باب یریدون أن یبدلوا کلام اللہ (٩-١٤٣) پر موجودہ حدیث کے قریب قریب یا انہی جیسے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور امام مالک نے یہ حدیث بخاری کے

الفاظ کی طرح ذکر کی ہے۔

★★★★

امام مسلم نے متعدد روایات کے ساتھ یہ حدیث اپنی صحیح میں ذکر کی ہے جن میں پہلی روایت :

(٦٤) بخاری کی یہاں موجودہ روایت کی طرح ہے مگر یہ کہ اس میں یتنزل ربنا کے بجائے ینزل ربنا کے الفاظ ہیں جیسا کہ بخاری کے ایک نسخے میں بھی یہی الفاظ ہیں۔

(٦٥) دوسری روایت حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ تعالیٰ ہر رات کو رات کا ایک تہائی حصہ گزرنے کے بعد آسمانِ دنیا پہ نزول فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں : میں بادشاہ ہوں، میں ہی بادشاہ ہوں، کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اس کو دے دوں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اس کی مغفرت کروں؟ اور یہی معاملہ صبح صادق تک جاری رہتا ہے۔ [1]

★★★★

---

[1] اس سے اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ اللہ کی خصوصی رحمت اور نہایت مہربانی کا وقت صبح صادق تک ممتد رہتا ہے اور اس تمام وقت کو صبح صادق تک دعا استغفار و نماز وغیرہ میں صرف کرنا چاہئے۔ اور ساتھ ہی اس جانب بھی اشارہ ہے کہ رات کا آخر حصہ ابتداء کی بہ نسبت نماز و دعا اور استغفار کے لیے زیادہ اولیٰ اور انسب ہے۔

(۶۶) تیسری روایت میں ہے کہ جب رات کا ایک حصہ یا دو تہائی گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: کہ ہے کوئی سائل جو مانگے اور اسے وہ دیا جائے؟ ہے کوئی دعا مانگنے والا جس کی دعا قبول کی جائے؟ ہے کوئی استغفار طلب کرنے والا جس کی مغفرت کی جائے، یہ معاملہ صبح ہونے تک جاری رہتا ہے۔

★★★★

(۶۷) چوتھی روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ یا مجھ سے سوال کرے اور میں اسے عطا کروں؟ پھر فرماتے ہیں کہ کون ایسی ذات کو قرض دے گا جو نہ محتاج ہے اور نہ ظلم کرنے والی؟ [1]

★★★★

---

[1] قرض سے مراد نیکیاں کرنا ہے چاہے صدقہ وخیرات کے ذریعے ہو یا نماز، روزہ اور ذکر و خیر کے ذریعے، اللہ تعالیٰ نے اسے بندوں کے ساتھ ملاطفت اور نیکیوں کی طرف سبقت پر ابھارنے کے لیے قرض سے تعبیر فرمایا ہے، اس لیے کہ قرض اس سے لیا جاتا ہے جس کو قرض دینے والا پہچانتا ہو اور ان دونوں کے درمیان الفت و محبت ہو اسی لیے جب وہ قرض مانگتا ہے تو وہ اسے فوراً قرض دے دیتا ہے اس لیے کہ وہ اسے قرض دینے کا اہل سمجھتا ہے۔

(۶۸) پانچویں روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں: پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے دونوں دست مبارک پھیلا کر [1] ارشاد فرماتے ہیں، کون ہے جو ایسی ذات کو قرض دے جو نہ فقیر ہے اور نہ ظلم کرنے والا؟

(۶۹) چھٹی روایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو مہلت دیتے ہیں یہاں تک کہ جب رات کا ابتدائی تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا؟ ہے کوئی دعا مانگنے والا؟ صبح ہونے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

(۷۰) اسے ابوداود نے باب اي الليل أفضل میں (۱-۲۶۴) پر بخاری کی روایت کی طرح نقل کیا ہے اور اسی طرح باب الرؤية ۴-۱۸۳، پر بھی۔

اور ترمذی نے باب نزول الرب عزوجل إلى السماء كل ليلة (۱-۹۰) میں درج ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے۔

(۷۱) اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف اس وقت نزول فرماتے ہیں جب رات کا ابتدائی تہائی حصہ گزر جاتا ہے، پھر فرماتے ہیں: میں بادشاہ ہوں، کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا قبول کروں؟ اور کون ہے جو مجھ سے سوال کرے اور میں اسے عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے۔ اور میں اس کی

---

[1] اس سے اپنی رحمت کا عام کرنا پھیلانا اور کثرت سے عطا کرنا اور دعا قبول کرنا اور نعمتوں کی بارش کرنا مراد ہے۔

مغفرت کردوں؟ صبح تک یہی ندا دی جاتی رہتی ہے۔ امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[1]

---

[1] امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث احادیثِ صفات میں سے ہے اور اس میں علماء کے دو مشہور مذہب ہیں جن کی وضاحت کتاب الایمان میں کی جا چکی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جمہور سلفِ صالحین اور بعض متکلمین یہ کہتے ہیں کہ جیسا وارد ہوا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اسی طرح برحق ہے لیکن اس سے وہ مراد نہیں ہے جو ہمارے لیے متعارف و عام ہے اور یہ حضرات ان کلمات کی کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں کرتے اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی صفات و حرکات اور ادھر ادھر منتقل ہونے اور مخلوق کی دوسری صفات سے منزہ ہیں۔

دوسرا مذہب اکثر متکلمین اور سلف کی بہت سی جماعتوں کا ہے اور یہی امام مالک و اوزاعی سے منقول ہے کہ ایسے کلمات میں ان کے موقعہ و مناسبت کے مطابق تاویل کی جائے گی۔ لہٰذا ان حضرات نے اس حدیث کی دو تاویلیں کی ہیں۔

۱۔ امام مالک وغیرہ نے یہ تاویل کی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی اور اس کا حکم یا اس کے فرشتے نازل ہوتے ہیں، جیسے کہ کسی کے متبعین جب اس کے حکم سے کچھ کرتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ فلاں نے ایسا کیا۔

۲۔ یہ کلمات استعارۃً بولے جاتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دعائیں و حاجات مانگنے والوں کے ساتھ مہربانی فرماتے ہیں اور ان کی

دعائیں قبول فرماتے ہیں۔

باقی بعض روایات میں رات کے اخیر حصے کے ثلث (تہائی) کا تذکرہ ہے اور بعض میں رات کے ابتدائی ثلث کے گزرنے کا تذکرہ ہے، ایک روایت میں یہ ہے: جب رات کا ایک حصہ یا دو تہائی گزر جاتا ہے، قاضی عیاض کہتے ہیں: وہ روایت صحیح ہے جس میں رات کے اخیر ثلث کے باقی رہنے کا ذکر ہے مشائخ حدیث یہی کہتے ہیں۔ لکھتے ہیں: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نزول ثلثِ اول کے بعد ہوتا ہو اور یہ فرمانا کہ کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے یہ ثلثِ اخیر کے بعد ہوتا ہے۔

نووی لکھتے ہیں: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ایک وقت بتلایا گیا ہو آپ نے اس کی خبر دے دی ہو پھر اس کے بعد آپ کو دوسرا وقت بتلایا گیا ہو تو آپ نے دوبارہ وہ بتلا دیا، اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے دونوں حدیثیں سنی ہوں اور دونوں کو نقل کر دیا ہو۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے صرف ثلثِ اول والی روایت سنی ہو انہوں نے وہی بیان کی، اس سے قاضی عیاض کی اس بات کی تردید کی طرف بھی اشارہ ہے جس میں انہوں نے ثلثِ اول والی روایت کی تضعیف کی ہے اس لیے کہ دونوں روایتیں صحیح ہیں ان میں سے کسی کے رُواۃ میں کلام نہیں ہے اور صحیح مسلم کی روایت ہے اس لیے یہ تطبیق زیادہ اولیٰ ہے۔

حدیث :- اے ابن آدم تم جب تک مجھ سے مانگتے رہو گے اور مجھ سے امید رکھو گے میں تمہاری مغفرت کرتا رہونگا

اس حدیث کو امام ترمذی نے اپنی جامع کے باب فضل التوبۃ والاستغفار میں ذکر کیا ہے ۔

۲:- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابن آدم! تم جب تک مجھ سے دعا مانگتے رہو گے اور مجھ سے امید رکھو گے میں تمہاری مغفرت کروں گا خواہ تم میں کیسے ہی گناہ کیوں نہ موجود ہوں اور میں کسی کی پرواہ نہیں کروں گا ، اے ابن آدم! اگر تمہارے گناہ آسمان کے بادلوں تک پہونچ جائیں اور پھر تم مجھ سے مغفرت طلب کرو تو میں تمہاری مغفرت کردوں گا اور میں کوئی پرواہ نہیں کروں گا ، اے ابن آدم! اگر تم میرے پاس زمین کے برابر بھی گناہ لے کر آؤ اور مجھ سے ایسی حالت میں ملو کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہو تو میں اسی مقدار میں تمہاری مغفرت کروں گا[1] امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ حدیث حسن غریب ہے ۔

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : اے آدم کے بیٹے! تم اپنے گناہوں کی مغفرت کے لیے جب تک مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہو گے اپنی دعا قبول ہونے کی امید رکھو گے ، اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہو گے اپنے گناہوں کی

مغفرت کی دعا مانگتے رہو گے ، توبہ قبول ہونے کی امید رکھو گے ، اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھو گے اور یہ یقین رکھو گے کہ وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہ معاف کر دے گا ، خواہ گناہ کرتے وقت تم میں کتنی ہی غفلت و نسیان کیوں نہ ہو ، اور اس مغفرت کے سلسلہ میں کسی کی پرواہ نہیں کروں گا ، اس لیے کہ میں جو چاہوں کروں مجھ سے کوئی سوال کرنے کا حق نہیں رکھتا اور میں اپنی مقدس کتاب میں خود کہہ چکا ہوں : نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں ، تم نے گناہ کر کے جب میری طرف رجوع کیا اور مجھ سے مغفرت طلب کی تو میری طرف رجوع کرنا اور توبہ و استغفار اعلیٰ ترین نیکیوں میں سے ہے ، اور اس کی وجہ سے برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے ، برائی کے بعد اچھائی کر لیا کرو تم اس برائی کو مٹا دو گے ۔

اے ابن آدم! اگر تمہارے گناہ اتنے زیادہ ہو جائیں کہ آسمان کے چاروں طرف تک پہونچ جائیں اور ہر طرف کو پُر کر دیں اور آسمان و زمین کے درمیان تمام جگہ بھر دیں اور پھر تم مجھ سے مغفرت طلب کرو اور ان گناہوں پر نادم ہو اور توبہ کرو تو میں تمہارے گناہ معاف کر دوں گا اور اس سلسلہ میں کسی کی پرواہ نہیں کروں گا ، اس لیے کہ میں جو چاہوں کروں اور میں نے جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا اس میں کوئی وعدہ خلافی نہ ہوگی ۔

اے ابن آدم! اگر تم شرک نہ کرو اور توحید پر قائم رہو تو تم اگر میرے پاس زمین برابر بھی گناہ اور برائیاں لے کر آؤ تو میں اسی مقدار میں تمہاری مغفرت کروں گا تاکہ تمہارے گناہ میری مغفرت کے مقابلہ میں ختم و نیست و نابود ہو جائیں ، لہٰذا کوئی ایسی غلطی و گناہ باقی نہیں رہے گا جس پر تمہیں عذاب دیا جائے گا ۔ اس حدیث میں

پندرہ شعبان کی رات لہ

لسے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں باب ما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان (۱ - ۲۱۷) میں ذکر کیا ہے۔

۴۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کی پندرہ تاریخ ہو تو اس کی رات کو عبادت کرو اور دن کو روزہ رکھو، اس لیے کہ اس رات کو سورج غروب ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: کیا ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا جس کی میں مغفرت کروں؟ ہے کوئی رزق کا طالب جس کو میں رزق عطا

توبہ کرنے والوں کے لیے زبردست خوشخبری اور امید گاہ ہے، اور ساتھ ہی لوگوں کو توبہ میں جلدی کرنے اور اچھی امید رکھنے اور توحید پر قائم رہنے پر بھی ابھارا گیا ہے۔

اور مومن کے لیے افضل یہ ہے کہ جوانی اور صحت کے زمانے میں امید و بیم پر خوف کو غالب رکھے اور بڑھاپے اور بیماری میں امید کو مقدم رکھے۔

لہ پندرھویں شعبان کا روزہ رکھنا مستحب ہے، حدیث میں اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کا تذکرہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بندوں پر بہت مہربان ہوتے ہیں جو اس سے دعا کرتے ہیں استغفار توبہ کرتے رہتے ہیں اور یہ مبارک رات بڑی خیر و بھلائی کی رات ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش ہوتی ہے۔ اس لیے مومن بندوں کو چاہیے کہ توبہ استغفار اور دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طلب گار رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا کے حصول کا طالب و جستجو کرنے والا بنائے

کروں؟ ہے کوئی بیمار جس کو میں شفا بخشوں؟ ہے کوئی ایسا؟ یہاں تک کہ طلوع صبح صادق ہو جاتی ہے۔

زوائد میں لکھا ہے: اس کی سند ضعیف ہے اس لیے کہ اس میں ابن ابی بسرہ ضعیف ہے اور اس کا نام ابوبکر بن عبداللہ بن محمد بن ابی بسرہ ہے، اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل اور ابن معین کہتے ہیں وہ حدیث گھڑا کرتا تھا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ کا بندے سے محبت کرنا اور مخلوق پر اس کا اثر

حدیث: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں[1] تو حضرت جبرئیل اعلان کرتے ہیں الخ

یہ حدیث امام بخاریؒ نے کتاب بدءالخلق کے باب ذکر الملائکۃ (۴-۱۱۱) پر ذکر کی ہے۔

(۴۷) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو حضرت جبرئیل سے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو، لہٰذا حضرت جبرئیل علیہ السلام

[1] امام نووی فرماتے ہیں کہ علماء فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا بندے سے محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے خیر و بھلائی کا ارادہ فرمائیں اور اس کو ہدایت دیں اور اس پر انعام فرمائیں اور رحم کریں، اور بغض کرنے کا مطلب ہے اس کو سزا دینا اور اس کی نحوست و بدبختی کا قصد کرنا۔

اس سے محبت کرنے لگتے ہیں[1] اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان والوں میں اعلان فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتے ہیں تم لوگ بھی اس سے محبت کرو چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور روئے زمین میں پھر اس کے لیے قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

★★★★

[1] حضرت جبرئیل علیہ السلام اور فرشتوں کی محبت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

۱۔ ان کا اس کے لیے استغفار کرنا اور اس کی مدح سرائی اور دعا کرنا۔

۲۔ محبت سے وہی مراد ہو جو مخلوق میں معروف ہے کہ اس کی طرف ان کا قلبی میلان اور اس کی ملاقات کا شوق ہو، اور اس سے ان کی محبت کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار اور محبوب ہے۔

روئے زمین میں قبولیت رکھنے سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس سے خوش و راضی رہتے ہیں قلوب اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

حضرت سہیل بن أبی صالح سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: ہم میدانِ عرفات میں تھے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ وہاں سے گذرے، لوگ ان کو دیکھنے لگے تو میں نے اپنے والد سے کہا: ابا جان! میرا خیال ہے اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے محبت رکھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: وہ کیسے؟ میں نے کہا: اس لیے کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت رکھ دی گئی ہے، انہوں نے فرمایا کیا تم نے حضرت ابوہریرہؓ

امام بخاری نے یہ حدیث کتاب الادب کے باب المقۃ من اللہ (۸-۱۴) پر

۷۵- اس حدیث کے جیسے الفاظ ہی کے ساتھ ذکر کی ہے البتہ اس میں یہ الفاظ ہیں : پھر اس کے لیے زمین والوں میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

۷۶- امام بخاری نے اسے کتاب التوحید کے باب کلام الرب مع جبریل ونداء الملائکۃ (۹-۱۴۲) پر انہی الفاظ میں ذکر کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں : اور اس کے لیے زمین والوں میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے اس طرح ذکر کیا ہے۔

امام مسلم نے یہ حدیث کتاب البر والصلۃ (۱۰-۶۳)، حاشیہ قسطلانی باب إذا أحب اللہ عبداً حببہ إلی عبادہ میں ذکر کی ہے۔

۷۷- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں : میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ حضرت جبرئیل اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں اور پھر وہ آسمان میں یہ اعلان فرما دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتے ہیں تم بھی

---

۱ وہ حدیث سنی ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نا ہے، پھر اس جیسی حدیث ذکر کی جو جریر حضرت سہل سے یہاں روایت کرتے ہیں۔

اس سے محبت کرو چنانچہ تمام آسمان والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں، فرمایا : پھر اس کے لیے روئے زمین میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بغض فرماتے ہیں تو حضرت جبرئیل کو بلا کر فرماتے ہیں : میں فلاں شخص سے بغض رکھتا ہوں تم بھی اس سے بغض رکھو، چنانچہ حضرت جبرئیل اس سے بغض کرنے لگ جاتے ہیں اور پھر آسمان والوں میں یہ اعلان فرما دیتے ہیں : اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے بغض رکھتا ہے تم بھی اس سے بغض رکھو، فرماتے ہیں : پھر وہ سب اس سے بغض رکھنے لگ جاتے ہیں اور پھر روئے زمین میں اس کی طرف سے بغض رکھ دیا جاتا ہے۔

★★★★

امام مالک نے اس کی تشریح موطأ میں کی ہے ملاحظہ ہو (ص۔ ۲۰۹) مصابیح السنۃ جزء ثانی باب ما جاء فی المتحابین فی اللہ

۷۸- حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو حضرت جبرئیل سے فرماتے ہیں : میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ حضرت جبرئیل اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں پھر وہ آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں : اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں، پھر روئے زمین میں اس کے لیے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے، اور جب

اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بغض رکھتے ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ بغض کے بارے میں بھی اسی جیسے الفاظ فرمائے ہیں۔

★★★★

اس حدیث کو امام ترمذی نے باب سورۃ مریم (۲ - ۱۹۸) میں ذکر کیا ہے:

۷۹۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو حضرت جبرئیل کو ندا دیتے ہیں کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، فرماتے ہیں: پھر وہ آسمان سے ندا دیتے ہیں اور پھر زمین پر اس کی محبت نازل کر دی جاتی ہے یہی اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان مبارک کا مطلب ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا	بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کئے خدائے رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کر دے گا۔
مریم - ۹۶	

اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بغض رکھتے ہیں تو حضرت جبریل کو ندا دے کر فرماتے ہیں: مجھے فلاں سے بغض ہے، چنانچہ وہ آسمان والوں میں اعلان کر دیتے ہیں، پھر زمین پر اس کی نفرت و بغض نازل کر دیا جاتا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۸- اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے عداوت رکھنے کی سزا اور اللہ جل شانہ کا قرب حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ

حدیث: جو شخص میرے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اس کے ساتھ اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔

اسے امام بخاری نے (۸ - ۱۰۵) باب التواضع میں ذکر کیا ہے:

(۸۱) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے میں اس کے ساتھ اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور میرا کوئی بندہ میرا قرب اس چیز کی نسبت حاصل نہیں کرتا جو میں نے اس پر فرض کیا ہے، اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے برابر میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ نگاہ بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ دیکھتا ہے، اور اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ چلتا ہے، اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا

ہے تو میں اسے وہ ضرور دیتا ہوں، اور اگر وہ میرے ذریعے سے کسی چیز سے پناہ مانگے گا تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا، اور میں جو کرنا چاہتا ہوں اس کے کرنے میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا تردد مجھے اپنے مومن بندے کی جان کے بارے میں ہوتا ہے، وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کو تکلیف دینے کو ناپسند کرتا ہوں۔[1]

---

[1] حضرت انس کی حدیث میں آتا ہے کہ میں جس سے محبت کرتا ہوں اس کا کان آنکھ اور مؤید بن جاتا ہوں، یہ اس کی امداد، نصرت اور تائید واعانت سے کنایہ ہے گویا اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اپنے آپ کو اپنے بندے کے حواس کا قائمقام بنا دیا ہے: اس لیے ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ میرے ہی ذریعے سے سنتا ہے اور میری ہی وجہ سے دیکھتا ہے اور میری وجہ سے پکڑتا ہے۔ اور میری وجہ سے چلتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ میرا ذکر ہی سنتا ہے اور میرے کلام وکتاب کو پڑھ کر اس کو لذت محسوس ہوتی ہے اور مجھ سے مناجات میں اسے مزا آتا ہے، اور وہ میری مخلوق کی عجائبات پر غور کرتا ہے، اور وہ اپنا ہاتھ اور پاؤں میری رضا وخوشنودی والے کاموں میں ہی دراز کرتا ہے۔

ابوعثمان حیری کہتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں کان آنکھ ہاتھ اور پاؤں کے ذریعہ اس کی مطلوبہ ضروریات کو جلد از جلد پورا کر دیتا ہوں۔

حدیث کے آخری ٹکڑے کا مقصد یہ ہے کہ میں مؤمن بندے کو ایذا نہیں پہونچانا چاہتا اور اس کی مرضی کے خلاف کام نہیں کرنا چاہتا لیکن موت ایسی چیز ہے جو اپنے وقت پر ضرور آئے گی انسان اسے ناپسند کرتا ہے لیکن اس سے کوئی مفر نہیں۔

جنید بغدادی کہتے ہیں: موت کی ناپسندیدگی سے مراد موت کے وقت پیش آنے والی سختی وشدت ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ میں اس کے لیے موت کو ناپسند کرتا ہوں، اس لیے کہ موت تو انسان کو اللہ جل شانہٗ کی رحمت ومغفرت تک پہونچاتی ہے اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب روح جسم سے نکلتی ہے تو اس وقت سخت تکلیف ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ مؤمن کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتے اس جملے میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے۔

٩۔ اللہ تعالیٰ سے خوف و ڈر گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے

(اس شخص کے واقعہ پر مشتمل حدیث جس نے مرنے کے بعد اپنی لاش جلانے کا حکم دیا تھا)

جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب بدء الخلق کے باب ما ذکر عن بنی اسرائیل (۴؍۱۶۹) پر ذکر کیا ہے۔

۸۲۔ حضرت ربعی بن حراش سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ ہم سے وہ حدیث بیان نہیں کرتے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو؟ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب دجال نکلے گا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی[1] جس چیز کو لوگ آگ

[1] صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ دجال آئے گا، اس کے ساتھ آگ اور جنت کی طرح کی چیز ہوگی جس کے بارے میں وہ جنت ہونے کا کہے گا وہ آگ ہوگی، اللہ جل شانہ کی طرف سے بندوں کے امتحان کے لیے اسے ڈھیل دی جائیگی اور پھر اللہ تعالیٰ اسے رسوا کر دیں گے اور اس کی عاجزی و کمزوری کو ظاہر فرما دیں گے: دجال کے بارے میں صحیح احادیث میں تفصیل سے آتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتنۂ دجال سے کثرت سے پناہ مانگا کرتے تھے اس لیے یہ اس غیب سے متعلق ہے جس پر ہم ایمان لاتے ہیں اور اس کے علم اور وقت کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

سمجھیں گے وہ ٹھنڈا پانی ہوگا، اور جس چیز کو لوگ ٹھنڈا پانی سمجھیں گے وہ جلا ڈالنے والی آگ ہوگی، لہٰذا تم میں سے جو شخص اسے پائے اسے چاہیئے کہ وہ اس میں گر جائے جسے وہ آگ سمجھ رہا ہو اس لیے کہ وہ ٹھنڈا شیریں پانی ہوگی۔

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں ایک شخص تھا اس کے پاس روح قبض کرنے والا فرشتہ اس کی روح نکالنے کے لیے آیا: اس شخص سے کہا گیا: کیا تو نے کوئی خیر و بھلائی کا کام کیا ہے؟ اس نے کہا: مجھے معلوم نہیں ہے، اس سے کہا گیا: غور و فکر کر لو، اس نے کہا: مجھے اس کے سوا اور کوئی بات یاد نہیں ہے کہ دنیا میں لوگوں کے ساتھ میں خرید و فروخت کیا کرتا تھا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا تھا، مالدار کو ڈھیل دیا کرتا اور تنگدست سے درگزر کر دیا کرتا تھا۔ اس بات پر اللہ تعالےٰ نے اس کو جنت میں داخل فرما دیا۔

اور انہوں نے فرمایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ ایک شخص کی موت کا وقت آیا، جب وہ زندگی سے بالکل مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو یہ وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو بہت سی لکڑیاں جمع کرنا اور ان کو خوب اچھی طرح سے دہکا لینا پھر جب آگ میرے گوشت کو ختم کر کے ہڈیوں تک پہنچ جائے اور میں جل کر خاکستر ہو جاؤں تو اسے جمع کر کے پیس لینا، پھر تیز ہواؤں والے دن اس خاک کو ہوا میں اڑا دینا، چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا، پھر اللہ تعالیٰ

نے اسے جمع کیا[1] اور اس سے فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: آپ کے خوف و ڈر کی وجہ سے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی۔

حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اور وہ شخص کفن چور تھا۔

اسی حدیث کو امام بخاری نے کتاب بدء الخلق میں متعدد روایات کے ساتھ ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو (۴ - ۱۷۶)

۸۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں ایک شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا تھا، جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: میں تمہارا کیسا باپ تھا؟ انہوں نے کہا: آپ بہترین باپ تھے! اس نے کہا: میں نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا، اس لیے جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا ڈالنا، پھر مجھے پیس ڈالنا پھر تیز ہواؤں والے دن میری راکھ اڑا دینا، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے اسے جمع کر کے پوچھا: تمہیں اس کام پر کس بات نے مجبور کیا؟ اس

---

[1] یعنی اس کے ذرات کو یکجا کر کے اسے زندگی دی اور اس سے یہ حرکت کرنے کی وجہ پوچھی کہ تم نے اپنے جلانے اور ذرات کے ہوا میں اڑانے کی کیوں وصیت کی تھی؟ وہ کہے گا: اے رب! آپ کے خوف و ڈر اور گرفت سے بچنے کے لیے ایسا کیا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیں گے، وہ شخص اگرچہ کفن چور تھا اور اس نے کوئی خیر کا کام نہیں کیا تھا لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ اس کے خوف و ڈر کی وجہ سے اس کی مغفرت فرما دیں گے۔

نے کہا: آپ کے خوف و ڈر نے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرما دیا۔

اور بخاری ہی میں آتا ہے:

۸۴۔ حضرت ربعی بن حراش سے مروی ہے انہوں نے کہا: حضرت عقبہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا آپ ہم سے وہ حدیث بیان نہیں فرمائیں گے جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو؟ انہوں نے فرمایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: ایک شخص کی موت کا وقت قریب آیا، جب وہ زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو یہ وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے لیے بہت سی لکڑیاں جمع کرنا، آگ دہکانا پھر جب آگ میرے گوشت کو کھا جائے اور میری ہڈیوں تک پہنچ جائے تو انہیں پیس ڈالنا اور پھر سخت گرم دن یا ہواؤں والے دن اسے پانی میں بہا دینا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے جمع کر کے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: آپ کے ڈر سے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرما دی۔

اور بخاری ہی میں آتا ہے:

۸۵۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص بہت گناہ کرتا تھا، جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنی اولاد سے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا ڈالنا، پھر مجھے پیس کر ہوا میں اڑا دینا، اس لیے کہ بخدا اگر میرا پروردگار مجھ پر قادر ہو گیا تو مجھے ایسا سخت عذاب دے گا جو کسی کو بھی نہ دیا ہو گا

چنانچہ جب وہ شخص مرگیا تو اس کے ساتھ یہی کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا اور فرمایا: جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ اکٹھا کر دو، اس نے ایسا ہی کیا، چنانچہ وہ شخص اللہ کے سامنے کھڑا ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا: تم نے جو کچھ کیا تھا وہ کیوں کیا؟ اس نے کہا: اے میرے پروردگار آپ کے خوف و ڈر نے مجھے اس پر آمادہ کیا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔ حضرت ابوہریرہ کے علاوہ دوسرے حضرات نے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ اے رب آپ کے خوف و ڈر نے مجھے اس پر مجبور کیا تھا۔

★★★★

اور بخاری (۹-۱۴۵) پر باب یریدون أن یبدلوا کلام اللہ میں یہ حدیث مذکور ہے:

۸۶۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک ایسے شخص نے جس نے کبھی کوئی اچھا کام نہیں کیا تھا یہ کہا: جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا ڈالنا اور میری آدھی راکھ خشکی میں اڑا دینا اور آدھی سمندر میں بہادینا، اس لیے کہ بخدا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے پکڑ لیا تو مجھے ایسا سخت عذاب دینگے جو دوجہان میں کسی کو نہ دیا ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا۔ اس نے سمندر میں موجود راکھ کو جمع کردیا اور خشکی کو حکم دیا اس نے خشکی میں موجود ساری راکھ کو اکٹھا کرلیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے فرمایا: تونے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: آپ کے ڈر کی وجہ سے اور آپ تو مجھ سے زیادہ باخبر ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔

اسی کو امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

۸۷۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک ایسے شخص کا ذکر فرمایا جو پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں گزرا تھا، یا جو پچھلے لوگوں میں سے تھا اس شخص نے ایک بات کہی، اس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت اور اولاد عطا کی تھی چنانچہ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنی اولاد سے کہا: میں تمہارا کیسا باپ تھا؟ انہوں نے کہا بہترین باپ تھا۔ اس نے کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی نیکی نہیں بھیجی (یعنی کوئی اچھا کام نہیں کیا ہے)، اور اگر اللہ تعالیٰ کا مجھ پر بس چل گیا تو عذاب دیں گے، اس لیے یہ خیال رکھنا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا ڈالنا یہاں تک کہ جب میں کوئلہ بن جاؤں تو مجھے پیس لینا اور پھر جب تیز جھکڑ والا دن ہو اس روز مجھے ہوا میں اڑا دینا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص نے ان سے اس پر عہد و پیمان لے لیا اور انہوں نے ایسا ہی کیا اور پھر تیز آندھی والے دن اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا دیا: اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حاضر ہو جاؤ، چنانچہ مکمل انسان بن کر حاضر ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے بندے تونے جو کچھ کیا ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا: آپ کے خوف کی وجہ سے یہ کہا یا آپ کے ڈر کی وجہ سے، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرمادیا یا یہ فرمایا: اس کے ساتھ رحم کا برتاؤ کیا۔

سلیمان تیمی کہتے ہیں میں نے یہ ابو عثمان عبدالرحمٰن ہندی کو بتلایا تو انہوں نے کہا: میں نے بھی یہ سلمان سے سنا تھا البتہ انہوں نے سمندر کے الفاظ زیادہ بتلائے تھے۔ اور ہم سے موسیٰ نے بیان کیا ان سے معتمر نے اور اس میں لم یبتئر کے الفاظ ہیں، اور خلیفہ کہتے ہیں: ہم سے معتمر نے حدیث بیان کی اور انہوں نے فرمایا: لم یبتئر حضرت قتادہ نے اس کی تفسیر کی ہے کہ اس نے ذخیرہ نہیں کیا۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ حدیث اپنی صحیح میں اپنی سند سے ذکر کی ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۱۰-۱۸۴)

۸۸۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا تھا چنانچہ جب ان کی موت کا وقت آیا تو انہوں نے اپنی اولاد کو یہ وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا ڈالنا پھر پیس لینا اور سمندر میں بہا دینا اس لیے کہ بخدا اگر اللہ تعالیٰ نے میری گرفت کرلی تو مجھے ایک سخت عذاب دیں گے جو کسی کو نہ دیا ہوگا، انہوں نے اس کے ساتھ ویسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے زمین سے فرمایا: جو کچھ تم نے لیا ہے واپس لے آؤ، چنانچہ وہ شخص حاضر ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: تم نے جو کچھ کیا ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا اے پروردگار آپ کے خوف یا ڈر کی وجہ سے، چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔

اس حدیث کو نسائی نے اپنی سنن میں حضرت ابوہریرۃ و حضرت

حذیفہ رضی اللہ عنہما سے دو روایتوں سے نقل کیا ہے ملاحظہ ہو (۴-۱۱۲ و ۱۱۳) چنانچہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں فرماتے ہیں:

۸۹۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: ایک شخص نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا تھا، یہاں تک کہ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا: جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا ڈالنا، پھر میری راکھ کو ہوا میں سمندر میں اڑا دینا اس لیے کہ بخدا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے پکڑ لیا تو مجھے ایسا سخت عذاب دیں گے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ دیا ہوگا، فرمایا: اس کے گھر والوں نے اس کے ساتھ ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے ہر اس چیز کو جس کے پاس اس کی راکھ کا کچھ حصہ تھا اسے یہ حکم دیا کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے حاضر کردو، چنانچہ وہ سامنے کھڑا کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نے جو کچھ کیا اس پر تمہیں کس بات نے آمادہ کیا تھا؟ اس نے کہا: آپ کے خوف و ڈر نے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔

امام نسائی نے اپنی سنن میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے جو روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے:

۹۰۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص تھا جسے اپنے اعمال کے بارے میں سوء ظن تھا چنانچہ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا:

جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا پھر مجھے پیس کر سمندر میں اڑا دینا، اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر قابو پالیا تو مجھے معاف نہیں فرمائیں گے، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا چنانچہ فرشتے اس کی روح سے ملے، اللہ تعالیٰ نے اس شخص سے پوچھا: تم نے جو کچھ کیا اس پر تمہیں کس چیز نے مجبور کیا؟ اس نے کہا: اے رب میں نے جو کچھ کیا وہ آپ کے خوف و ڈر کی وجہ سے ہی کیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت فرمادی۔

★★★★

اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں (۲-۲۹۲، ۲۹۳) پر ذکر کیا ہے:

۹۱۔ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا چنانچہ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بچوں کو یہ وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا پھر مجھے پیس دینا پھر سمندر کی ہواؤں میں اڑا دینا، اس لیے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے پکڑ لیا تو مجھے ایسا سخت عذاب دیں گے جو کسی کو نہیں دیا ہوگا، فرمایا: اس کے بچوں نے اس کے ساتھ یہی معاملہ کیا، اللہ تعالیٰ نے زمین سے فرمایا: تم نے جو کچھ لیا ہے وہ واپس دے دو، چنانچہ وہ شخص سامنے آکھڑا ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا تم نے جو کچھ کیا تمہیں اس پر کس چیز نے مجبور کیا؟ اس نے کہا اے رب! آپ کے خوف و ڈر نے، چنانچہ اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ

نے اس کی مغفرت فرمادی [۱]

---

[۱] صحیح مسلم پر امام نووی نے جو شرح لکھی ہے جو حاشیہ قسطلانی پر (۱۰-۱۸۲) پر موجود ہے اس میں لکھا ہے:

امام نووی کہتے ہیں: اس شخص نے یہ جو کہا: مجھے جلا کر میری راکھ خشکی و سمندر میں اڑا دینا اس لیے کہ اگر میرے رب کا مجھ پر بس چل گیا یا انہوں نے مجھے پکڑ لیا تو مجھے ایسا سخت عذاب دیں گے جو کسی کو نہ دیا ہوگا الخ

نووی لکھتے ہیں: اس حدیث کا مطلب بیان کرنے میں علماء میں اختلاف ہے، ایک جماعت یہ کہتی ہے: اس کا یہ مطلب لینا درست نہیں کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نفی کرنا چاہتا تھا اس لیے کہ جو شخص اللہ جل شانہ کی قدرت میں شک کرے وہ کافر ہے، حالانکہ اسی حدیث کے آخیر میں ہے کہ اس شخص نے یہ کہا: میں نے یہ اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے کیا ہے، اور کافر اللہ سے ڈرتا ہی نہیں ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کافر کی مغفرت فرمائیں گے۔

یہ حضرات یہ کہتے ہیں: اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے عذاب مقرر کر دیا اور اس کا فیصلہ کر دیا۔ یا یہ کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی فرمادی تو پھر مجھے سخت عذاب دیں گے اور یہ لفظ اس معنی بھی استعمال ہوتا ہے۔

ایک جماعت یہ کہتی ہے: حدیث کے الفاظ اپنے ظاہر معنی پر محمول ہیں اور یہ الفاظ اس شخص کے منہ سے بلا قصد نکل گئے ان سے اس کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں اور نہ ہی اس کا یہ عقیدہ تھا بلکہ دہشت خوف اور جزع فزع کے ایسے عالم میں یہ الفاظ کہہ گیا کہ وہ ان کے معنی پر غور و فکر نہ کر سکا تو گویا وہ غافل

تھا مجبول میں پڑگیا تھا اور ایسی حالت میں مؤاخذہ نہیں ہوتا ہے، یہ ایک دوسرے شخص کے بالکل درج ذیل الفاظ کی طرح ہے جو اس نے اپنی گم شدہ اونٹنی پاکر نہایت سرور و خوشی میں کہہ دیئے تھے کہ اے اللہ آپ میرے بندے ہیں اور میں آپ کا رب ہوں، لہٰذا ان الفاظ کی وجہ سے وہ شخص کافر نہیں ہوتا اس لیے کہ یہ الفاظ اس کے منہ سے خوف و ڈر دہشت اور بھولے سے نکلے تھے: اسی حدیث کے الفاظ مسلم کے علاوہ کتابوں میں یہ بھی ہیں کہ شاید میں خدا سے چھپ سکوں۔ لہٰذا اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس کے یہ الفاظ حقیقت پر ہی محمول ہیں۔

ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ اہل عرب کے کلام بدیع اور مجاز کی ایک قسم ہے جس میں شک کو یقین کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”وَ اِنَّاۤ اَوْ اِیَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ“ سبا - ۲۴	اور ہم یا تم ہی ضرور راہ راست پر ہیں یا صریح گمراہی میں۔

یہ الفاظ اگرچہ شک کی صورت میں ہیں لیکن اس سے یقین مراد ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں، یہ شخص اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت کو نہ جانتا تھا، جو شخص اللہ جل شانہ کی کس صفت سے بے بہرہ ہو اس کے کفر کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے، قاضی فرماتے ہیں: اس کی وجہ سے جو حضرات ایسے شخص کو کافر قرار دیتے ہیں ان میں ابن جریر طبری ہیں اور یہی بات ابوالحسن اشعری پہلے ہی سے کہہ چکے ہیں۔

دوسرے حضرات یہ کہتے ہیں: کسی صفت سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے نہ کافر قرار دیا جائے گا اور نہ ایمان کے دائرے سے خارج ہوگا برخلاف

اس کے کہ کوئی شخص کسی صفت کا انکار کرے تو وہ الگ مسئلہ ہے، ابوالحسن اشعری نے اس کی طرف رجوع کرلیا تھا اور بعد میں یہی ان کا قول رہا ہے، اس لیے کہ یہ اس شخص کا عقیدہ، دین اور مذہب نہ تھا، اور کافر اسے کہتے ہیں جو اپنے اس قول کو حق و صحیح سمجھے اور یہی عقیدہ رکھے، یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ لوگوں سے اگر صفات کے بارے میں پوچھا جائے تو ان کے جاننے والے بہت کم ملیں گے۔

ایک جماعت یہ کہتی ہے: یہ شخص فترت کے زمانے میں تھا جس میں مجرد توحید بھی فائدہ پہونچاتی ہے اور شریعت کے آنے سے قبل انسان پر احکامات بھی لاگو نہیں ہوتے یہی صحیح مذہب ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا“ بنی اسرائیل - ۱۵	اور ہم نہیں ڈالتے بلا جب تک نہ بھیجیں کوئی رسول۔

ایک جماعت یہ کہتی ہے ہو سکتا ہے اس زمانے کی شریعت میں کافر کو معاف کرنا جائز ہو برخلاف ہماری شریعت کے، اور اہل سنت کے یہاں یہ بات اگرچہ دائرۂ عقل سے خارج نہیں ہے لیکن ہم دین اسلام میں اسے اس لیے درست نہیں کہتے کہ خود قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

”اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ“ النساء - ۱۱۶	بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے کسی کو۔

اور اس کے علاوہ اور بہت سی دلیلیں اس بات پر صراحۃً دلالت کرتی ہیں اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں: اس نے یہ وصیت اس لیے کی تھی کہ وہ اپنے نفس کی تذلیل کرنا اور اسے سزا دینا چاہتا تھا اس لیے کہ اس نے بہت گناہ اور

۱۰۔ تخلیق حضرت آدم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب بدء الخلق کے باب خلق آدم میں (۴۔۱۳۱) پر ذکر کی ہے:

(۹۲) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی، پھر ان سے فرمایا: جا کر ان فرشتوں کو سلام کیجئے اور دیکھیئے وہ کیا جواب دیتے ہیں یہی آپ اور آپ کی اولاد کے لیے سلام ہوگا، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے السلام علیکم کہا، فرشتوں نے جواب دیا: السلام علیک ورحمۃ اللہ، فرشتوں نے جواب میں ورحمۃ اللہ بڑھا دیا؛ جنت میں جو شخص بھی داخل ہوگا اس کی شکل و صورت حضرت آدم کی سی ہوگی، اس وقت سے مخلوق کا قد چھوٹا ہوتا رہا اور اب تک چھوٹا ہو رہا ہے۔

★★★

اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الاستئذان کے باب بدء الاذان

(۸۔۵۰) پر ان الفاظ سے ذکر کیا ہے:

(۹۳) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا، [1] ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی، جب ان کو پیدا فرما دیا تو ان

---

[1] یعنی حضرت آدم کو ایک دم ان کی اپنی اصلی شکل و صورت عطا فرما دی، ان کی زندگی میں وہ اتار چڑھاؤ اور پیدائش میں مختلف حالات و اطوار نہیں آئے جو دوسرے انسانوں کو پہلے شکم مادر میں پھر اس کے بعد دنیاوی زندگی میں پیش آتے ہیں کہ پہلے بچہ ہوتا ہے پھر جوان پھر بوڑھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کامل و مکمل انسان بنایا۔ لیکن یہ تفسیر اس حدیث سے متعارض ہے جس میں یہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو رحمٰن کی شکل پہ پیدا کیا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اللہ جل شانہ کی طرف یہ نسبت تکریم و اعزاز کے لیے کی گئی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایسی خوبصورت اور کامل و مکمل شکل و صورت پہ پیدا کیا ہے جس پر کسی اور مخلوق کو پیدا نہیں فرمایا۔

ترمذی کی روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان میں روح پھونکی تو انہیں چھینک آگئی اور الحمد للہ فرمایا چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اللہ جل شانہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی۔ الخ

اس حدیث سے سلام کی ابتداء اور مشروعیت کا پتہ چلتا ہے اور اسے ذکر کے ساتھ جو خاص کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے مودت کا دروازہ کھلتا ہے، بھائیوں کے درمیان الفت پیدا ہوتی ہے جو ایمان کے کمال کا ذریعہ ہے، جیسا کہ امام مسلم حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

سے فرمایا: جائیے اور فرشتوں کی اس جماعت کو سلام کیجیے جو بیٹھی ہوئی ہے اور سنیے وہ آپ کو کیا جواب دیتے ہیں اس لیے کہ وہی سلام پھر آپ اور آپ کی اولاد کے لیے سلام بن جائے گا، چنانچہ حضرت آدم نے السلام علیکم کہا، فرشتوں نے جواب میں: السلام علیک ورحمۃ اللہ کہا، فرشتوں نے جواب میں ورحمۃ اللہ بڑھا دیا، لہٰذا جو شخص بھی جنت میں جائے گا۔ وہ حضرت آدم کی شکل و صورت پر ہوگا۔[1] اور اس وقت سے اب تک مخلوق برابر چھوٹی ہوتی جا رہی ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں بیان صفۃ الجنۃ میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو (۱۰-۲ ۳۷۹) حاشیہ قسطلانی:

(۹۴) حضرت ہمام بن منبہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: یہ وہ احادیث ہیں جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہم سے بیان کی ہیں اور پھر چند احادیث ذکر کیں جن میں سے یہ حدیث بھی ہے کہ:

---

[1] ارشاد فرمایا: تم جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہوگے جب تک کہ مؤمن نہ بن جاؤ، اور تم مؤمن اس وقت تک نہ ہوگے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جسے اگر تم کرلو تو آپس میں محبت پیدا ہو جائے گی (وہ یہ ہے کہ) آپس میں سلام کو رائج کرو۔

[1] یعنی حسن و جمال اور ڈیل ڈول میں انہی کی طرح ہوگا ایسا نہ ہوگا کہ اگر دنیا میں کالا، معذور یا اپاہج تھا تو وہاں بھی کالا، اپاہج یا معذور ہو۔ پھر اس کے بعد مخلوق میں نقص و کمی آتی رہی خوبصورتی اور حسن و جمال کے اعتبار سے بھی اور طول و لمبائی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا، ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی، جب انہیں پیدا فرما چکے تو ان سے فرمایا: جاکر اس جماعت کو سلام کیجیے (یہ فرشتوں کی ایک جماعت تھی جو بیٹھے ہوئے تھے)، اور پھر سنیے کہ وہ آپ کو کیا جواب دیتے ہیں، اس لیے کہ یہی سلام آپ اور آپ کی اولاد کا سلام بنے گا، حضرت آدم نے انہیں السلام علیکم کہا، انہوں نے السلام علیک ورحمۃ اللہ کہا اور ان کے سلام کے جواب میں ورحمۃ اللہ کا لفظ بڑھا دیا، فرماتے ہیں: جو شخص بھی جنت میں داخل ہو

کے اعتبار سے بھی اور طول و لمبائی کے اعتبار سے بھی اور نوبت اس امت تک پہونچی لہٰذا جب لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو وہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہی حسین و جمیل اور طویل و عریض بن جائیں گے۔

قسطلانی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کامل الخلقت تندرست و توانا و صحیح و سالم پیدا کیا، ان میں کوئی تغیر نہیں آیا۔ وہ ابتدائِ خلقت میں نہ نطفہ تھے نہ علقہ، نہ مضغہ نہ جنین، نہ بچہ اور پھر اس کے بعد آدمی، وہ اپنی اولاد و ذریت کی طرح ان تمام تغیرات سے نہیں گزرے جیسے اور ذریت پہلے نطفہ (قطرہ منی) کی شکل میں ہوتی ہے پھر جما ہوا خون بنتی ہے پھر گوشت کا لوتھڑا پھر مادرِ شکم میں بچہ پھر پیدا ہوکر ماں کے پیٹ سے باہر آنے والا بچہ اور پھر کامل الخلقت جوان آدمی، اس سے ان دہریہ حضرات کی بھی تردید ہو جاتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہر انسان کی پیدائش نطفہ سے ہی ہوتی ہے اور ہر شخص انسان کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔

گا وہ حضرت آدم کی شکل وصورت میں ہوگا اور اس کی لمبائی ساٹھ ہاتھ ہوگی، ان کے بعد سے اب تک مخلوق کا قد چھوٹا ہوتا رہا ہے۔[1]

---

[1] قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انسان کو چار طرح سے پیدا فرمایا ہے: بغیر ماں باپ کے جیسے حضرت آدم علیہ السلام صرف باپ کے ذریعے سے جیسے حضرت حوا کو، صرف ماں کے ذریعے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ماں باپ دونوں کے ذریعے جیسے تمام مخلوق مادۂ منویہ کے ذریعے باپ کی پیٹھ سے منتقل ہوکر شکمِ مادر میں پرورش پاتی ہے، یہ مخلوق بھی چھ مرحلوں کے بعد کامل ومکمل ہوتی ہے۔ نطفہ (مادۂ منویہ) علقہ (جما ہوا خون) مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیا جاتا ہے پھر اس گوشت پوست اور ہڈیوں کے مرکب میں روح پھونک دی جاتی ہے اور وہ جیتا جاگتا انسان بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسری تمام مخلوق سے اعلیٰ واشرف بنایا ہے، انسان مخلوق کا خلاصہ، ثمرہ اور نچوڑ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

«وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ» (بنی اسرائیل) اور ہم نے بنی آدم کو عزت دی ہے

نیز فرمایا:

«وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ» (الجاثیہ - ۱۳)

اور اس نے تمہارے لیے مسخر بنایا جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ بھی زمین میں ہے سب کو اپنی طرف۔

ظاہر بات ہے جس سے تمام مخلوق کو پیدا کیا گیا وہ اس بات کا حقدار ہے کہ وہ دوسروں سے اعلیٰ واشرف ہو اور تجلیات الٰہی کا مسجد ہو اور اس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ نعمتوں کی خوشہ چینی کریں، انسان کو اللہ تعالیٰ نے شریف ترین

مخلوق فرشتوں اور حقیر ترین مخلوق حیوانات کے درمیان واسطہ بنایا ہے، اس لیے انسان میں دونوں کی قوتیں موجود ہیں اور یہ دونوں جہان میں رہنے کا اہل ہے انسان میں حیوانات کی طرح شہوت بھی پائی جاتی ہے اور فرشتوں کی طرح عقل، علم اور عبادت بھی، اللہ تعالیٰ نے انسان کو نبوت عطا کر کے ایک اہم رتبہ سے سرفراز فرمایا، نبوت کو ایک منفرد و ممتاز حصہ بنایا اور انسان اور فرشتے کے درمیان ایک مخصوص نوع بنایا اور ایک اعتبار سے دونوں کے ساتھ شریک بنایا، چنانچہ نبی آسمانوں اور زمینوں کے عجائبات وملکوت پر مطلع ہونے کے لحاظ سے فرشتے کی طرح ہے اور کھانے پینے وغیرہ کی ضروریات کے اعتبار سے انسانوں کی طرح ہے۔

اور انسان جب نفسانی خواہشات، نجاسات اور بدنی آلودگیوں سے پاک صاف ہوجائے اور اللہ جل شانہ کے جوار میں چلا جائے۔ تو اس وقت وہ فرشتوں سے بھی عالی تر ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ» (الرعد - ۲۳)

اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازہ سے داخل ہوتے ہوں گے (یہ کہتے ہوئے کہ) سلامتی ہو تم پر اس کے صلہ میں کہ تم صبر کرتے رہو۔

اور حدیث میں آتا ہے کہ فرشتے جنت والوں کے خادم ہوں گے

ابن کثیر لکھتے ہیں: اس میں اختلاف ہے کہ جنت میں کیا حضرت آدم کی اولاد پیدا ہوئی تھی یا نہیں؟ بعض حضرات اس کی نفی کرتے ہیں اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہاں قابیل اور ان کی بہن پیدا ہوئی تھیں، وہ کہتے ہیں: لکھا ہے کہ ہر حمل سے ان کے یہاں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی تھی۔

یہ حدیث امام ترمذی نے اپنی جامع میں تین مقامات پر ذکر کی ہے
باب سورۃ الاعراف (۲-۱۸۰)

(۹۵) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس کی پشت پر دستِ قدرت پھیرا تو ان کی پشت سے تمام وہ مخلوق جھڑی جسے اللہ تعالیٰ قیامت تک پیدا کرنے والے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر شخص کی پیشانی پر نور کی ایک چمک مقرر کر دی، پھر انہیں حضرت آدم کے سامنے پیش کیا، انہوں نے عرض کیا پروردگار! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ آپ کی اولاد ہے، انہوں نے ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا اس کی پیشانی کی چمک انہیں بڑی اچھی

تاریخ ابن جریر میں لکھا ہے، حضرت حوا نے بیس حمل سے چالیس بچے جنے تھے۔ اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ایک سو بیس حمل ٹھہرے تھے جن میں سے ہر حمل سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتی جن میں سب سے پہلے قابیل اور ان کی بہن اقلیما، پیدا ہوئیں، اور سب سے اخیر میں عبدالمغیث اور ان کی بہن امۃ المغیث، بعض حضرات نے کہا ہے: حضرت آدم علیہ السلام کا اس وقت تک انتقال نہیں ہوا جب تک انہوں نے اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کے چار لاکھ افراد نہ دیکھ لیے واللہ علم، حضرت آدم علیہ السلام نے ایک ہزار سال کی عمر پائی تھی، اور ابن جریر عطار خراسانی سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا انتقال ہوا تو تمام مخلوق ان پر سات روز تک روتی رہی۔ ملاحظہ ہو قسطلانی (۵ - ۳۲۰)

لے اس بارے میں علماء کی دو آراء ہیں:

۱۔ بعض حضرات اسے حقیقت پر محمول کرتے ہیں اور ہاتھ پھیرنے سے وہ مراد لیتے ہیں جو اللہ جل شانہ کی شان کے مطابق ہو، اور وہ ہے آپ کا یہ فرمان: کُن فَیَکُون، یا اپنے بعض ان فرشتوں کو جو اولادِ آدم کی ارواح پر مقرر ہیں یہ حکم دیا کہ وہ حضرت آدم کی پشت پر ہاتھ پھیریں اور اس سے ان کی اولاد نکالیں۔

علامہ ابوالسعود نے "واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورھم" کی تفسیر یہ بیان کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں: یہ حقیقت پر محمول کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب اللہ جل شانہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر چکے تو ان کی پشت پر دستِ قدرت پھیرا الخ

پھر فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ساری مخلوق حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالی بلکہ ان کی صلبی اولاد ان سے نکالی اور پھر ان کی پشت سے ان کی صلبی اولاد نکالی اس طرح آخر تک سلسلہ چلتا رہے گا جس کی طرف اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان مبارک سے بھی نشاندہی ہوتی ہے۔

"وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ" (الاعراف ۔ ۱۷۲)

اور (اس واقعہ کا ذکر کیجیے) جب آپ کے پروردگار نے نکالا اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل کو

۲۔ آیت کی تفسیر کے بارے میں علامہ ابوالسعود لکھتے ہیں:
اللہ تعالیٰ نے ابتداءِ خلقت میں ان کی پیدائش کی یہ تمثیل ذکر کی ہے کہ ان کو اس طرح پیدا کیا گیا ہے کہ اگر وہ ان دلائل سے استفادہ کریں جو آفاقِ عالم اور خود ان کے نفوس میں موجود ہیں جو توحید اور اسلام کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، اس

معلوم ہوتی، انہوں نے عرض کیا: پروردگار یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ آپ کی اولاد میں آخری امتوں میں سے ایک شخص ہیں جن کو داود کہا جاتا ہے، حضرت آدم نے پوچھا: پروردگار آپ نے ان کی عمر کتنی مقرر کی ہے؟ فرمایا ساٹھ سال، عرض کیا: پروردگار! میری عمر میں سے چالیس سال ان کی عمر میں بڑھا دیجئے، پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہو گئی اور

کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آتا ہے ہر بچے کو فطرت (اسلام) پر پیدا کیا جاتا ہے الحدیث، اور اسی پر اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان مبارک دلالت کرتا ہے۔

«فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ» الروم۔ ۳۰

اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔

پھر فرماتے ہیں: یہ خیال اسی پر مبنی ہے کہ اللہ جل شانہ نے انہیں اپنی ربوبیت کی معرفت عطا فرما کر ان میں عقل و بصیرت ودیعت کر کے اطراف عالم اور دنیا میں ایسے اُدلّہ پیدا کر کے جو وحدانیت و ربوبیت پر دلالت کرتے ہیں انہیں اقرار ربوبیت کا موقعہ دیا اور اس موقعہ دینے کو اس گواہی دینے اور سوال و جواب سے تعبیر کر دیا گیا ورنہ درحقیقت وہاں کوئی سوال جواب نہ تھا یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح آیت ذیل میں ہے:

«فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ» حم السجدہ۔ ۱۱

پھر اس (آسمان) سے اور زمین سے کہا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی دونوں بولے ہم خوشی سے حاضر ہیں۔

ملک الموت ان کے پاس آیا تو حضرت آدم نے فرمایا: کیا ابھی میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ فرشتے نے کہا: کیا وہ چالیس سال آپ نے اپنے بیٹے داؤد کو عطا نہیں کر دیئے تھے؟ فرمایا: حضرت آدم نے انکار کیا تو ان کی ذریت نے بھی انکار کیا اور وہ بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول گئی اور ان سے چوک ہوئی تو ان کی اولاد سے بھی خطا ہوئی۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۹۶) انہی سے ایک اور روایت میں آتا ہے: پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے ہزار سال پورے فرما دیئے اور حضرت داود کے بھی سو سال پورے کر دیئے: ملاحظہ ہو الاتحافات السنیۃ فی الاحادیث القدسیہ

امام ترمذی نے درج ذیل حدیث بھی اسی باب میں ذکر کی ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

(۹۷) حضرت مسلم بن یسار جہنی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے درج ذیل آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا:

«وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ» الاعراف۔ ۱۷۲

اور (اس واقعہ کا ذکر کیجئے) جب آپ کے پروردگار نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل کو پیدا کیا اور خود انہی کو ان کی جانوں پر گواہ کیا (اور کہا) کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ بولے ضرور ہیں ہم گواہی دیتے ہیں (یہ اس لیے ہوا) کہ کہیں تم قیامت کے دن یہ نہ

کہنے لگو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، پھر ان کی پشت پر دستِ قدرت پھیرا اور اس سے ذریت نکالی اور فرمایا: میں نے ان لوگوں کو جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ جنتیوں والے اعمال ہی کریں گے، پھر ان کی پشت پر دستِ قدرت پھیرا اور اس سے ذریت نکالی اور فرمایا میں نے ان لوگوں کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ دوزخیوں والے کام ہی کریں گے[1]۔ ایک صاحب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنت کے لیے پیدا فرماتے ہیں تو اسے جنت کے کاموں میں لگا دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ جنت والوں کے اعمال میں کسی عمل پر انتقال پاتا ہے اور اس کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرما دیتے ہیں، اور جب کسی شخص کو دوزخ کے لیے پیدا کرتے ہیں تو اسے دوزخیوں کے کام میں لگا دیتے ہیں حتیٰ کہ دوزخیوں کے اعمال میں سے کسی عمل پر اس کا انتقال ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں داخل فرما دیتے ہیں۔

****

[1] حدیث کا یہ باقی ماندہ حصہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمانِ مبارک کی طرح ہے:

((وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ))

الاعراف - ۱۷۹

اور بے شک ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے جنات اور انسان پیدا کیے ہیں ان کے دل ہیں (مگر) یہ ان سے سوچتے سمجھتے نہیں، اور ان کی آنکھیں ہیں (مگر) ان سے دیکھتے نہیں، اور ان کے کان ہیں (مگر) ان سے سنتے نہیں یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر بے راہ ہیں یہی لوگ تو غافل ہیں۔

علامہ ابوالسعود آیت مندرجہ بالا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

یعنی ہم نے انہیں جنت میں داخل ہونے کے لیے پیدا کیا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ کسی گناہ وغیرہ کے کیے بغیر جہنم جانے پر مجبور ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ وہ اپنی مرضی و اختیار سے حق و خیر کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوں گے بلکہ بلا کسی تامل کے باطل میں لگے رہیں گے اور کوئی نشانی اور ڈرانے دھمکانے والی چیز ان پر کارگر نہ ہوگی اس لیے گویا انجامِ کار کے لحاظ سے وہ لوگ اپنی بداعمالیوں اور گناہوں کی وجہ سے جہنم ہی کے مستحق ہیں اور یہ بالکل اسی طرح ہے جس طرح، درج ذیل آیت میں فرمایا ہے:

((وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ)) الذاریات - ۵۶

اور میں نے تو جنات اور انسان کو پیدا ہی اسی غرض سے کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔

لہٰذا ان پر جبر نہ ہوگا بلکہ اپنے کفر کی وجہ سے جہنم کے اور ایمان کی وجہ سے

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا : یہ حدیث حسن ہے، اور مسلم بن یسار نے حضرت عمر بن الخطاب سے احادیث نہیں سنی ہیں۔ اور بعض حضرات نے اس سند میں مسلم بن یسار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان ایک گمنام و مجہول راوی کو ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں : اس سے حدیث حسن لغیرہ ہو سکتی ہے واللہ اعلم۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے کتاب التفسیر کے آخر میں بغیر عنوان کے باب میں (۲-۱۴۲) پر سند متصل سے ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :

(۹۸) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے : جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان میں روح پھونک دی تو انہیں چھینک آئی اور انہوں نے الحمد للہ کہا، اللہ جل شانہ کے حکم سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی تو ان کے رب نے ان سے فرمایا : اے آدم! اللہ تم پر رحم کرے وہاں فرشتوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا :

جنت کے مستحق بنیں گے، ہر شخص کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے فرماتے ہیں۔

((وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ))	اور آپ کہہ دیجئے کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے آچکا ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے۔
الکھف - ۲۹	

اللہ تعالیٰ سے ہم نہایت عاجزی و گڑگڑاہٹ کے ساتھ اعمال خیر کی توفیق طلب کرتے ہیں تاکہ اعزاز و اکرام کے گھر جنت الفردوس کے مستحق بنیں اور اللہ جل شانہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو۔ واقعی تمام تعریفیں اللہ جل شانہ ہی کے لیے ہیں۔

ان فرشتوں کے پاس جاؤ اور انہیں السلام علیکم کہو، فرشتوں نے ان کے سلام کے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ کہا، حضرت آدم اللہ جل شانہ کے پاس حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا : یہ آپ کا اور آپ کی اولاد کا آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنے کا طریقہ ہے، اللہ جل شانہ کے دونوں دست قدرت بند تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے فرمایا : ان دونوں میں سے جو پسند ہو اسے لے لو، حضرت آدم نے فرمایا : میں نے اپنے رب کے دائیں ہاتھ کو پسند کیا۔ اور میرے رب جل شانہ کے دونوں دستِ قدرت دائیں اور مبارک ہی ہیں۔ پھر اللہ جل شانہ نے اسے کھولا تو اس میں حضرت آدم اور ان کی ذریت و اولاد تھی؟ انہوں نے عرض کیا : اے رب : یہ کون ہیں، فرمایا : یہ آپ کی اولاد ہے۔ اولادِ آدم میں سے ہر ایک کی پیشانی کے درمیان اس کی عمر لکھی ہوئی تھی، حضرت آدم نے ان میں ایک نہایت پر نور شخص کو دیکھا اور پوچھا : اے میرے رب! یہ کون شخص ہیں؟ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا : یہ آپ کے بیٹے داؤد ہیں میں نے ان کی عمر چالیس سال لکھ دی ہے، حضرت آدم نے عرض کیا : اے میرے رب ان کی عمر بڑھا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : میں تو یہی عمر لکھ چکا ہوں، حضرت آدم نے عرض کیا : اے میرے پروردگار میں اپنی عمر میں سے ساٹھ سال انہیں دیتا ہوں۔

اللہ جل شانہ نے فرمایا : آپ جانیں اور وہ جانیں (یعنی آپ اپنی عمر سے دینا چاہیں تو دے دیں) پھر اللہ جل شانہ نے جب تک چاہا انہیں جنت میں رکھا، پھر انہیں وہاں سے اتار دیا گیا، حضرت آدم علیہ السلام

اپنی عمر شمار کرتے رہے، فرماتے ہیں: پھر ان کے پاس ملک الموت آئے تو حضرت آدم نے ان سے فرمایا: آپ وقت سے پہلے آگئے ہیں، میری عمر تو ایک ہزار سال لکھی ہوئی ہے، فرشتے نے کہا: بالکل ٹھیک ہے لیکن آپ نے (اپنی عمر کے) ساٹھ سال اپنے بیٹے داؤد کو دے دیئے تھے، انہوں نے اس سے انکار کیا، تو ان کی ذریت نے بھی انکار کیا، اور وہ بھول گئے تو ان کی ذریت بھی بھول گئی، فرمایا: اسی روز سے لکھنے اور گواہ بنانے کا حکم دے دیا گیا: امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

★★★★

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے متعلق حدیث

امام مالک رحمہ اللہ نے اسے باب النہی عن القول فی القدر میں ذکر کیا ہے۔

(۹۹) عبدالحمید بن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا "وإذ أخذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذريتهم وأشهدهم على أنفسهم ألست بربكم قالوا: بلى شهدنا أن تقولوا يوم القيامة إنا كنا عن هذا غافلين"

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال ہوتے ہوئے سنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر ان کے پشت پر اپنا دستِ راست پھیرا،

یہاں تک کہ اس سے ایک مخلوق نکالی اور فرمایا: میں نے ان کو جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ جنتیوں والے ہی کام کریں گے، پھر ان کی پشت پر دستِ مبارک پھیرا اور اس سے اور ذریت نکالی اور یہ فرمایا کہ: ان کو میں نے دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ لوگ دوزخیوں والے اعمال ہی کریں گے، ایک صاحب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ راوی فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو جنت کے لیے پیدا فرماتے ہیں تو اس کو جنت والوں کے کام میں لگا دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ جنت والوں کے اعمال میں عمل کرتے ہوئے وفات پا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرما دیتے ہیں اور جب کسی بندے کو دوزخ کے لیے پیدا فرماتے ہیں تو اسے دوزخیوں کے کاموں میں لگا دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ دوزخیوں کے اعمال میں سے کسی عمل پر مر جاتا ہے اور پھر اسے اس کی وجہ سے دوزخ میں داخل فرما دیتے ہیں۔

۱۱- شکمِ مادر میں انسان کی پرورش

حدیث :- تم میں سے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں پرورش پاتا ہے :

[1] امام بخاری نے اپنی صحیح میں بہت سے مقامات پر ذکر کیا ہے چنانچہ بدءالخلق کے باب ذکر الملائکۃ (۴-۱۱۱) اور باب خلق آدم (۴-۱۳۳) اور کتاب القدر کے باب القدر (۸-۱۲۲) اور کتاب التوحید کے باب قول اللہ تعالیٰ : ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین (۹-۱۳۵) میں تخریج کی ہے ہم یہ حدیث کتاب التوحید سے نقل کر رہے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں : ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صادق و مصدوق ہیں یہ بیان فرمایا ماں کے پیٹ میں تم میں سے ہر شخص کی پرورش کو چالیس دن و چالیس رات یا چالیس رات (نطفہ کی شکل) میں جمع کیا جاتا ہے۔ پھر وہ جمے ہوئے خون کی طرح بن جاتا ہے، پھر وہ گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہو جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس

ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کو چار کلمات کی اجازت دی جاتی ہے، چنانچہ اس کا رزق [1]، عمر، اعمال، اور نیک بخت یا بدبخت ہونے کے بارے میں لکھ دیتا ہے، پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے

---

[1] یعنی ہر وہ چیز جس سے آئندہ فائدہ اٹھائے گا خواہ وہ علم ہو یا رزق، حلال ہو یا حرام، کم ہو یا زیادہ، اسی طرح عمر کے بارے میں لکھ دیا جاتا ہے کہ کتنی عمر ہوگی طویل ہوگی یا مختصر اعمال صالح کرے گا یا بداعمالیاں، اور یہ کہ بدبخت بنے گا یا نیک بخت۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعمال ظاہرہ خواہ نیکیاں ہوں یا گناہ یہ صرف نشانیاں اور امارات ہیں، انجام کیا ہوگا اس کا مدار اللہ جل شانہ کے اس ازلی فیصلہ پر ہے جو پہلے سے ہو چکا اور تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔ یہ حصہ قسطلانی کی شرح سے لیا گیا ہے۔

نووی کی شرح مسلم میں ہے کہ حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کو ایک سو بیس دن پورے ہونے کے بعد بھیجا جاتا ہے، اس کے بعد والی روایت میں ہے کہ نطفہ کے رحم مادر میں استقرار کے چالیس یا بیتالیس یوم بعد فرشتہ آتا ہے اور ایک روایت میں چالیس دن کا ذکر ہے، اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نطفہ رحم مادر میں چالیس رات پڑا رہتا ہے پھر فرشتہ آتا ہے، ایک روایت میں چالیس سے کچھ اوپر دن کا ذکر ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ جل شانہ نے ایک فرشتہ کو رحم مادر مقرر کر رکھا ہے وہ کہتا ہے اے رب اب نطفہ ہے، اے رب اب جما ہوا خون بن گیا ہے۔ اے رب اب لوتھڑا بن گیا ہے۔

علماء کرام نے ان روایات میں تطبیق اس طرح دی ہے کہ فرشتہ رحم مادر پر مقرر

تم میں سے ایک شخص جنت والوں کے اعمال کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی قسمت کا لکھا ہوا اس پر سبقت لے جاتا ہے اور وہ دوزخ والوں کے کام کرلیتا ہے اور دوزخ میں داخل ہوجاتا ہے، اور تم میں سے ایک شخص دوزخ والوں کے سے کام کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب دوزخ اور اس کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو تقدیر کا لکھا ہوا فیصلہ سبقت کر جاتا ہے اور وہ جنت والے کام کرلیتا ہے اور جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ [۳]

ہے وہ نطفہ کے احوال پر نظر رکھتا ہے اور ہر موقع پر اللہ جل شانہ سے اس کے نطفہ، جما ہوا خون اور لوتھڑا وغیرہ کا تذکرہ کرتا ہے۔

علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ روح چار ماہ بعد پھونکی جاتی ہے۔

رزق، عمر، بدبختی و نیک بختی لڑکا یا لڑکی وغیرہ ہونا اس سے مراد یہ ہے کہ فرشتے کو اس وقت بتایا جاتا ہے اور اسے ان چیزوں کے لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اللہ جل شانہ کے علم میں چیزیں ازل سے ہیں۔

[۳] اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی نادراً لوگوں میں ایسا بھی ہوجاتا ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسا کثرت سے ہوتا ہے، ویسے یہ اللہ جل شانہ کا فضل اور رحمت ہے کہ ایسا کثرت سے ہوتا ہے کہ لوگ برائی سے نیکی کی طرف آجاتے ہیں لیکن ایسا شاذونادر ہی کبھی ہوتا ہے کہ لوگ نیکی سے برائی اور خیر سے شر کی طرف منتقل ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل فیصلہ تقدیر الٰہی کا ہے اور یہ کہ توبہ سے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

(۱۰۱) بعض روایات میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں کہ: بخدا تم میں سے ایک شخص یا ایک آدمی، اور بعض روایات میں یہ الفاظ ہیں: سوائے ایک ہاتھ یا دو ہاتھ کے، اور بعض میں یہ الفاظ ہیں: سوائے دو پھیلائے ہوئے ہاتھوں کے درمیان کے فاصلہ کے اور بعض روایتوں میں جنت کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔

★★★★

اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں باب فی القدر (۱-۱۰-۲۱) میں سندِ متصل کے ساتھ اس طرح ذکر کیا ہے۔

★★★★

(۱۰۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم سے صادق و مصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص کی پرورش اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس روز تک (نطفہ کی شکل میں) کی جاتی ہے پھر اتنے ہی روز جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے پھر اتنی ہی مدت گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتے ہیں اور اسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے، فرماتے ہیں۔ اس کے عمل، مدتِ مقررہ (موت کا وقت) رزق، اور بدبخت یا نیک بخت ہونے کو لکھو، پس قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے ایک شخص جنت والوں کے سے کام کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کے لیے لکھا ہوا فیصلہ غالب

آجاتا ہے اور وہ دوزخ والوں کا سا کام کر لیتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے، اور تم میں سے ایک شخص دوزخ والوں کا سا کام کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فیصلہ رہ جاتا ہے تو اس کے بارے میں لکھی ہوئی تقدیر غالب آجاتی ہے اور وہ جنت والوں کے کام کر لیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے

★★★★

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں متعدد روایات کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا ہے جنہیں ان میں مذکورہ بہت سے فوائد کی وجہ سے ہم آئندہ صفحات میں ذکر کر رہے ہیں، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ (۱۰-۱۹) حاشیہ قسطلانی میں ہے:

(۱۰۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور وہ صادق و مصدوق ہیں کہ: تم میں سے ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس روز تک (نطفہ کی شکل میں) جمع رکھا جاتا ہے، پھر اتنی ہی مدت جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے پھر اتنے ہی دن گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رحم میں رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتے ہیں جو اس میں روح پھونک دیتا ہے، اور اس کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے، اس کے رزق، موت کے وقت، عمل اور نیک بخت ہونے یا بدبخت کے بارے میں، پس قسم ہے اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے ایک شخص جنت والوں کے سے اعمال کرتا ہے یہاں تک

کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے اور اس پر اس کی تقدیر کا لکھا ہوا سبقت لے جاتا ہے اور وہ دوزخ والوں کا سا عمل کر کے دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے، اور تم میں سے ایک شخص دوزخ والے کام کرتا ہے یہاں تک کہ جب اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس کی تقدیر کا لکھا سبقت لے جاتا ہے اور وہ جنت والوں کے عمل کو کر لیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

★★★★

(۱۰۴) وکیع کی حدیث میں ہے: تم میں سے ہر شخص کی پیدائش (نطفہ کی شکل میں) ماں کے پیٹ میں چالیس رات تک رہتی ہے، اور جریر وعیسیٰ کی حدیث میں: چالیس دن تک کا لفظ ہے۔

★★★★

(۱۰۵) اس طرح شعبہ کے ذریعہ جو حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں بھی بجائے چالیس دن کے چالیس رات کا لفظ ہے۔

(۱۰۶) حضرت حذیفہ بن أبی اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نطفہ جب رحم میں استقرار پکڑ لیتا ہے تو اس کے چالیس یا پینتالیس رات بعد فرشتہ داخل ہوتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! کیا یہ بدبخت ہے یا نیک بخت؟ اس کو لکھا دیا جاتا ہے، وہ کہتا ہے: اے رب! کیا لڑکا ہے یا لڑکی؟ اس کا عمل بھی لکھا دیا جاتا ہے اور اس کی مدت، موت اور

رزق بھی، پھر صحیفوں کو لپیٹ دیا جاتا ہے اور نہ ان میں کوئی اضافہ ہوتا ہے نہ کوئی کمی کی جاتی ہے۔

★★★★

اور صحیح مسلم ہی میں (۲-۱۰۴) حاشیہ قسطلانی میں ہے:

(۱۰۷) عامر بن واثلہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا ہے: بدبخت شخص وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں بدبخت ہو اور نیک بخت وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے، چنانچہ وہ (یعنی عامر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک صحابی (جنہیں حذیفہ بن اسید غفاری کہا جاتا ہے) کے پاس آئے اور انہیں حضرت ابن مسعود کا یہ قول بتلایا، انہوں نے فرمایا: بغیر کسی عمل کے کوئی شخص بدبخت کیسے بن سکتا ہے؟ ان سے ان صاحب نے کہا: کیا آپ کو اس پر کوئی تعجب ہے؟ میں نے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے آپ نے فرمایا: جب نطفہ پر بیالیس راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتے ہیں وہ اس کی شکل و صورت بنا دیتا ہے اور اس کے کان، آنکھ، کھال، گوشت اور ہڈیاں بنا دیتا ہے، پھر وہ یہ کہتا ہے: اے میرے پروردگار! کیا یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ چنانچہ آپ کا رب جو چاہتا ہے فیصلہ کر دیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے، پھر کہتا ہے: اے رب! اس کی زندگی کی مدت کتنی ہے؟ آپ کا رب جو چاہتا ہے وہ فرما دیتا ہے اور فرشتہ لکھ لیتا ہے، پھر فرشتہ اس صحیفہ کو ہاتھ میں لے کر وہاں سے نکل جاتا ہے۔

وہ نہ کسی چیز میں زیادتی کرتا ہے اور نہ کسی چیز میں کمی۔

★★★★

(۱۰۸) اور امام مسلم رحمہ اللہ اس باب میں یہ حدیث بھی ذکر کرتے ہیں: ابو الطفیل سے مروی ہے کہ میں ابو سریحہ حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ان دونوں کانوں سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: نطفہ چالیس رات تک رحم میں رہتا ہے پھر فرشتہ اس کی تصویر بناتا ہے، زہیر کہتے ہیں، میرا خیال ہے یہ فرمایا: وہ فرشتہ جو اس کی دیکھ بھال کرتا ہے وہ کہتا ہے: اے رب! کیا یہ لڑکا ہے یا لڑکی؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو لڑکا یا لڑکی بنا دیتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے: اے رب! کیا تام الخلقت ہوگا یا ناتمام؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو درست تام یا ناتمام بنا دیتے ہیں، پھر وہ کہتا ہے: اے رب! اس کا رزق کیا ہوگا؟ اس کی موت کا وقت کیا ہوگا؟ اس کے اخلاق کیسے ہوں گے؟ پھر اللہ تعالیٰ اس کو بدبخت یا نیک بخت بنا دیتے ہیں۔

★★★★

(۱۰۹) ایک روایت میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک فرشتہ کو رحم مادر پر مقرر کیا گیا ہے، جب اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے کچھ پیدا کرنا چاہتے ہیں چالیس سے کچھ اوپر راتیں، پھر دوسروں کی حدیث کی طرح الفاظ نقل کیے ہیں۔

(۱۱۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں مرفوع حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو رحم پر مقرر

فرما دیا ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے: اے میرے پروردگار! اب یہ نطفہ ہے، اے رب! اب یہ جما ہوا خون بن گیا ہے، اے رب! اب گوشت کا لوتھڑا بن گیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ جب یہ چاہتے ہیں کہ کسی مخلوق کو پیدا کرنے کا فیصلہ فرمائیں، فرماتے ہیں: فرشتہ کہتا ہے: اے رب! لڑکا ہے یا لڑکی؟ بدبخت ہے یا نیک بخت؟ رزق کیا ہے؟ وقتِ مقررہ کیا ہے؟ چنانچہ اسی طرح سب اس کے ماں کے پیٹ میں ہوتے ہوئے لکھ دیا جاتا ہے۔

۱۲- قرابت و رشتہ داری سے اللہ جل شانہ کا خطاب

اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب التفسیر کے باب وتقطعوا أرحامکم (۶-۱۳۴) پر ذکر کیا ہے۔

(۱۱۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، پھر جب اسے پیدا فرما چکے تو رحم (قرابت) کھڑی ہوئی اور ذاتِ باری کے حقو (ازار یا کوکھ کو کہا جاتا ہے جسے پکڑ کر فریاد کا طالب فریاد کیا کرتا ہے)[1] کو پکڑ لیا، اللہ جل شانہ نے اس سے فرمایا: کیا بات ہے؟ اس نے عرض کیا: یہ مقام ہے اس کا جو آپ کے ذریعے سے قطع رحمی سے پناہ مانگے، فرمایا: کیا تم اس بات سے خوش نہ ہوگی کہ جو صلہ رحمی کرے میں اسے جوڑے رکھوں اور جو تمہیں توڑ دے اسے توڑ دوں؟ اس نے عرض کیا: کیوں نہیں اے رب! فرمایا: میں تم سے یہ وعدہ کرتا ہوں، حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: اگر آپ لوگ چاہیں تو استشہاد کے لیے یہ آیت پڑھ لیں:

---

[1] علامہ بیضاوی نے فرمایا ہے: پناہ کا طالب اس شخص کی کوکھ، چادر یا ازار

«فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ»

سورۃ محمد - ٢٢

اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم لوگ دنیا میں فساد مچا دو گے اور آپس میں قطع قرابت کر لو گے۔

★★★★

کے کنارے کو پکڑ لیتا ہے جس سے مدد کا طالب ہوتا ہے جس سے گویا اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ اس کی اس طرح حفاظت کی جائے اور اسے مصیبت سے بچایا جائے۔ جس طرح انسان اپنی ازار اور چادر کے نیچے کے حصّے کی حفاظت کرتا ہے جو اس سے قطعاً جدا اور الگ نہیں ہو سکتا۔

علامہ طیبی لکھتے ہیں کہ یہ علی سبیل المثال استعارہ کے طور پر ذکر کیا گیا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں کہ فی الجملہ صلہ رحمی واجب اور قطع رحمی گناہ ہے اور صلہ رحمی کے مختلف درجات ہیں بعض بعض سے برتر و اعلیٰ ہیں، حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آتا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ جس گناہ کا فوری عذاب دیتے ہیں وہ بغاوت و قطع رحمی ہے، اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہوگا جو ان کو دنیا میں دیا جائے گا، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص کو اس بات سے خوشی ہوتی ہو کہ اس کی عمر طویل ہو اسے صلہ رحمی کرنا چاہئے۔

★★★★

(١١٢) بخاری کے اس باب کی ایک روایت میں جو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے یہ آتا ہے: پھر حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: (فھل عسیتم)

★★★★

امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب التوحید اور کتاب الادب میں اور امام مسلم نے ادب اور نسائی نے تفسیر میں ذکر کیا ہے۔

★★★★

(١١٣) اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے آپ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں اللہ ہوں، میں رحمان ہوں، میں نے رحم کو پیدا کیا ہے اور اس کا نام اپنے نام (رحمٰن) سے بنایا ہے، جو اسے جوڑ کر رکھے گا میں اسے جوڑے رکھوں گا اور جو اسے توڑ دے گا میں اسے توڑ دوں گا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے۔

(١١٤) اس کو امام ابوداود رحمہ اللہ نے بھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا آپ فرماتے ہیں: اللہ جل شانہ نے فرمایا: میں رحمٰن ہوں، یہ رحم (قرابت)،

ہے جس کا نام میں نے اپنے نام سے بنایا ہے، جو صلہ رحمی کرے گا میں اس پر رحم کروں گا اور جو قطع رحمی کرے گا میں اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا، یہ حدیث ابوداؤد کے باب فی صلۃ الرحم (۲-۷۷) پر مذکور ہے۔

۱۳- نماز

پانچوں نمازوں کا فرض ہونا اور اسراء و معراج

یہ حدیث امام بخاری نے باب کیف فرضت الصلاۃ فی الإسراء (۱-۸، ۹۷) پر ذکر کی ہے:

(۱۵۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ یہ بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مکہ میں میرے گھر کی چھت میں سوراخ کیا گیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے، میرے سینہ کو چاک کیا، پھر اسے زمزم کے پانی سے دھویا، پھر سونے کا[1] ایک طشت لائے جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا، اسے میرے سینے میں انڈیل دیا، پھر سینہ بند کر دیا، پھر میرا ہاتھ تھاما اور مجھے آسمانِ دنیا پر لے گئے، میں جب آسمانِ دنیا کے پاس پہنچا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کے دربان

---

[1] یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب سونے کے برتن استعمال کرنے کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

سے فرمایا: کھولو، انہوں نے پوچھا کون ہے؟ فرمایا: جبریل، پوچھا، کیا آپ کے ساتھ کوئی اور ہے؟ فرمایا: جی ہاں! میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، انہوں نے پوچھا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا: جی ہاں، جب انہوں نے (دروازہ) کھول دیا تو ہم آسمانِ دنیا سے اوپر گئے، کیا دیکھا ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان کے دائیں جانب بہت سے لوگ ہیں اور ان کی بائیں جانب بھی بہت سے لوگ ہیں، وہ جب دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنس دیتے ہیں[1]، اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو رونے لگتے ہیں، انہوں نے دیکھتے ہی کہا: اے صالح نبی اور نیک بیٹے! خوش آمدید، میں نے حضرت جبریل سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں! انہوں نے فرمایا: یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں والے اشخاص ان کی اولاد کی روحیں ہیں، ان میں سے جو دائیں طرف ہیں وہ جنت والے ہیں اور بائیں طرف دوزخ والے ہیں، یہ جب دائیں طرف والوں کو دیکھتے ہیں تو ہنسنے لگتے ہیں، اور جب بائیں طرف والوں کو دیکھتے ہیں تو رونے لگتے ہیں، پھر مجھے دوسرے آسمان پر لے گئے، اور اس کے دربان سے فرمایا: کھولو، اس کے دربان نے بھی وہی سوال کیا جو پہلے والے نے کیا تھا۔ اور پھر دروازہ کھول دیا۔

حضرت انس نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تذکرہ

[1] یعنی اپنی جنتی اولاد کو دیکھ کر خوشی سے ہنس دیتے ہیں اور جہنمی اولاد کو دیکھ کر افسوس کی وجہ سے رونے لگتے ہیں۔

فرمایا کہ آپ نے آسمانوں پر حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ، اور حضرت ابراہیم علیہم الصلاۃ والسلام سے ملاقات کی، البتہ یہ صراحت نہ کی کہ کون کس آسمان پر تھا، البتہ یہ ذکر فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام آسمانِ دنیا پر تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چھٹے آسمان پر[1]

حضرت انس نے فرمایا: جب حضرت جبریل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا صالح نبی و صالح بھائی کو خوش آمدید! میں نے پوچھا: یہ کون صاحب ہیں، انہوں نے فرمایا: یہ حضرت ادریس ہیں، پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے فرمایا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید! میں نے پوچھا: یہ کون صاحب ہیں؟ فرمایا: یہ حضرت عیسیٰ ہیں، پھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ انہوں نے فرمایا: خوش آمدید! نیک نبی اور نیک بیٹے کو، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔

[1] حضرت انس رضی اللہ عنہ کی جو روایت بخاری و مسلم مالک بن صعصعہ سے روایت کرتے ہیں اس میں یہ آتا ہے کہ آسمانِ دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، دوسرے پر حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے، چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام سے، پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام، اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے۔

ابن شہاب نے کہا: مجھے ابن حزم نے خبر دی ہے کہ حضرت ابن عباس اور ابو حبہ الضاری رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر مجھے اوپر لیجایا گیا حتیٰ کہ میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں مجھے قلم چلنے کی آواز آنے لگی، ابن حزم نے کہا، حضرت انس نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: پھر اللہ جل شانہ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں، میں وہاں سے واپس ہوا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا: اللہ جل شانہ نے آپ کی امت پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں۔ میں نے عرض کیا: پچاس نمازیں، انہوں نے فرمایا: اپنے پروردگار کے پاس واپس جائیے اس لیے کہ آپ کی امت اتنی نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی، چنانچہ میں واپس گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ایک حصہ کم فرما دیا[1] میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا: ایک حصہ اللہ جل شانہ نے مجھ سے ساقط فرما دیا ہے، انہوں نے فرمایا: اپنے پروردگار کے پاس جائیے، آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، میں نے پھر مراجعت کی، اور اللہ جل شانہ نے مجھ سے اس کا ایک حصہ ساقط کر دیا،

---

[1] یہ حصہ جو معاف کیا گیا وہ پانچ نمازیں تھیں، قسطلانی کہتے ہیں: مالک بن صعصعہ کی روایت میں یہ ہے کہ مجھ سے دس نمازیں ساقط کر دیں، اور ثابت کی روایت میں ہے کہ مجھ سے پانچ نمازیں کم کر دیں، اور اس روایت میں ہے کہ یہ کمی پانچ پانچ کر کے ہوئی تھی۔

میں پھر آیا، انہوں نے پھر فرمایا: اپنے پروردگار سے مراجعت کیجئے اس لیے کہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، میں نے اللہ جل جلالہ سے پھر مراجعت کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ پانچ نمازیں ہیں اور ان پر پچاس نمازوں کا اجر ملے گا[1] میرے یہاں بات میں تبدیلی نہیں ہوتی، میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا انہوں نے فرمایا: اپنے رب سے مراجعت کیجئے، میں نے عرض کیا اب مجھے اپنے پروردگار سے شرم آنے لگی ہے پھر مجھے لیجایا گیا حتیٰ کہ مجھے سدرۃ المنتہیٰ[2] پہنچا دیا گیا، اس کو ایسے رنگ برنگے (پردانوں) نے ڈھانپا ہوا تھا کہ مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ وہ کیا ہیں، پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا میں نے کیا دیکھا کہ وہاں موتیوں کی لڑیاں ہیں[3] اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔

فرضیت نماز کی حدیث از صحیح مسلم

ملاحظہ ہو باب الإسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفرض الصلوات (۲-۵۳) حاشیہ قسطلانی۔

---

[1] یعنی پانچ نمازیں پڑھنے پر پچاس نمازیں پڑھنے کا ثواب ملے گا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، جو شخص کوئی نیکی کرے گا اسے دس گنہ ثواب ملے گا۔

[2] یہ مقام سب آسمانوں کے اوپر ہے اور اس کو منتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ فرشتوں کا علم یہاں پر منتہی ہو جاتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی اس مقام سے آگے نہ بڑھ سکا، یا منتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ شہیدوں کی ارواح یہاں پہنچتی ہیں۔

[3] بعض روایات میں یہ آتا ہے کہ وہاں موتیوں کے قبے بنے ہوئے ہیں۔

(۱۱۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس براق[1] لائی گئی جو سفید رنگ کا طویل سا جانور ہے گدھے سے بڑا خچر سے چھوٹا، وہ اپنا پاؤں وہاں رکھتا تھا جہاں نگاہ کی منتہی ہو، فرمایا: پھر میں اس میں سوار ہوا یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچا، فرمایا: میں نے اس براق کو اس کڑے سے باندھ دیا[2] جہاں اس کو انبیاء کرام علیہ السلام باندھا کرتے تھے، فرمایا: پھر میں مسجد میں داخل ہوا، میں نے وہاں دو رکعات پڑھیں، پھر وہاں سے نکلا، حضرت جبریل علیہ السلام ایک برتن شراب کا لے آئے اور ایک برتن دودھ کا، میں نے دودھ کو پسند کیا، حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا: آپ نے صحیح فطرت کو پسند کیا[3]

[1] یہ وہ سواری ہے جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسراء والی رات سوار ہوئے تھے، علامہ زبیدی "مختصر العین" میں اور صاحب "تحریر" کہتے ہیں کہ یہ وہ سواری ہے جس پر انبیاء علیہم السلام سوار ہوتے تھے، علامہ نووی کہتے ہیں: یہ ثابت کرنے کے لیے کسی صحیح حدیث کی ضرورت ہے اس کو براق یا تو تیز رفتاری کی وجہ سے کہتے ہیں یا صاف ستھرا اور چمکدار ہونے کی وجہ سے۔

[2] انبیاء علیہم السلام کا اس کو کڑے سے باندھنا احتیاط اور اسباب کے اختیار کرنے کے قبیل سے ہے اور اگر اللہ جل شانہ پر بھروسہ و اعتماد ہو تو اسباب کا اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔

[3] آپ سے کہا گیا، دونوں برتنوں میں سے جسے چاہیں پسند کر لیں، آپ کے دل میں یہ ڈالا گیا کہ دودھ کا برتن منتخب کریں، فطرت کی تفسیر اسلام و استقامت سے کی گئی ہے اور دودھ اس کی علامت ہے اس معنی کر کہ وہ عمدہ، خوش ذائقہ مزے دار اور مفید ہوتا ہے برخلاف شراب کے کہ وہ برائیوں کی جڑ اور گناہوں کا ذریعہ ہے

پھر ہمیں آسمان پر لے جایا گیا، حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوانا چاہا، ان سے پوچھا گیا: کون ہیں؟ فرمایا: جبریل[1]، پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا: جی ہاں ان کو بلایا گیا ہے، چنانچہ ہمارے لیے اسے کھول دیا گیا، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ میں حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس ہوں، انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعاء خیر کی[2]

پھر ہمیں دوسرے آسمان پر لیجایا گیا، حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوانا چاہا، پوچھا گیا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا: جبریل، پوچھا آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم،

[1] اس میں اجازت طلب کرنے والے کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اگر یہ پوچھا جائے کہ کون ہے؟ تو اس کا جواب یہ نہیں دینا چاہیے کہ میں ہوں بلکہ اپنا نام بتانا چاہیے، نام کے بجائے میں کہنے سے نہ تو سوال کرنے والے کا مقصد حاصل ہوگا اور نہ یہ شخص اپنی پہچان کرا سکے گا، حدیث میں بھی اس کی ممانعت آئی ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اجازت طلب کرنا مستحب ہے۔

[2] اس سے معلوم ہوا کہ باکمال لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملنا اور انہیں خوش آمدید کہنا چاہیے ان سے اچھے انداز سے گفتگو کرنا چاہیے اور ان کے لیے دعا کرنا چاہیے خواہ وہ اس سے افضل کیوں نہ ہوں، ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ منہ پر کسی کی تعریف کر سکتے ہیں بشرطیکہ اس سے اس کے فتنہ میں پڑنے اور عجب و تکبر میں مبتلا ہونے کا ڈر نہ ہو۔

پوچھا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا: جی ہاں! انہیں بلایا گیا ہے، چنانچہ ہمارے لیے دروازہ کھلا، میں نے کیا دیکھا کہ میں خالہ زاد بھائی حضرت عیسٰی بن مریم اور حضرت یحیٰی بن زکریا علیہما السلام کے پاس ہوں، ان دونوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعاءِ خیر کی، پھر ہمیں تیسرے آسمان پر لے گئے حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا، سوال ہوا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: جبریل، پوچھا: آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا: کیا ان کو بلوایا گیا ہے؟ فرمایا: ان کو بلوایا گیا ہے، چنانچہ ہمارے لیے دروازہ کھلا تو کیا دیکھا کہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہوں، ان کو حسن کا ایک بڑا حصہ دیا گیا ہے، فرمایا: انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی۔

پھر ہمیں چوتھے آسمان پر لے گئے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا، ان سے پوچھا گیا: کون ہے؟ فرمایا: جبریل، پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا ان کو بلوایا گیا ہے؟ فرمایا: انہیں بلوایا گیا ہے، چنانچہ اس نے ہمارے لیے دروازہ کھول دیا، میں نے کیا دیکھا کہ میں حضرت ادریس علیہ السلام کے ساتھ ہوں، انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعاءِ خیر کی۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:

«وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا» اور ہم نے انہیں بلند مرتبہ تک پہنچایا۔ (مریم-۵۷)

پھر ہمیں پانچویں آسمان پر لیجایا گیا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا، پوچھا گیا: کون ہے؟ فرمایا: جبریل، پوچھا: آپ

کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا: کیا ان کو بلوایا گیا ہے؟ فرمایا: جی ہاں بلایا گیا ہے، ہمارے لیے دروازہ کھول دیا میں نے کیا دیکھا کہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ ہوں، انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لیے دعائے خیر کی، پھر ہمیں چھٹے آسمان پر لے گئے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوایا، پوچھا: کون ہے؟ فرمایا: جبریل، پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا: جی ہاں! انہیں بلایا گیا ہے، چنانچہ انہوں نے ہمارے لیے دروازہ کھول دیا، میں نے کیا دیکھا کہ میں حضرت موسٰی علیہ السلام کے پاس ہوں، انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعاءِ خیر کی۔

پھر ہمیں ساتویں آسمان پر لے گئے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلوانا چاہا، پوچھا گیا: کون ہے؟ فرمایا: جبریل، پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ فرمایا: جی ہاں! بلایا گیا ہے۔ چنانچہ ہمارے لیے دروازہ کھول دیا، میں نے کیا دیکھا کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہوں، انہوں نے بیتِ معمور سے ٹیک لگائی ہوئی ہے۔[1] اور ان کے پاس روزانہ ستر ہزار ایسے فرشتے داخل ہوتے ہیں جو ان کے پاس دوبارہ لوٹ کر پھر کبھی نہیں آتے، پھر سدرۃ المنتہیٰ[2]

---

[1] قاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ قبلہ کی طرف پیٹھ کر سکتے ہیں اور ٹیک لگا سکتے ہیں۔

[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مفسرین فرماتے ہیں: اسے سدرۃ المنتہیٰ

کے پاس لیجایا گیا، اس کے پتے ہاتھی کے کان کے برابر اور اس کا پھل مٹکے کے برابر تھا[1] فرمایا: جب اس کو اللہ جل شانہ کے حکم سے ڈھانپنے والی چیز نے ڈھانپ لیا، تو وہ متغیر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے حسن وجمال کی تصویر کشی نہیں کر سکتا۔

پھر اللہ جل شانہ کو جو وحی بھیجنا تھی وہ مجھ پر نازل فرمائی، اور مجھ پر روزانہ دن و رات میں پچاس نمازیں فرض کیں، پھر میں وہاں سے اترا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پوچھا: آپ کے پروردگار نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: پچاس نمازیں، انہوں نے فرمایا: اپنے رب کے پاس جا کر تخفیف کا سوال کیجئے، اس لیے کہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی ہے، میں بنو اسرائیل کو آزما چکا اور ان کا امتحان لے چکا

اس لیے کہتے ہیں کہ اس مقام پر فرشتوں کا علم منتہی ہو جاتا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اس سے آگے نہیں گیا، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسے سدرۃ المنتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کے اوپر سے آنے والے احکام اس کے پاس پہنچتے ہیں اور نیچے کی طرف والے بھی اس تک منتہی ہوتے ہیں۔

[1] روایت میں آتا ہے کہ اگر اس بیری کے درخت کے سایہ کے نیچے سوار آدمی ستر سال تک چلتا رہے تب بھی اس کا سایہ ختم نہ ہو، اور فرمایا: اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو "وظل ممدود" اور وہ سایہ جو دراز ہوگا اس درخت کے پھل اتنے بڑے مٹکے کے برابر ہوں گے جس میں دو سے زیادہ مشک پانی آسکے۔

ہوں، فرمایا: میں اپنے رب کے پاس گیا اور عرض کیا: اے میرے پروردگار! میری امت پر تخفیف فرما دیجئے، چنانچہ اللہ جل شانہ نے مجھ سے پانچ نمازیں ساقط فرما دیں، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کیا: کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں، انہوں نے فرمایا: آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی اس لیے آپ اپنے رب کے پاس جائیے اور ان سے تخفیف کا سوال کیجئے فرمایا: میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان اسی طرح چکر لگاتا رہا یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! یہ دن رات میں پانچ نمازیں ہیں اور ہر نماز پر دس نمازوں کا اجر وثواب ملے گا، اسی طرح یہ پچاس نمازیں بن جائیں گی، اور جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اسے نہ کر سکے تو اس کو ایک نیکی کرنے کا اجر ملتا ہے، اور اگر اسے کرلے تو اسے دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے، اور جو شخص کسی برائی کا ارادہ کرے اور اسے نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا، اور اگر اسے کرلے تو صرف ایک گناہ لکھا جاتا ہے، فرمایا: میں وہاں سے اترا یہاں تک کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں یہ بتلا دیا، انہوں نے فرمایا: اپنے رب کے پاس جائیے اور ان سے تخفیف وکمی کا سوال کیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے کہا: میں اپنے پروردگار کے پاس بار بار جا چکا اب تو مجھے شرم آنے لگی ہے۔

★★★★

نمازوں کی فرضیت سے متعلق احادیث

سنن نسائی کی کتاب الصلاۃ (۱-۲۱) سے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند میں ناقلین کے اختلاف کا ذکر کرکے فرمایا:

****

(۷۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس دوران کہ میں بیت اللہ کے قریب کچھ سویا کچھ جاگتا تھا کہ تین میں سے ایک صاحب جو دو آدمیوں کے درمیان تھے[1] وہ میری طرف آئے، پھر میرے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان وحکمت سے لبریز تھا، اور گلے سے پیٹ کے نرم و پتلے حصے تک چاک کیا اور دل کو زمزم کے پانی سے دھویا، پھر اس (دل) میں ایمان وحکمت بھر دی گئی، پھر میرے پاس ایک سواری لائی گئی جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی، پھر میں حضرت جبریل (علیہ السلام) کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور ہم آسمان دنیا پر پہنچے، تو سوال ہوا: کون ہے؟ فرمایا: جبریل، پوچھا: اور آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا:

---

[1] روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس حضرت جبریل و اسرافیل علیہما السلام تشریف لائے اور ان کے ساتھ ایک فرشتہ اور بھی تھا، یہ تینوں انسانی شکل میں تھے، ان میں سے ایک آپ کی طرف متوجہ ہوا۔

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، پوچھا: کیا ان کو طلب کیا گیا ہے؟ ان کی آمد پر خوش آمدید، اور وہ بہت باعزت طریقے سے آئے ہیں، چنانچہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا، انہیں سلام کیا، انہوں نے فرمایا: اے بیٹا و نبی خوش آمدید!

پھر ہم دوسرے آسمان پر آئے پوچھا گیا: کون ہے؟ فرمایا: جبریل، پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چنانچہ یہاں بھی ویسا ہی ہوا، میں حضرت یحیی و عیسی علیہما السلام کے پاس حاضر ہوا۔ ان دونوں حضرات کو سلام کیا، ان دونوں نے فرمایا: اے برادر و نبی خوش آمدید، پھر ہم تیسرے آسمان پر آئے، پوچھا: کون ہے؟ فرمایا: جبریل، پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، پھر وہی سوال جواب ہوا، میں حضرت یوسف (علیہ السلام) کے پاس حاضر ہوا، انہیں سلام کیا، انہوں نے فرمایا: اے برادر و نبی خوش آمدید! پھر ہم چوتھے آسمان پر آئے، وہاں بھی یہی سوال جواب ہوا، میں حضرت ادریس (علیہ السلام) کے پاس حاضر ہوا انہیں سلام کیا انہوں نے فرمایا: خوش آمدید اے برادر و نبی! پھر ہم پانچویں آسمان پر آئے وہاں بھی وہی سوال جواب ہوا، میں حضرت ہارون (علیہ السلام) کے پاس حاضر ہوا[1] انہیں سلام کیا، انہوں نے فرمایا:

---

[1] یعنی پانچویں آسمان پر اور یہ روایت اس سے زیادہ صحیح ہے جس میں آتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام چوتھے آسمان پر تھے اور حضرت ادریس علیہ السلام پانچویں آسمان پر، لہذا صحیح روایت کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام چوتھے آسمان پر تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام پانچویں آسمان پر۔ واللہ اعلم

خوش آمدید اے برادر و نبی!

پھر ہم چھٹے آسمان پر آئے، وہاں بھی حسب سابق مکالمہ ہوا، پھر میں حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس حاضر ہوا، انہیں سلام کیا، انہوں نے فرمایا: خوش آمدید اے برادر نبی! میں جب ان کے پاس سے آگے بڑھا تو وہ رونے لگے، ان سے پوچھا گیا: آپ کو کس بات نے رلا دیا ہے؟ فرمایا: اے رب! یہ نوجوان جن کو آپ نے میرے بعد مبعوث فرمایا ہے ان کی امت میری امت سے زیادہ تعداد میں جنت میں جائے گی اور افضل ہوگی، پھر ہم ساتویں آسمان پر آئے، وہاں بھی وہی سوال جواب ہوا، میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس حاضر ہوا، انہیں سلام کیا، انہوں نے فرمایا: خوش آمدید اے بیٹے اور نبی! پھر میرے سامنے بیت معمور کو بلند کیا گیا جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں وہ جب وہاں سے ایک مرتبہ نکل کر باہر آتے ہیں تو دوبارہ اس میں پھر کبھی نہیں آسکیں گے، پھر میرے سامنے سدرۃ المنتہیٰ کو کیا گیا، میں نے کیا دیکھا کہ اس کے بیر ایسے بڑے بڑے ہیں جیسے مقام ہجر کے مٹکے، اور اس کے پتے ہاتھی کے کان کے برابر ہیں، اور اس کی جڑ میں چار نہریں ہیں، دو نہریں مخفی ہیں اور دو نہریں ظاہری ہیں، مخفی نہریں جنت میں ہیں، اور ظاہری نہریں دریائے نیل اور فرات ہیں۔

پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، میں حضرت موسیٰ کے پاس آیا، انہوں نے پوچھا: کیا کیا؟ میں نے کہا: مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں، انہوں نے فرمایا: میں آپ سے زیادہ لوگوں کو جانتا ہوں،

میں نے بنی اسرائیل کو خوب تربیت دی اور مشق کرائی تھی، آپ کی امت اس کو ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی ہے، اس لیے آپ اپنے پروردگار کے پاس واپس جائیے اور ان سے تخفیف کی درخواست کیجیے، چنانچہ میں اپنے پروردگار کے پاس گیا اور تخفیف کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو چالیس کر دیا، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا، انہوں نے پوچھا: کیا کیا؟ میں نے کہا: چالیس کر دی ہیں: انہوں نے مجھ سے پھر وہی پہلی والی بات کہی، چنانچہ میں پھر اللہ جل شانہ کے پاس گیا تو اللہ جل شانہ نے تیس نمازیں کر دیں، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہیں بتلایا، تو انہوں نے مجھ سے وہی پہلی والی بات کہی، میں پھر اللہ جل شانہ کے پاس گیا، اللہ تعالیٰ نے بیس نمازیں کر دیں پھر دس کر دیں پھر پانچ کر دیں، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، انہوں نے پھر وہی پہلی والی بات دہرائی تو میں نے عرض کیا: اب اللہ جل شانہ کے پاس مراجعت کرتے ہوئے مجھے شرم آنے لگی ہے، چنانچہ یہ ندا دی گئی کہ میں نے اپنے فریضہ کو مقرر کر دیا ہے اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی ہے۔ اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دوں گا۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی نمازوں کی فرضیت سے متعلق حدیث ذکر کی ہے ملاحظہ ہو (۱-۲۲۱):

(۱۸) حضرت ابن شہاب الدین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک اور ابن حزم رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ عزوجل نے میری امت پر پچاس نمازیں

فرض کیں، میں یہ حکم لے کر وہاں سے واپس ہوا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے فرمایا: آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ان پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اپنے رب عزوجل سے مراجعت کیجیے، اس لیے کہ آپ کی امت اتنی عبادت کی طاقت نہیں رکھتی، چنانچہ میں نے اپنے رب سے مراجعت کی، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس کا ایک حصہ کم کر دیا، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا انہیں خبر دی، تو انہوں نے فرمایا: اپنے رب سے مراجعت کیجیے اس لیے کہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی ہے، چنانچہ اللہ جل شانہ کے پاس گیا، ارشاد ہوا: یہ پانچ نمازیں ہیں اور ان پر پچاس کا اجر ملے گا، میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی، چنانچہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا، انہوں نے فرمایا: اپنے پروردگار کے پاس پھر جائیے، میں نے کہا: مجھے اپنے جل شانہ سے حیا آنے لگی ہے۔

(۱۱۹) یزید بن ابی مالک نے فرمایا: ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو گدھے سے بڑا تھا اور خچر سے چھوٹا تھا، اس کا قدم وہاں پڑتا تھا جہاں اس کی نگاہ کا منتہیٰ ہو، میں اس پر سوار ہوا اور میرے ساتھ حضرت جبریل علیہ السلام بھی تھے، چنانچہ میں چلا، پھر انہوں نے فرمایا: اتر کر نماز پڑھ لیجیے چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا، انہوں نے فرمایا: آپ کو معلوم ہے کہ

آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طیبہ (مدینہ منورہ کا نام ہے) میں نماز پڑھی ہے اور یہی آپ کی ہجرت گاہ ہے[1]، پھر فرمایا: اتر کر نماز پڑھ لیجیے، میں نے نماز پڑھ لی، انہوں نے فرمایا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے طور سیناء میں نماز پڑھی ہے جہاں اللہ جل شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔

پھر فرمایا: اتریئے اور نماز پڑھ لیجیے، چنانچہ میں اترا اور نماز پڑھی، انہوں نے فرمایا: آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے بیت اللحم میں نماز پڑھی ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا، تمام انبیاء علیہم السلام کو میرے لیے جمع کیا گیا، حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے آگے بڑھا دیا، میں نے سب کی امامت کی، پھر مجھے آسمانِ دنیا پر لیجایا گیا وہاں حضرت آدم علیہ السلام تھے، پھر مجھے دوسرے آسمان پر پہنچایا گیا وہاں خالہ زاد بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت یحیٰی علیہ السلام تھے، پھر مجھے تیسرے آسمان پر لے جایا گیا وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔ پھر مجھے چوتھے آسمان پر لے جایا گیا وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے؛ پھر مجھے پانچویں آسمان پر لے جایا گیا وہاں حضرت ادریس علیہ السلام تھے، پھر مجھے چھٹے آسمان پر لے جایا گیا وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، پھر مجھے ساتویں آسمان

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ مقدس مقامات پر نماز پڑھنا مستحب ہے

پرلے جایا گیا وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

پھر مجھے ساتوں آسمانوں کے اوپر لے جایا گیا، ہم سدرۃ المنتہیٰ کے پاس آئے تو مجھے ایک قسم کے کہر نے ڈھانپ لیا اور میں سجدہ میں گر گیا، مجھ سے ارشاد فرمایا گیا: میں نے جس روز آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا، آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں، اس لیے آپ اور آپ کی امت انہیں ادا کرے، میں وہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور انہوں نے مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہ پوچھا، پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے فرمایا: آپ کے پروردگار نے آپ اور آپ کی امت پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں، میں نے عرض کیا پچاس نمازیں! فرمایا: نہ آپ اتنی استطاعت رکھتے ہیں کہ انہیں ادا کر سکیں اور نہ آپ کی امت اس کی طاقت رکھتی ہے، اس لیے آپ اپنے پروردگار کے پاس دوبارہ جائیے اور ان سے کمی کا سوال کیجیے؛ چنانچہ میں پروردگار کے دربار میں واپس گیا، تو انہوں نے مجھ سے دس نمازیں کم کر دیں، میں پھر حضرت موسیٰ کے پاس آیا انہوں نے مجھے پھر دوبارہ واپس جانے کا حکم دیا، میں دوبارہ گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دس اور کم کر دیں، پھر اخیر میں پانچ نمازیں کر دی گئیں، میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا، انہوں نے فرمایا: اپنے رب کے پاس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجیے، اس لیے کہ بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض تھیں وہ انھیں ادا نہ کر سکے، چنانچہ میں اپنے پروردگار کے پاس دوبارہ گیا اور تخفیف کا سوال کیا، فرمایا: میں نے جس روز آسمانوں اور

زمین کو پیدا کیا تھا آپ اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں اب پانچ پر پچاس کا اجر ملے گا اس لیے آپ اور آپ کی امت کو انہیں ادا کرنا چاہیئے، چنانچہ میں نے سمجھ لیا کہ یہ اللہ جل ثناءٗ کا قطعی فیصلہ ہے لہٰذا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس گیا تو انہوں نے فرمایا: واپس جائیے، میں چونکہ جان چکا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے اس لیے میں دوبارہ واپس نہیں گیا۔

پانچوں نمازوں کی فرضیت اور ان کی پابندی سے متعلق احادیث

از سنن ابن ماجہ (١--٢٢٠)

(١٢٠) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں یہ حکم ربانی لے کر نیچے اترا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے فرمایا: آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: اپنے پروردگار کے پاس جائیے اس لیے کہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی ہے، چنانچہ میں اپنے پروردگار کے پاس گیا تو انہوں نے ان کا ایک حصہ کم کر دیا، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہیں بتلایا، انہوں نے فرمایا: اپنے رب کے پاس جائیے اس لیے کہ آپ کی امت اتنی عبادت نہیں کر سکتی

چنانچہ میں نے اپنے رب سے پھر مراجعت کی، انہوں نے فرمایا: یہ
پانچ نمازیں ہیں اور ان پر پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا، میرے یہاں
بات میں تبدیلی نہیں ہوتی، چنانچہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
پاس آیا، انہوں نے فرمایا: اپنے رب کے پاس جائیے، میں نے عرض
کیا: مجھے اب اپنے رب سے شرم آنے لگی ہے۔

★★★★

(۱۲۱) ابن ماجہ ہی حضرت ابوقتادہ بن ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے
فرمایا: میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور یہ عہد
کیا ہے کہ جو شخص ان کو وقت پر ادا کرے گا اس کو جنت میں داخل
کروں گا اور جو ان کی محافظت نہیں کرے گا اس کے لیے میرے پاس
کوئی عہد نہیں ہے۔ ابن ماجہ (۱ - ۲۲۱)

★★★★

سنن ابی داود باب المحافظۃ علی وقت الصلوات (۱-۱۲۳) پر ہے:
(۱۲۲) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میں نے
آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اپنے طور پر یہ عہد کیا ہے
کہ جو شخص ان کی حفاظت اور وقت کی پابندی کرے گا میں اسے جنت
میں داخل کروں گا، اور جو شخص ان کی حفاظت نہیں کرے گا اس
کے لیے میرے یہاں کوئی عہد نہیں ہے۔

حدیث: "قسمت الصلوٰۃ بینی وبین عبدی نصفین" "میں نے نماز کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے"

اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں "باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ
فی کل رکعۃ" میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو (۱۳۱-۱۷۲) حاشیہ قسطلانی
(۱۲۳) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کوئی نماز پڑھے اور اس میں سورۃ فاتحہ
نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے (یہ لفظ تین مرتبہ فرمایا) نامکمل ہے۔
حضرت ابوہریرۃ سے پوچھا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں (کیا کریں)
انہوں نے فرمایا: دل میں پڑھ لیا کرو، اس لیے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے:
میں نے نماز (یعنی سورۃ فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان
نصف نصف تقسیم کیا ہے[1] اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس

---

[1] تقسیم سے معنی کے اعتبار سے تقسیم کرنا مراد ہے، اس لیے کہ سورہ فاتحہ
کے نصفِ اول میں اللہ جل شانہ کی حمد و ثنا اور بزرگی و بڑائی اور سب اسی کے
دستِ قدرت میں ہونے کو بیان کیا گیا ہے، اور نصفِ ثانی میں اللہ تعالیٰ سے
سوال و درخواست ہے اور اپنے عجز کا اظہار اور تضرع و عاجزی کا اظہار کیا گیا ہے۔

نے مانگا، لہٰذا جب بندہ یہ کہتا ہے: الحمد للّٰہ رب العالمین تو اللّٰہ جل شانہ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری تعریف کی، اور جب وہ الرحمٰن الرحیم کہتا ہے تو اللّٰہ جل جلالہٗ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری حمد وثنا بیان کی، اور جب وہ مالک یوم الدین کہتا ہے تو اللّٰہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، اور ایک مرتبہ یہ فرمایا: میرے بندے نے میرے سپرد کر دیا، پھر جب وہ ایاک نعبد وایاک نستعین کہتا ہے تو فرماتے ہیں: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے۔ پھر جب وہ اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین أنعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتا ہے تو فرماتے ہیں: یہ
میرے بندے کے لیے ہے اور
میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے۔

حدیث: قسمت الصلاۃ بینی وبین عبدی نصفین

از موطاء مالک باب القراءۃ خلف الإمام فیما لا یجہر فیہ بالقراءۃ (۱-۴۳) حاشیہ مصابیح السنۃ:

(۱۴۴) حضرت ابوہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے سنا آپ ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص کوئی ایسی نماز پڑھتا ہے جس میں ام القرآن (سورۃ فاتحہ) نہ پڑھے تو وہ ناقص ہے، وہ ناقص ہے، وہ ناقص ہے نامکمل ہے ابو السائب کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے ابوہریرۃ میں بہت

سی مرتبہ امام کے پیچھے ہوتا ہوں؟ فرماتے ہیں: انہوں نے میرا بازو دبایا پھر فرمایا: اے فارسی! اسے دل میں پڑھ لیا کرو، اس لیے کہ میں نے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں: اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے نماز (سورۃ فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کیا ہے چنانچہ اس کا آدھا حصہ میرے لیے ہے اور آدھا میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے سوال کیا ہے، رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا: پڑھو، بندہ کہتا ہے: الحمد للّٰہ رب العالمین، اللّٰہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری تعریف کی، اور بندہ کہتا ہے الرحمٰن الرحیم، اللّٰہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری ثناء خوانی کی، اور بندہ کہتا ہے: مالک یوم الدین، اللّٰہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، اور بندہ کہتا ہے: ایاک نعبد وایاک نستعین، تو یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔
اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے، بندہ کہتا ہے:
اھدنا الصراط المستقیم، صراط الذین أنعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین:
یہ کلمات میرے بندے کیلئے ہیں اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے۔

★★★★

حدیث: قسمت الصلاۃ بینی وبین عبدی نصفین

از جامع ترمذی باب سورۃ الفاتحۃ من ابواب التفسیر (۲-۱۵۷)

(۱۲۵) العلاء بن عبدالرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ وہ
حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کوئی ایسی نماز پڑھتا ہے جس میں سورہ فاتحہ
نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے، وہ ناقص ہے، وہ ناقص ہے نامکمل ہے
فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: اے ابو ہریرۃ! میں کبھی امام کے پیچھے
ہوتا ہوں (تو کیا کروں)؟ انہوں نے فرمایا: اے فارسی کے بیٹے! اسے دل
میں پڑھ لیا کرو اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
ہے آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میں نے نماز (یعنی سورۃ
فاتحہ) اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھی آدھی تقسیم کر دی ہے، چنانچہ
اس کا آدھا حصہ میرے لیے ہے اور آدھا حصہ میرے بندے کے
لیے، اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو اس نے مانگا، بندہ پڑھتا
ہے: الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے
نے میری تعریف کی، پھر وہ کہتا ہے الرحمٰن الرحیم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
میرے بندے نے میری حمد و ثناء بیان کی، وہ کہتا ہے: مالک یوم
الدین، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی،
اور یہ میرے بندے کے لیے ہے، اور میرے اور بندے کے درمیان
ہے: ایاک نعبد و ایاک نستعین اور سورۃ کا آخری حصہ میرے بندے
کے لیے ہے اور اسے وہ ملے گا جو اس نے مانگا، وہ کہتا ہے:
اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا
الضالین۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

حدیث: قسمت الصلاۃ از سنن أبی داود باب من ترک القراءۃ فی الصلاۃ (۱-۲۲۸)

(۱۲۶) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کوئی ایسی نماز پڑھتا
ہے جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے، وہ نماز ناقص
ہے، نامکمل ہے، راوی (ابو السائب) کہتے ہیں: میں نے حضرت
ابو ہریرۃ سے عرض کیا: اے ابو ہریرۃ میں کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں،
فرمایا: انہوں نے میرا بازو دبایا اور فرمایا: اے فارسی! اسے دل میں
پڑھ لیا کرو اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے نماز (سورۃ فاتحہ) کو
اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا ہے، اس
کا آدھا حصہ میرے لیے ہے اور آدھا میرے بندے کے لیے
ہے، اور میرے بندے کے لیے وہ ہے جو اس نے مانگا، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پڑھو، بندہ کہتا ہے: الحمد للہ رب
العالمین، اللہ عزوجل فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری تعریف کی،
کہتا ہے: الرحمٰن الرحیم اللہ عزوجل فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری
حمد و ثناء بیان کی، بندہ کہتا ہے: مالک یوم الدین، اللہ عزوجل فرماتے
ہیں: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، بندہ کہتا ہے:
ایاک نعبد و ایاک نستعین، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ میرے

اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے، بندہ کہتا ہے: اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین أنعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ میرے بندے کے لیے ہیں اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے۔

★★★★

حدیث: قسمت الصلاۃ از سنن ابن ماجہ

باب ثواب القرآن (۲-۲۱۷)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے: میں نے نماز (یعنی سورۃ فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصے میں تقسیم کر دیا ہے چنانچہ اس کا آدھا حصہ میرے لیے ہے اور آدھا حصہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پڑھو، بندہ کہتا ہے: الحمد للہ رب العالمین، اللہ عزوجل فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری تعریف کی الرحمٰن الرحیم، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری حمد و ثنا بیان کی اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے، وہ کہتا ہے: مالک یوم الدین، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، یہ حصہ میرے لیے ہے۔ اور یہ آیت میرے اور میرے بندے

کے درمیان نصف نصف تقسیم ہے، بندہ کہتا ہے: إیاک نعبد وإیاک نستعین یعنی۔ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے۔

اور سورت کا اخیر حصہ میرے بندے کے لیے ہے، بندہ کہتا ہے: اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین أنعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مجھ سے مانگا۔

★★★★

حدیث قسمت الصلوۃ از سنن نسائی باب من ترک قراءۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی فاتحۃ الکتاب (۲-۱۳۵، ۱۳۶)

(۱۲۸) سائب مولیٰ ہشام بن زہرہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص کوئی ایسی نماز پڑھے جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو وہ نماز ناقص ہے، وہ ناقص ہے، وہ ناقص ہے نامکمل ہے، میں نے عرض کیا: اے ابو ہریرہ! میں کبھی امام کے پیچھے ہوتا ہوں؟ انہوں نے میرا بازو دبایا اور فرمایا: اے فارسی اسے (سورہ فاتحہ کو) دل میں پڑھ لیا کرو اس لیے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل فرماتے ہیں: میں نے نماز (سورۃ فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھا

آدھا تقسیم کر لیا ہے چنانچہ اس کا آدھا حصہ میرے لیے ہے اور آدھا حصہ میرے بندے کے لیے ہے، اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پڑھو، بندہ کہتا ہے: الحمد للہ رب العالمین، اللہ عزوجل فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری تعریف کی، بندہ کہتا ہے: الرحمٰن الرحیم، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرے بندے نے میری حمد وثناء بیان کی، بندہ کہتا ہے: مالک یوم الدین، اللہ عزوجل فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی، بندہ کہتا ہے: إياك نعبد وإياك نستعين، یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا، بندہ کہتا ہے: اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین أنعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین، یہ آیات میرے بندے کے لیے ہیں اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے۔

★★★★

نسائی ہی میں باب تأویل قول اللہ عزوجل: ولقد آتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم (۲-۱۳۹) پر ہے:

(۱۲۹) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ جل شانہ نے توراۃ وانجیل میں ام القرآن (سورۃ فاتحہ) جیسی سورت نازل نہیں فرمائی، اور یہ سبع مثانی (بار بار پڑھی جانے والی سات آیتیں) ہے، اور یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان تقسیم ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو اس نے مانگا ہے۔

حدیث قسمت الصلوٰۃ والی روایات ختم ہو گئیں۔ واللہ اعلم

حدیث "الملائکۃ یتعاقبون فیکم"

(فرشتے[1] تمہارے درمیان ایک دوسرے کے پیچھے باری باری آتے ہیں)

جسے امام بخاری نے کتاب الصلاۃ میں باب فضل صلاۃ العصر میں، اور کتاب بدء الخلق کے باب ذکر الملائکۃ (۴-۱۱۳) پر ذکر کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

(۱۳۰) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے تمہارے درمیان باری باری آتے ہیں، کچھ فرشتے رات کو آتے ہیں اور کچھ فرشتے دن کو، اور یہ سب فجر اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہو جاتے ہیں، پھر وہ فرشتے چلے جاتے ہیں جنہوں نے تمہارے ساتھ رات گزاری ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ خود ہی سب کچھ جانتے ہیں لیکن پھر بھی ان فرشتوں سے دریافت فرماتے ہیں: تم نے میرے بندوں کو کس حالت پر چھوڑا تھا؟ وہ کہتے ہیں: ہم نے انہیں اس حالت میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور جب ہم ان کے پاس گئے تب بھی وہ نماز میں مشغول تھے۔

★★★★

امام بخاری نے اسے کتاب التوحید (۱۰-۴۳۱) کے "باب کلام الرب

---

[1] اکثر حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ان سے حفاظت کرنے والے فرشتے مراد ہیں۔

مع جبریل وندلوا الملائکۃ" میں بھی ذکر کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :

(١٣١) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے تمہارے پاس باری باری آتے ہیں کچھ فرشتے رات میں اور کچھ فرشتے دن میں، اور یہ سب عصر اور فجر کی نماز میں اکٹھے جمع ہو جاتے ہیں، پھر وہ خود ان سے زیادہ بہتر جانتے ہیں فرماتے ہیں : تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا تھا ؟ وہ کہیں گے : ہم نے ان کو اس حالت میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان کے پاس اس حالت میں آئے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

★★★★

اس حدیث کو امام نسائی نے باب فضل صلاۃ الجماعۃ (١-٢٠٤) میں ذکر کیا ہے۔

(١٣٢) امام بخاری کی دوسری روایت کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، البتہ اس میں ہے کہ انہوں نے فرمایا (حالانکہ وہ ان سے زیادہ جانتے ہیں) اور اس میں فجر کی نماز کو عصر کی نماز سے پہلے ذکر کیا ہے۔

★★★★

(١٣٣) اسی طرح اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ نے موطا میں باب جامع الصلاۃ میں ان الفاظ سے نقل کیا ہے (اور وہ ان سے زیادہ جانتا ہے، اور فرمایا: وہ فرشتے نمازِ عصر اور نمازِ مغرب میں جمع ہوتے ہیں۔

نماز چاشت کی فضیلت

اسے امام ترمذی نے باب صلاۃ الضحی (١-٩٥) پر ذکر کیا ہے :

(١٣٤) حضرت ابوالدرداء و حضرت ابوذر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل سے روایت فرماتے ہیں فرمایا : اے ابن آدم ! تو دن کے شروع میں میرے لیے چار رکعات پڑھ لیا کر میں دن کے اخیر حصے تک تیری کفایت کروں گا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

★★★★

اسے امام ابوداود نے اپنی سنن میں باب صلاۃ الضحی (١-١٥٧) پر یوں ذکر کیا ہے :

(١٣٥) حضرت نعیم بن ہمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے ہیں : اللہ عزوجل فرماتے ہیں : اے ابن آدم ! تو دن کے اول حصہ میں چار رکعات سے عاجز مت بن[1] میں تیرے لیے اس کے آخر میں کفایت کروں گا۔[2]

---

[1] یعنی ابتداءِ نہار میں چار رکعات پڑھ لیا کر تاکہ میں تجھے آزمائش اور فتنہ سے بچا لوں۔ ان دونوں حدیثوں سے نماز چاشت کا استحباب معلوم ہوتا ہے، نماز چاشت سنت مؤکدہ ہے جو کم از کم دو رکعت ہے اور آٹھ رکعات پڑھنا افضل ہے بارہ رکعات بھی پڑھ سکتے ہیں، اس کا وقت سورج بلند ہونے سے زوال تک رہتا ہے البتہ جب دن کا چوتھائی حصہ گزر جائے تب پڑھنا افضل ہے تاکہ دن کے چوتھائی حصوں میں سے ہر حصے میں ایک نماز ہو۔

[2] یعنی اللہ تعالیٰ دن کے اخیر کے شر سے بچائے گا وہ پریشانی حسی ہو یا معنوی جیسے کہ گناہوں سے بچانا۔

حدیث "إن أول ما یحاسب به العبد یوم القیامة صلاته"

(بندے سے قیامت کے روز سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا) اس حدیث کو امام نسائی نے اپنی سنن میں باب المحاسبة علی الصلاة (۱-۲۳۲) پر ذکر کیا ہے فرمایا:

(۱۳۶) حضرت حریث بن قبیصہ سے مروی ہے فرمایا: میں مدینہ منورہ آیا، میں نے دعا کی: اے اللہ میرے لیے نیک صالح ساتھی مہیا کر دیجئے، چنانچہ میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھا اور میں نے ان سے کہا: میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی تھی کہ میرے لیے ایک نیک صالح ساتھی مہیا فرما دیجئے، آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ مجھے اس سے نفع پہنچا دے، انہوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے: بندے سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہوگی[1]

---

[1] ان اعمال سے بظاہر اعمالِ ظاہرہ مراد ہیں جو اسلام کے ارکان ہیں، اس لیے کہ سب سے پہلے بندہ کا حساب ایمان کے بارے میں ہوگا جو عملِ قلب ہے، اگر ایمان ہوا تو پھر بقیہ ارکانِ اسلام کے بارے میں حساب کتاب ہوگا، اور ان میں سب سے پہلے نماز کے بارے میں باز پرس ہوگی اس لیے کہ نماز دین کا ستون ہے، جس نے اسے قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے دین کو ختم کر دیا! اور اس لیے بھی کہ نماز ساری زندگی میں پانچ مرتبہ روزانہ پڑھی

لہٰذا اگر وہ ٹھیک نکلی تو وہ شخص کامیاب وکامران ہوگا، اور اگر وہ خراب نکلی تو وہ شخص ناکام ونامراد ہوگا، ھمام نے کہا: مجھے معلوم نہیں یہ حضرت قتادہ کا کلام ہے یا روایت کے الفاظ ہیں؟ اگر اس نے فرض نماز میں کوئی کمی ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: دیکھو کیا میرے بندے کے کچھ نوافل ہیں؟ لہٰذا ان نوافل سے فرائض کی کمی کو پورا کر دیا جائے گا، پھر اس کے دوسرے تمام اعمال کا معاملہ بھی اس طرح ہوگا[1]

★★★★

(۱۳۷) اس حدیث کو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی ذکر کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز سب سے پہلے بندے کا جس چیز کے بارے میں حساب کتاب ہوگا وہ اس کی نماز ہوگی، اگر وہ کامل ومکمل پائی گئی تو اسے کامل لکھ دیا جائے گا۔ اور

جاتی ہے بخلاف اسلام کے دوسرے ارکان کے کہ زکاۃ بہت سے انسانوں پر واجب ہی نہیں ہوتی جیسے کہ غریب اور مسکین لوگ، اور روزے سال میں ایک مہینہ کے رکھے جاتے ہیں۔ حج ساری عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے اور وہ بھی صاحب استطاعت پر۔

اس حدیث سے اللہ رب العزت کے فضل وانعام کو بیان کرنا مقصود ہے کہ فریضے میں ہونے والی کوتاہی کی تلافی اللہ تعالیٰ نوافل سے فرما دیتے ہیں۔

[1] یعنی زکاۃ، روزہ اور حج میں اگر فرائض میں کوتاہی کی ہوگی تو اس کو نوافل سے پورا کر دیا جائے گا اور اگر ان میں کوتاہی نہ کی ہوگی تو سبحان اللہ۔

حدیث سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ فرائض کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے

اگر اس نے اس میں کوئی کوتاہی یا کمی کی ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: دیکھو کیا اس کے کچھ نوافل بھی ہیں جن کے ذریعہ اس نقصان کی تلافی کی جائے جو اس نے فرائض میں کی ہے؟ پھر اس کے تمام اعمال کا اسی طرح حساب کتاب ہوگا۔

★★★★

(۱۳۸) اس حدیث کو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اس طرح بھی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے کی جس چیز کا سب سے پہلے حساب ہوگا وہ اس کی نماز ہوگی اس نے اگر اسے مکمل ادا کیا ہوگا تو فبہا ورنہ اللہ عزوجل فرمائیں گے: دیکھو کیا میرے بندے کے کچھ نوافل ہیں؟ اگر اس کے نوافل پائے گا تو فرمائیں گے: ان کے ذریعے فرائض کی کمی پوری کر دو۔

★★★★

امام ابن ماجہ نے اسے اپنی سنن میں باب ماجاء فی اول مایحاسب بہ العبد الصلاۃ میں ذکر کیا ہے:

(۱۳۹) حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا: قیامت کے روز سب سے پہلے بندہ کا نماز کے بارے میں حساب کتاب ہوگا، اس نے اگر اسے پورا پورا ادا کیا ہوگا تو اس کے لیے زائد اجر وثواب لکھ دیا جائے گا، اور اگر اس نے اسے

ان کی دیکھ بھال رکھنا چاہیئے اور ساتھ ہی نوافل بھی کثرت سے ادا کرنا چاہیئں خواہ نماز ہو یا زکاۃ، روزہ ہو یا حج، تاکہ نوافل فرائض کے لیے جبیرہ اور تلافی کا سامان بن سکیں۔

مکمل طور سے ادا نہیں کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے: دیکھو کیا میرے بندے کے کچھ نوافل ہیں؟ ان سے اس کے فرائض کی کمی پوری کر دو، پھر دوسرے اعمال میں بھی اس کے مطابق عمل ہوگا۔

★★★★

اس حدیث کو ابوداود نے اپنی سنن میں دو طریقے سے روایت کیا ہے: ایک حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے اور دوسری حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے، دونوں روایتیں باب کل صلاۃ لم یتمہا صاحبہا تتم من تطوعہ میں مذکور ہیں۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت میں فرمایا ہے:

(۱۴۰) حضرت انس بن حکیم ضبی (جو زیاد یا ابن زیاد سے خوفزدہ تھے) ان سے مروی ہے کہ وہ مدینہ منورہ آئے تو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھ سے میرا سلسلۂ نسب پوچھا میں نے اپنا نسب نامہ بیان کر دیا، انہوں نے فرمایا: صاحبزادے! کیا میں تمہارے سامنے ایک حدیث نہ بیان کروں؟ میں نے عرض کیا: ضرور بیان کیجئے، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، راوی یونس کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ یہ حدیث انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے بیان کی ہے فرمایا: قیامت کے روز لوگوں کی جس چیز کا سب سے پہلے حساب ہوگا وہ نماز ہوگی، فرمایا: ہمارے پروردگار عالم عزوجل فرشتوں سے فرمائیں گے (حالانکہ وہ خود ان سے زیادہ جانتے ہیں) میرے بندے کی نماز دیکھو کیا اس نے اسے پورا ادا کیا ہے یا اس میں کوتاہی کی ہے؟ اگر نماز کامل ومکمل ادا کی ہوگی تو پوری لکھ دی جائے

گی، اور اگر اس میں کچھ کمی کی ہوگی تو فرمائیں گے: دیکھو کیا میرے بندے کے کچھ نوافل ہیں؟ اگر اس کے نوافل موجود ہوئے تو فرمائیں گے: میرے بندے کے فرائض کی تکمیل اس کے نوافل سے کردو، پھر اس کے مطابق دوسرے اعمال کا معاملہ ہوگا۔

★★★★

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی روایت میں فرمایا:

(۱۴۱) حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روایت کے معنی میں حدیث ذکر کی اور اس میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں: پھر زکاۃ کا معاملہ بھی اس طرح ہوگا، پھر دوسرے اعمال بھی اس کی طرح لیے جائیں گے۔

★★★★

حدیث "أتاني ربي في أحسن صورة" (میرے پاس میرے پروردگار بہترین شکل میں تشریف لائے)

اسے امام ترمذی نے اپنی جامع میں سورۃ ص (۲-۲۱۴، ۲۱۵) پر ذکر کیا ہے:

(۱۴۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: میرے پاس میرے پروردگار بہترین شکل وصورت میں تشریف لائے[1] فرمایا: میرا خیال ہے خواب

---

[1] مومن کو سب سے پہلے یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ جل شانہ جسم اور جسمیات سے وراء الوراء اور منزہ ہیں، مخلوق کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتے، خود فرماتے ہیں:

"لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ" الشوریٰ - ۱۱
(کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہی ہر بات کا) سننے والا ہے (ہر چیز کا) دیکھنے والا ہے۔

اور فرمایا:

"قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ" سورۃ اخلاص - ۱تا۴
آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

اس کے خلاف عقیدہ رکھنا ایمان میں مخل بنتا ہے۔ مسلمانوں کے تمام ائمہ وعلماء اس پر متفق ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایسے جو کلمات وارد ہوئے ہیں جن کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض مخلوق سے مشابہت رکھتے ہیں، ان میں یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ان ظاہری اوصاف سے متصف کرنا درست نہیں ہے، ایسے کلمات متشابہ کہلاتے ہیں جن کے بارے میں علماء کے دو مذہب ہیں: ۱۔ مذہب سلف ۲۔ مذہب خلف

۱۔ سلف کا مذہب یہ ہے کہ ان کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں ان کے معنی کا صحیح علم اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہے اور اللہ جل شانہ مخلوق کے مشابہ ہونے سے منزہ ہیں، یہ حضرات ان کلمات کے کوئی خاص معنی متعین نہیں کرتے بلکہ کلی طور سے اس کے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفوض کر دیتے ہیں تاکہ درج ذیل آیت پر عمل ہو۔

"وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ" آلِ عمران - ۷
(درآنحالیکہ کوئی اس کا صحیح مطلب نہیں جانتا بجز اللہ کے۔

اگلے حصہ کی ابتداء یوں کرتے ہیں:

«وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ» آل عمران ۔۷

اور پختہ علم والے کہتے ہیں کہ ہم تو اس پر ایمان لے آئے (وہ) سب ہی ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے، اور نصیحت تو بس عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔

۲۔ خلف کا مذہب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ اپنی مخلوق کی مشابہت سے اگرچہ منزہ ہیں لیکن متشابہ الفاظ کے ایسے معنی کیے جائیں گے جن کا اطلاق اللہ جل شانہ پر ہو سکے، مثلاً اس حدیث: "میرے پاس میرے پروردگار بہترین صورت میں تشریف لائے اور" اچانک میں اللہ جل شانہ کے پاس تھا جو شاندار شکل و صورت میں تھے میں وہ صورت کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اس سے اللہ جل شانہ کی وہ صفات جلالیہ و کمالیہ مراد ہیں جو اللہ جل شانہ کے مناسب ہیں انہی صفات کی تجلی اللہ جل شانہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کی تھی۔

اسی طرح یہ حضرات یہ کہتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے کے درمیان ہاتھ رکھنے سے مراد وہ علوم و معارف ہیں جن کا فیضان اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر کیا تھا، اور سینہ میں اس ہاتھ کی ٹھنڈک پہنچنے سے مراد یہ ہے کہ ان علوم ربانیہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر لبریز ہوگیا، دل کو اطمینان اور قوت یقین کی وجہ سے سکون ہوا، اس کی تائید اس فرمان نبوی سے بھی ہوتی ہے کہ پھر میں نے اس سب کو جان لیا جو آسمانوں اور زمین کے درمیان تھا، ایک روایت میں یہ ہے کہ جو مشرق و مغرب کے درمیان تھا۔ ایک اور روایت میں یوں آتا ہے کہ ہر چیز میرے سامنے ظاہر ہوگئی اور میں نے اسے پہچان لیا، اور ان علوم و معارف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

میں تشریف لائے، فرمایا: حدیث میں اسی طرح آتا ہے، پھر فرمایا: اے محمد! کیا آپ کو معلوم ہے کہ ملأ اعلیٰ کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ فرمایا: میں نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: پھر انہوں نے اپنا دست مبارک میرے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ مجھے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس ہونے لگی یا یہ فرمایا: گلے کے پاس معلوم ہونے لگی، اور مجھے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ تھا سب معلوم ہوگیا فرمایا: اے محمد! کیا آپ کو معلوم ہے کہ ملأ اعلیٰ کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! فرمایا: کفارہ بننے والی چیزوں کے بارے میں، اور کفارہ بننے والی چیزیں یہ ہیں: فرض نماز کے بعد مسجدوں میں ٹھہرنا، اور جماعت کی نمازوں کے لیے پیدل چل کر جانا، اور تکلیف کے وقت وضوء کا اچھی طریقے سے کرنا، اور جو شخص ایسا کرے گا وہ خیر کے ساتھ زندہ بھی رہے گا اور خیر کے ساتھ ہی مرے گا بھی، اور گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جائے گا گویا کہ آج اس کی ماں نے اسے جنا ہو۔ اور فرمایا: اے محمد! جب آپ نماز پڑھیں تو کہیں: اے اللہ میں آپ سے اچھے کام کرنے اور برائیوں کے چھوڑنے اور مساکین سے محبت کرنے کی توفیق مانگتا ہوں اور آپ جب اپنے بندوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہیں تو مجھے بلا کسی آزمائش و ابتلاء کے

سرشار ہونے کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ نے اللہ جل شانہ کے سوالات کا جواب عنایت فرمایا۔

اپنے پاس بلا لیجئے، فرمایا: اور درجات یہ ہیں، سلام کا پھیلانا، کھانا کھلانا اور رات کو اس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوئے ہوں۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابوقلابہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس کے درمیان اس حدیث میں ایک شخص کا تذکرہ ملتا ہے، اور ابوقلابہ اس سند کے رجال میں سے ہیں اور سند میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قبل وہی مذکور ہیں۔

★★★★

(۱۹۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک اور روایت میں یہ الفاظ نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پروردگار میرے پاس بہترین صورت میں تشریف لائے اور فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میں حاضر ہوں میں حاضر ہوں، فرمایا! ملأ اعلیٰ کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: میرے پروردگار مجھے معلوم نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے اپنا دستِ مبارک میرے کاندھے کے درمیان رکھا تو مجھے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس ہوئی اور میں نے مشرق و مغرب کے درمیان کا سب کچھ جان لیا، فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کیا: اے میرے رب میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، فرمایا: ملأ اعلیٰ کس چیز کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا:

---

[1] ملأ اعلیٰ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو آسمان پر رہتے ہیں اور کرسی، عرش اور اس کے اردگرد موجود ہیں۔

درجات اور کفارات کے بارے میں، اور جماعت کی نمازوں کے لیے چل کر جانے اور تکلیف کے وقت میں اچھی طرح سے وضو کرنے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کے بارے میں، اور جو شخص ان چیزوں کی محافظت کرے گا وہ خیر و عافیت کے ساتھ

ان کے جھگڑنے سے مراد دو باتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ کہ وہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ ان امور کے اجر و ثواب کو لکھ سکیں یا ان کے ثواب کی حقیقت کی تہ تک پہنچنے میں جھگڑ رہے ہیں ان کا مرتبہ بعض بعض سے زیادہ بتلا رہا ہے۔

۲۔ یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ یہ تمنا کرتے ہوں کہ وہ دنیا والے ہوتے اور ان اعمالِ حسنہ میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اس لیے کہ انہیں پتہ ہے کہ ان کا اجر کتنا عظیم اور انجام کتنا بہترین ہے۔

ان مذکورہ بالا روایات میں سے بعض میں اجمال ہے جس کی تفصیل دوسری روایات سے ہوتی ہے تینوں روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملأ اعلیٰ دو چیزوں کے بارے میں جھگڑتے ہیں:

۱۔ کفارہ بننے والی چیزوں کے بارے میں یعنی وہ اعمال جو گناہوں اور برائیوں کا کفارہ بنتے ہیں اور وہ ہیں فرض نماز، علم، بیمار کی عیادت وغیرہ کے لیے چل کر جانا، مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنا اور مشقت و تکلیف میں مثلاً سخت سردی میں اچھی طرح سے وضو کرنا۔

۲۔ وہ اعمال جو رفعِ درجات کا ذریعہ بنتے ہیں مثلاً کھانا کھلانا، نرمی سے گفتگو کرنا، رات کو جب سب لوگ سوئے ہوئے ہوں اس وقت تہجد پڑھنا۔

زندہ رہے گا اور خیر کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگا اور گناہوں سے ایسا صاف ستھرا ہوگا جیسا اس کی ماں نے آج جنا ہو۔

ابو عیسٰی ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

ملاحظہ: حضرت ابن عباس کی دوسری حدیث کی سند میں ابو قلابۃ خالد بن اللجلاج سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں، اور خالد بن اللجلاج وہ ہیں جن کے بارے میں امام ترمذی نے پہلی حدیث میں یہ فرمایا تھا: معلوم نہیں وہ کون ہیں لہٰذا یہاں ان کے نام کی صراحت آگئی۔

★★★★

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک دوسری روایت میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۴۴) فرمایا: ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لیے ہمارے پاس تشریف نہ لائے حتی کہ قریب تھا کہ ہم سورج کی ٹکیہ کو نکلتا ہوا دیکھ لیں، پھر آپ جلدی سے نکلے اور نماز کے لیے اقامت کہی گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور مختصر نماز پڑھائی پھر جب سلام پھیرا تو آواز دی، ہم سے فرمایا: جہاں ہو اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہو، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوتے پھر فرمایا: میں ابھی تم کو یہ بتلا دوں گا کہ صبح نماز میں آنے سے مجھے کس چیز نے روکے رکھا۔

میں رات کو اٹھا، وضو کیا، اور جتنا خدا کو منظور تھا اتنی نماز پڑھ لی۔ پھر مجھے نماز میں اونگھ آگئی حتی کہ گہری نیند آگئی اچانک کیا دیکھا

میں اپنے پروردگار جل جلالہ کے سامنے ہوں، وہ نہایت شاندار صورت میں ہیں، انہوں نے فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کیا: اے میرے رب میں حاضر ہوں، فرمایا: ملأ اعلیٰ کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: مجھے معلوم نہیں، تین مرتبہ یہ بات دہرائی، فرماتے ہیں: میں نے دیکھا اللہ جل شانہ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھ دی یہاں تک کہ ان کے پوروں کی ٹھنڈک مجھے اپنے سینے کے درمیان محسوس ہونے لگی، اور ہر چیز میرے سامنے کھل کر آگئی اور میں نے اسے پہچان لیا، پھر فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کیا: اے میرے رب میں حاضر ہوں، فرمایا: ملأ اعلیٰ کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: کفارہ بننے والی چیزوں کے بارے میں، فرمایا: وہ چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا: نیکیوں کی جانب چل کر جانا، اور نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا، اور تکلیف کے وقت اچھی طرح سے وضو کرنا، فرمایا: اور کس چیز میں؟ میں نے عرض کیا: کھانا کھلانا، اور نرم گفتگو کرنا، اور رات کو جب سب لوگ سوئے پڑے ہوں اس وقت نماز پڑھنا، فرمایا: مانگو، میں نے عرض کیا: اے اللہ! میں آپ سے اچھے کام کرنے، برائیوں کے چھوڑنے اور مساکین وغرباء کی محبت کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ آپ میری مغفرت فرما دیجئے اور مجھ پر رحم فرمایئے اور آپ جب کسی قوم کو فتنہ وآزمائش میں ڈالنا چاہیں تو مجھے بلا کسی فتنہ وآزمائش کے اٹھا لیں، میں آپ سے آپ کی محبت، اور اس کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو آپ سے محبت رکھتا ہو، اور ایسے

عمل کی محبت کا جو مجھے آپ کی محبت کے قریب کر دے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ کلمات بالکل حق و صحیح ہیں۔ لہٰذا انھیں یاد کرو اور ان کو سیکھو۔

امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حدیث: اللہ تعالیٰ کا فرمانِ مبارک:

"اُنظروا الی عبادی قد قضوا فریضۃً وھم ینتظرون اُخریٰ"

(یعنی میرے بندوں کو دیکھو ایک فریضہ ادا کر کے دوسرے کے انتظار میں ہیں)

جسے ابنِ ماجہ نے اپنی سنن کے باب لزوم المساجد وانتظار الصلاۃ (۱-۱۲۸) پر ذکر کیا ہے:

(۱۴۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، جو واپس جانے والے تھے وہ واپس چلے گئے اور جو رکنے والے تھے وہ رکے رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے تشریف لائے سانس پھول رہی تھی اور چادر گھٹنے سے اٹھ رہی تھی۔ [1]

---

[1] یعنی تیزی سے آنے کی وجہ سے آپ نے چادر ہاتھ سے پکڑی تھی جس کی وجہ سے گھٹنے کھل سے گئے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک نماز پڑھ کر دوسری نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھنا بہت بڑا کام اور موجب اجر و ثواب ہے، مساجد تمام جگہوں سے اعلیٰ ترین

فرمایا: مبارک ہو! خوش خبری سنو، یہ دیکھو تمہارے رب نے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا ہے اور تمہاری وجہ سے فرشتوں سے فخر فرما رہے ہیں، فرما رہے ہیں: میرے بندوں کو دیکھو انہوں نے ایک فریضے کو ادا کر لیا ہے اور دوسرے کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

جگہیں ہیں، وہاں ٹھہرنا اللہ تعالیٰ کے در پر ڈیرہ ڈالنا ہے، البتہ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ مسجد میں قیام کے دوران مسجد کا احترام محوظِ خاطر رہے فضول لغو باتیں اور لہو و لعب میں مشغول نہ ہو۔

۱۴- اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا اور اسکی فضیلت

حدیث: أُنفق یا ابن آدم أُنفق علیک

(اے انسان تم خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا)

اسے امام بخاری نے کتاب النفقات وفضل النفقہ (۷-۲۷)
پر ذکر کیا ہے:

(۱۴۶) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے ابن آدم تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔

★★★★

اس حدیث کو بخاری نے کتاب التفسیر میں سورۃ ھود کے باب قولہ تعالیٰ وکان عرشہ علی الماء پر اس سے زیادہ طویل الفاظ سے نقل کیا ہے ملاحظہ ہو قسطلانی (۷-۱۶۹)

(۱۴۷) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا، اور فرمایا: اللہ جل شانہ کا ہاتھ

لبریز ہے۔[1] اسے خرچ کرنا خشک (خالی) نہیں کرسکتا وہ دن رات موسلا دھار بارش کی طرح خوب دینے والا ہے، اور فرمایا: کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اس نے جب سے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے کتنا خرچ کر ڈالا ہے لیکن اس کے دست قدرت میں جو کچھ ہے اس میں کوئی کمی نہیں آئی، اور اس کا عرش پانی پر ہے اور میزانِ عدل اس کے دستِ قدرت میں ہے۔

★★★★

اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب التوحید کے باب وکان عرشہ علی الماء میں بھی ذکر کیا ہے مگر انہوں نے اس میں یہ الفاظ ذکر نہیں کئے کہ تم خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا، ملاحظہ ہو قسطلانی (۱۰-۳۷۲)
جس کے الفاظ یہ ہیں:

(۱۴۸) ہم سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا دستِ راست خوب بھرا ہوا ہے اسے خرچ کرنا خشک نہیں کرتا، کیا تم نے دیکھا ہے کہ اس نے آسمان اور زمین کے پیدا کرنے سے اب تک کتنا خرچ کیا ہے لیکن اس سے اس میں کوئی کمی نہیں آئی جو اس کے دستِ راست میں ہے، اور اس کا عرش پانی پر ہے اور اس کے دوسرے دستِ

---

[1] یعنی اس کے خزانے کبھی ختم نہ ہوں گے، اتنی کثرت سے ساری مخلوق کو عطا کرنے اور دینے کے باوجود اس کے یہاں کوئی کمی نہیں آئی جیسے چشمہ کا پانی کتنا ہی نکلے اور نکلتا رہتا ہے ختم نہیں ہوتا۔

قدرت میں فیض ہے یا فرمایا: قبض کرنا ہے، وہ جس کا چاہتا ہے
رزق بڑھا دیتا ہے جس کا چاہتا ہے کم کر دیتا ہے۔ [1]

اس روایت کے اعتبار سے یہ حدیث حدیثِ قدسی نہیں شمار ہوگی، میں نے یہاں پر صرف فائدہ کی تکمیل کے لیے اسے ذکر کیا ہے اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الزکاۃ کے باب الحث علی النفقۃ وتبشیر المنفق بالخلف میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۴ - ۳۵۹) اور اس کے بعد کے صفحات سند کے بعد اس حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

(۱۴۹) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے ابنِ آدم تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا، اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا دایاں دستِ مبارک لبریز ہے خوب دینے والا ہے، رات دن خرچ کرتا ہے اسے کوئی چیز کم نہیں کر سکتی۔

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں آتا ہے فرمایا:

(۱۵۰) ہم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، پھر چند احادیث ذکر کیں اور ان میں سے یہ حدیث بھی ذکر کی کہ:
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ

---

[1] یعنی جسے چاہتا ہے سربلند کرتا ہے جسے چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، جس کا رزق چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے گھٹا دیتا اور کم کر دیتا ہے۔

نے مجھ سے فرمایا: تم خرچ کرو میں تم پر خرچ کروں گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا دایاں دستِ مبارک لبریز ہے، اسے کوئی چیز خشک نہیں کر سکتی، رات دن برسنے والا ہے (خوب دینے والا ہے) کیا تم نے دیکھا ہے کہ اس نے جب سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اس وقت سے کتنا خرچ کیا ہے؟ لیکن پھر بھی اس کے دستِ راست میں جو کچھ ہے اس میں کوئی کمی نہیں آئی، فرمایا: اس کا عرش پانی پر ہے، اور اس کے دوسرے دستِ مبارک میں روکنے کی قوت ہے، جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے جسے چاہتا ہے جھکا دیتا ہے۔

★★★★

حدیث "لما خلق اللہ الأرض جعلت تمید"

(اللہ تعالیٰ نے جب زمین کو پیدا کیا تو وہ گھومنے لگی)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع کے اخیر میں (۲-۲۴۱، ۲۴۲) پر ذکر کیا ہے فرمایا:

(۱۵۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا تو وہ حرکت کرنے لگی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا فرمائے اور ان کو زمین پر رکھ دیا تو وہ ٹھہر گئی، فرشتوں کو پہاڑ کی اس بات کو دیکھ کر تعجب ہوا، انہوں نے عرض کیا: اے رب! کیا آپ کی مخلوق میں پہاڑ سے بھی زیادہ سخت کوئی مخلوق ہے؟ فرمایا ہاں! لوہا، عرض کیا: اے رب! کیا آپ کی مخلوق میں سے کوئی چیز لوہے

سے بھی سخت ہے؟ فرمایا: ہاں! آگ، عرض کیا: اے رب! کیا آپ کی مخلوق میں آگ سے بھی زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ فرمایا: ہاں! پانی، عرض کیا: اے رب! کیا آپ کی مخلوق میں پانی سے زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ فرمایا: ہاں! ہوا، عرض کیا: اے رب! کیا آپ کی مخلوق میں ہوا سے زیادہ طاقتور کوئی چیز ہے؟ فرمایا: ہاں! ابن آدم! جو اپنے دائیں ہاتھ سے اس طرح صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ سے بھی اسے پوشیدہ رکھے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ سند حسن غریب ہے۔

★★★★

دار الہجرۃ سے متعلق حدیث کو امام ترمذی نے اپنی کتاب کے اخیر میں باب فضل المدینۃ (۲-۲۲۷) پر ذکر کیا ہے۔

(۱۵۲) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی کہ ان تین جگہوں میں سے آپ جہاں ٹھہر جائیں گے وہی جگہ آپ کے لیے دار الہجرۃ (ہجرت کی جگہ) قرار دی جائے گی: مدینہ منورہ، بحرین یا قنسرین۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے جسے ہم فضل ابن موسیٰ کی حدیث کے ذریعہ ہی پہچانتے ہیں جو اس کی سند کے رُواۃ میں سے ایک راوی ہے۔

★★★★

ظلم اور رشوت ستانی

یہ حدیث ابن ماجہ نے اپنی سنن میں (۲-۲۶) پر ذکر کیا ہے۔

(۱۵۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی حاکم ایسا نہیں جو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہو مگر یہ کہ وہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ ایک فرشتے نے اس کی گدی پکڑی ہوئی ہوگی، پھر وہ اپنا سر اوپر آسمان کی طرف اٹھائے گا اگر وہاں سے حکم ہوگا کہ اسے گرا دو تو وہ فرشتہ اسے ایسے گڑھے میں گرا دے گا جو چالیس برس کی مسافت کے برابر گہرا ہوگا۔

مرتے وقت بخل اور اسراف وتبذیر کی ممانعت

یہ حدیث نسائی نے ذکر کی ہے:

(۱۵۴) حضرت بسر بن جحاش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی پر اپنا لعاب دہن ڈالا پھر اپنی شہادت کی انگلی اس پر رکھ کر فرمایا: اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: ابن آدم! مجھے کہاں عاجز کر سکتا ہے حالانکہ میں نے اسے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے، پھر جب تمہاری سانس یہاں تک پہنچ جاتی ہے (یہ کہہ کر آپ نے گلے کی طرف اشارہ فرمایا) تو تو یہ کہنے لگتا ہے: میں صدقہ کرتا ہوں، لیکن اب صدقہ کا وقت کہاں رہا؟

ایک تہائی میں وصیت

جسے امام نسائی رحمہ اللہ نے وصیت کے باب میں ذکر کیا ہے:

(۱۵۵) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اے ابن آدم! دو چیزیں ایسی ہیں کہ تیرے بس میں ان میں سے ایک بھی نہیں: میں نے جب تمہاری سانس کی نالی کو پکڑا تو مال کا ایک حصہ تمہارے لیے مخصوص کر دیا تھا تاکہ اس کے ذریعے تمہیں پاکیزہ بناؤں اور پاک صاف کر دوں، اور تمہاری عمر پوری ہونے پر تمہارے اوپر اپنے بندوں کی نماز (جنازہ) کو لازم کر دیا۔

۱۵- روزے اور ان کی فضیلت

حدیث: "الصیام لی وأنا أجزی بہٖ"

(روزہ میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں ہی دوں گا)

صحیح بخاری کتاب الصوم کا باب فضل الصوم (۳-۲۴)

(۱۵۶) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزہ ڈھال ہے[1]، لہٰذا (روزہ دار)

---

[1] یعنی گناہوں سے بچانے کے لیے، اس لیے کہ روزہ سے شہوت کم ہو جاتی ہے، بعض حضرات نے کہا ہے روزہ دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے ڈھال ہے چنانچہ ترمذی کی روایت میں ہے: روزہ دوزخ کی آگ سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہے، جہنم خواہشات و شہوات سے گھری ہوئی ہے، اسی طرح سنن سعید بن منصور اور مسند احمد میں حضرت ابو عبیدۃ الجراح رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے۔

امام قسطلانی فرماتے ہیں: دونوں چیزوں میں تلازم ہے لہٰذا انسان دنیا میں اگر اپنے آپ کو گناہوں سے باز رکھے گا تو یہ اس کے لیے آخرت میں دوزخ کی آگ سے بچانے کا ذریعہ بنے گا۔

گندی بات نہ کرے اور نہ جاہلوں والے کام کرے[1]۔ اور اگر کوئی شخص اس سے جھگڑا کرے یا اسے بُرا بھلا کہے تو اس سے یہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں (دو مرتبہ یہ فرمایا[2]) قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو[3] اللہ جل شانہ کے یہاں مشک

---

[1] فحش گوئی اور شور شغب ہنسی مذاق بے ہودہ حرکات سے بچے۔

بے ہودہ باتیں اور لڑائی جھگڑا مطلقاً منع ہے خواہ روزہ دار نہ بھی ہو، البتہ روزہ میں اور زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔ اس لیے کہ وہ روزے جیسی عبادت میں مشغول ہے اسے نافرمانی نہیں کرنا چاہیئے۔

[2] یعنی اگر کوئی شخص اس سے لڑنا جھگڑنا چاہے تو یہ زبان سے یہ کلمات کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں امام نووی نے اسے ہی ترجیح دی ہے، یا دل میں یہ سوچ لے جیسا کہ متولی نے فرمایا ہے، اور رافعی نے بہت سے حضرات سے نقل کیا ہے۔ یہ کہنے کی صورت میں اس کے لیے اس سے رکنا ممکن ہو جائے گا ورنہ کم سے کم تر سے جواب دے گا۔

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے جھگڑنے والا جھگڑے سے باز رہے اور اس وعید سے بچ جائے جو روزے دار کو ایذا رسانی اور اس کو لڑائی میں لگا کر اس کے ثواب کو کم کرنے پر وارد ہوئی ہے، یا اپنے لیے یاد دہانی ہو کہ میں روزے دار ہوں مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔

[3] اس سے وہ بو مراد ہے جو معدہ خالی ہونے کی وجہ سے منہ سے آتی ہے۔

ابن صلاح اور ابن عبد السلام میں باہمی اس میں اختلاف ہے کہ منہ کی بو سے دنیا کی بو مراد ہے یا آخرت کی؟ ابن عبد السلام کے قول کے مطابق آخرت کی بو مراد ہے اور انہوں نے اس سلسلہ میں مسلم و نسائی کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ ابو الشیخ

کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ و عمدہ ہے، وہ (روزہ دار) اپنا کھانا

ضعیف سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث میں یہ الفاظ نقل کرتے ہیں: روزے دار قبروں سے نکلیں گے انہیں ان کے منہ کی بو سے پہچانا جائے گا اور ان کی بو اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور عمدہ ہو گی۔

ابن الصلاح یہ کہتے ہیں، اس سے دنیا کی بو مراد ہے اور وہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی اُس روایت سے استدلال کرتے ہیں: دوسری بات یہ کہ شام کے وقت روزہ داروں کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔ لیکن اس پر اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو حادث ہونے والی صفات مثلاً سونگھنا وغیرہ سے منزہ و برتر ہیں، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ مجازاً استعارہ کے طور پر فرمایا گیا ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزاءِ خیر ہو گی اور ان کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہو گی۔

امام قسطلانی لکھتے ہیں: اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ روزے دار کے منہ کی بو کو مشک کی خوشبو سے بہتر قرار دیا ہے اور شہید کے خون کی بو کو مشک کی خوشبو کی طرح قرار دیا حالانکہ جہاد میں شہید اپنی جان کی بازی لگا دیتا ہے؟

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ روزہ کا ثمرہ جہاد کے ثمرہ سے افضل اس لیے ہے کہ روزہ ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن ہے حدیث شریف میں آتا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن میں سے ایک روزہ ہے، اور جہاد فرضِ کفایہ ہے روزہ فرضِ عین ہے فرضِ عین فرضِ کفایہ سے افضل ہوتا ہے امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

پینا اور خواہشات میری خاطر چھوڑ دیتا ہے، روزہ میرے لیے ہے[1] اور میں اس کا بدلہ دوں گا[2] اور ایک نیکی کا بدلہ دس گنہ ملتا ہے۔

امام احمد اپنی مسند میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک وہ دینار ہے جسے تم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو اور ایک وہ ہے جسے تم اللہ جل شانہ کے راستے میں خرچ کرو ان دونوں میں سے افضل وہ ہے جسے تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرو، وجہ ظاہر ہے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنا فرض عین ہے اور جہاد میں خرچ کرنا فرض کفایہ ہے۔

وہ حدیث اس کے معارض نہیں ہے جس میں یہ آتا ہے کہ آپ نے ایک موقع پر جہاد کا تذکرہ فرمایا اور جہاد کو فرض نماز کے علاوہ دیگر تمام اعمال پر ترجیح دی اس لیے کہ ہو سکتا ہے یہ اس وقت کی بات ہو جب روزہ فرض نہ ہوا ہو، چنانچہ ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل اعمال کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: روزہ رکھو، اسے لازم پکڑو، اس لیے کہ کوئی عبادت بھی اس کی طرح کی نہیں ہے۔

[1] اس لیے کہ اس میں اخلاص ہوتا ہے ریاکاری وغیرہ نہیں ہوتی، یا یہ مطلب ہے کہ روزے کے ذریعے میرے علاوہ اور کسی کی عبادت نہیں کی گئی ہے، یا روزہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ایک راز ہوتا ہے، انسان صرف میری رضا اور خوشنودی کے لیے روزہ رکھتا ہے۔

[2] یعنی میں خود اپنے ہاتھ سے اس کا بدلہ دوں گا، ظاہر ہے سخی آدمی جب خود عطا کرتا ہے تو بلا حد و حساب دیتا ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب اللباس کے باب ما یذکر فی المسک (۷-۱۶۴) پر ذکر کیا ہے:

(۱۵۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابن آدم کے تمام اعمال اس کے لیے ہیں سوائے روزہ کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے

★★★★

اسے امام بخاری نے کتاب التوحید (۹-۱۴۳) پر بھی ذکر کیا ہے:

(۱۵۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، وہ (روزہ دار) اپنی شہوات (مرغوبات) اور کھانا پینا میری وجہ سے چھوڑتا ہے، اور روزہ ڈھال ہے، اور روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہوتی ہیں[1]: ایک خوشی اس وقت

---

[1] روزہ دار سے وہ روزے دار مراد ہے جو روزے میں گناہ نہ کرے ایسے روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ایک خوشی روحانی اور دوسری خوشی اللہ جل شانہ سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی۔

امام نووی لکھتے ہیں: انسان تمام اعمال اللہ جل شانہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کرتا ہے تو پھر اس کا کیا مطلب ہوا کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا؟ اس کے جواب مختلف دیے گئے ہیں:

۱۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے: یہ اس لیے فرمایا ہے کہ روزے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کی گئی، چنانچہ کافروں نے کسی زمانے میں بھی اپنے کسی معبود کی روزے کے ذریعے عبادت نہیں کی اگرچہ سجدہ، صدقہ، خیرات اور ذکر وغیرہ دوسرے معبودانِ باطلہ کی تعظیم کے لیے کیے گئے۔

۲۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ روزہ چونکہ چھپی ہوئی چیز ہے اس لیے اس میں ریاکاری کا ڈر نہیں ہوتا برخلاف نماز، حج، جہاد اور صدقہ خیرات وغیرہ ظاہری عبادات کے۔

۳۔ بعض حضرات نے کہا کہ روزے میں روزے دار یا اس کے نفس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا برخلاف اور عبادات کے۔

۴۔ کھانے پینے سے استغنا اللہ جل شانہ کی شان ہے اس صفت کے ذریعہ انسان اللہ جل شانہ کا تقرب حاصل کرتا ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مشابہ کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔

۵۔ روزہ میرے لیے ہے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اجر وثواب کو میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا، دوسری عبادات کے اجر وثواب کو تو اللہ تعالیٰ نے بعض مخلوق کے سامنے ظاہر فرما دیا ہے لیکن روزے کا ثواب مخفی رکھا ہے۔

۶۔ سب عالم اور تمام چیزیں اللہ جل شانہ کے لیے ہیں لیکن جیسے بیت اللہ یا ناقۃ اللہ کہتے ہیں اسی طرح اس کے اعزاز کے لیے فرمایا روزہ میرے لیے ہے، اس سے مقصد یہ ہے کہ روزے کے عظیم فضل کا بیان ہو اور اس پر ابھارا جائے، اس کی ترغیب دی جائے اور اس پر صبر کرنے پر ابھارا جائے۔

قاضی صاحب فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ قیامت میں روزہ دار کو جزا وعطا

جب وہ افطار کرتا ہے، اور ایک خوشی اس وقت جب وہ اپنے پروردگار سے ملے گا۔ اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ جل شانہ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہوتی ہے۔

اور اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ نے موطاء کے باب جامع الصیام (ص - ۱۲۴) پر ذکر کیا ہے:

(۱۵۹) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے

فرمائیں گے کہ اس کے منہ سے مشک سے زیادہ اچھی خوشبو آتی ہوگی جیسے شہید کے خون کی خوشبو مشک کی طرح ہوگی۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ روزے دار کو اس شخص سے زیادہ ثواب ملے گا جو علم وذکر کی مجالس میں مشک لے کر جاتے۔ بعض حضرات نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کے یہاں اس منہ کی خوشبو مشک کی خوشبو سے بہتر ہوگی۔

علامہ نووی فرماتے ہیں: روزہ دار کو جو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں ان کے بارے میں علماء لکھتے ہیں: اللہ جل شانہ کی ملاقات کے وقت جو خوشی حاصل ہوگی وہ اس سبب سے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کے عظیم اجر کا مشاہدہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت واحسان اور توفیق عطا فرمانے کو یاد کرے گا۔

اور افطار کے وقت کی خوشی اس معنی کر کہ عبادت مکمل کرنے کی توفیق ملی، روزہ مفسدات سے محفوظ رہا، اس پر اجر ملنے کی امید کامل ہوگئی اور ساتھ ہی کھانے پینے سے روکا گیا تھا اب اسے کھانے کی اجازت بھی مل گئی۔

واللہ اعلم

دستِ قدرت میں میری جان ہے روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ جل شانہٗ
کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔

★★★★

(۱۶۰) ایک روایت میں یوں آتا ہے: اللہ عز وجل فرماتے ہیں: وہ
(روزہ دار) اپنی پسندیدہ چیز اور کھانا پینا میرے لیے چھوڑتا ہے،
لہٰذا روزہ میرے لیے ہے اور میں اس کا بدلہ دوں گا، ہر نیکی کا بدلہ
دس گنہ سات سو گنہ تک ہے سوائے روزے کے کہ وہ میرے
لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح کے کتاب الصوم کے باب
فضل الصیام میں ذکر کیا ہے (۵-۳۲) اور اس کے بعد ملاحظہ ہو
حاشیہ قسطلانی۔

(۱۶۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا:
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرمایا کرتے تھے:
اللہ عز وجل نے فرمایا: انسان کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے
کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، پس قسم ہے
اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے روزے دار کے منہ
کی بو اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے برتر ہے۔

(۱۶۲) اور مسلم ہی کی ایک روایت میں آتا ہے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ
عنہ فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہٗ نے
فرمایا ہے: انسان کا ہر عمل اس کے اپنے لیے ہے سوائے روزے کے کہ
وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، اور روزہ ڈھال ہے،

لہٰذا جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو اسے چاہیئے کہ نہ
بے ہودہ بات کرے نہ شور و شغب کرے، پھر اگر کوئی شخص اسے
برا بھلا کہے یا اس سے لڑے تو اسے چاہیئے کہ یہ کہہ دے: میں روزہ
دار ہوں، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو قیامت کے روز اللہ
جل شانہٗ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے، اور روزہ دار
کے لیے دو خوشیاں ہیں جن کی وجہ سے وہ خوش ہوگا: ایک خوشی
افطار کی، اور جب وہ اپنے پروردگار سے ملے گا تو اپنے روزے
کی وجہ سے خوش ہوگا۔

★★★★

(۱۶۳) ایک روایت میں ہے: فرمایا: جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے
گا تو اللہ جل شانہٗ اسے روزے کا بدلہ فرمائیں گے جس سے وہ خوش ہو
جائے گا۔

★★★★

اس حدیث کو امام ترمذی نے باب فضل الصوم (۱-۱۴۷) پر
ذکر کیا ہے:

(۱۶۴) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمایا کرتے تھے: تمہارے پروردگار جل جلالہٗ
فرماتے ہیں: ہر نیکی کا دس گنہ سے سات سو گنہ تک اجر ملتا ہے، اور
روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، روزہ دوزخ
سے بچانے کے لیے ڈھال ہے اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ

کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے، اور اگر کوئی جاہل شخص تم میں سے کسی روزہ دار کے سامنے جہالت کا اظہار کرے تو اسے چاہیئے کہ اس سے کہہ دے: میں روزے سے ہوں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(۱۶۵) امام ترمذی ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے سب سے محبوب بندے میرے یہاں وہ ہیں جو خوب جلدی افطار کرنے والے ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

★★★★

ابن ماجہ نے یہ حدیث باب فضل الصیام (۱-۲۵۸) پر ذکر کی ہے

(۱۶۶) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ابن آدم (انسان) کے ہر عمل کا ثواب بڑھتا رہتا ہے ایک نیکی کا ثواب دس گنہ سے سات گنہ تک اور اس سے زیادہ جتنا اللہ تعالیٰ چاہے ملتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سوائے روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، روزہ دار اپنی مرغوب چیز اور کھانا میری وجہ سے چھوڑتا ہے، روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک خوشی افطار کے وقت اور ایک خوشی اس وقت جب وہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے گا، اور روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔

(۱۶۷) اسے ابن ماجہ نے مختصراً یہ الفاظ ذکر کیے بغیر کہ "وہ اپنی مرغوب چیز اور کھانا چھوڑتا ہے الخ۔ باب فضل العمل (۲-۲۲۳) پر ذکر کیا ہے۔

★★★★

اسے نسائی نے متعدد روایات کے ساتھ باب فضل الصیام (۴-۱۵۹) اور اس کے بعد ذکر کیا ہے، پہلی روایت:

(۱۶۸) حضرت علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، اور روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک اس وقت جب وہ افطار کرتا ہے، اور ایک اس وقت جب وہ اپنے پروردگار سے ملے گا، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔

★★★★

دوسری روایت:

(۱۶۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، اور روزہ دار کیلئے دو خوشیاں ہیں: جب وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہو جاتا ہے، اور جب اپنے پروردگار سے ملے گا اور وہ اس کو روزے کا بدلہ

دے گا تو یہ خوش ہو جائے گا، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔

★★★★

تیسری روایت:

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا: ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، روزہ ڈھال ہے، لہٰذا جب تم میں سے کسی شخص کے روزے کا دن ہو تو اسے چاہیئے کہ نہ فحش بات کرے نہ شور و شغب کرے، پھر اگر کوئی شخص اسے برا بھلا کہے یا اس سے لڑے تو اسے چاہیئے کہ یہ کہے: میں روزے دار آدمی ہوں، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے یہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے۔

★★★★

نسائی کی دوسری اور روایات اس کے بہت قریب ہیں جو ہم نے یہاں ذکر کی ہیں، اس لیے ان کے ذکر کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی جو انہیں دیکھنا چاہے وہاں دیکھ لے۔

۱۶- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرفہ کے دن اور یوم النحر (دس ذوالحجہ) میں اُمت کیلئے دعا کرنا

(حديث دعاء النبي صلى الله عليه وسلم لأمته عشية عرفة بالمغفرة)[1]

اسے ابن ماجہ رحمہ اللہ نے باب الدعاء بعرفۃ (۲-۲۳۱) بعد ذکر کیا ہے:

(۱) حضرت عبداللہ بن کنانہ بن عباس بن مرداس الاسلمی فرماتے ہیں، ان کے والد نے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی شام اپنی امت کے لیے دعا کی تو آپ کی دعا قبول فرمائی گئی کہ میں نے ان کی مغفرت کر دی سوائے ظالم کے کہ میں مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلاؤں گا۔ میں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو جنت عطا فرما دیں اور ظالم کو معاف فرما دیں لیکن عرفہ کی شام یہ دعا قبول نہیں ہوئی، جب مزدلفہ میں صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی دعا دہرائی اور آپ کی یہ دعا بھی قبول کر لی گئی، راوی کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے یا یہ فرمایا: مسکرا دیئے۔[2]

---

[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی مغفرت کے لیے عرفہ کے روز جو دعا کی تھی اس کا بیان۔

[2] آپ کا ہنسنا مسکرانا ہی ہوا کرتا تھا۔

تو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! ایسے موقع پر آپ ہنستے نہ تھے آپ کو کس بات سے ہنسی آگئی ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو ہنستا مسکراتا ہی رکھے، آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے دشمن شیطان کو جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ جل جلالہ نے میری دعا قبول فرما کر میری امت کی مغفرت فرما دی ہے تو اس نے اپنے سر پر مٹی ڈالنا شروع کر دی اور اپنے لیے تباہی و بربادی کی بد دعا کرنے لگا، اس کی اس جزع فزع کو دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔

★★★★

(۷۱) امام نسائی عرفہ کے دن کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل شانہ عرفہ کے دن سے زیادہ اور کسی دن اپنے بندوں کو دوزخ کی آگ سے چھٹکارا عطا نہیں فرماتے[۱] اور اللہ جل شانہ اور بندوں کے قریب ہوتے ہیں فرشتوں پر ان کی وجہ سے فخر فرماتے ہوئے پوچھتے ہیں: یہ لوگ کیا چاہتے ہیں[۲]؟

---

[۱] عرفہ کے دن کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے کہ اس روز اور دنوں کی بنسبت مخلوق کی بہت زیادہ مغفرت کی جاتی ہے اس لیے کہ یہ دن اور دنوں سے زیادہ فضیلت والا ہے، اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خاص تجلی فرماتے اور ان پر اپنی خصوصی رحمت کی بارش فرماتے ہیں۔

[۲] فرشتوں سے سوال مقصود نہیں ہے بلکہ اپنے ان بندوں کی تعریف مقصود ہے جو اپنے گھر بار اور ملک و وطن کو چھوڑ کر پراگندہ بال میلے کچیلے بن کر آئے

دس ذی الحجہ کے خطبہ کی حدیث ابن ماجہ نے باب الخطبۃ یوم النحر (۲-۱۲۹) پر ذکر کی ہے:

(۷۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت میں کہ آپ میدان عرفات میں اپنی مخضرم (کان کا کنارہ) کٹی ہوئی اونٹنی پر سوار تھے[۱] یہ فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے یہ کون سا دن ہے؟ اور یہ کون سا مہینہ ہے؟ اور یہ کون سا شہر ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ بلد حرام ہے، شہر حرام ہے، اور یوم حرام ہے، آپ نے فرمایا سن لو! تمہارے مال اور خون تم پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس مہینہ کی حرمت تمہارے اس شہر میں تمہارے اس دن میں۔ سن لو! میں حوض کوثر پر تم سے آگے آگے پہلے پہنچا ہوا ہوں گا۔ اور تمہاری کثرت کی وجہ سے میں اور امتوں پر فخر کروں گا لہٰذا تم میرا چہرہ سیاہ نہ کرنا سن لو میں بہت سے لوگوں کو بچانا چاہوں گا اور بہت سے لوگ مجھ سے بچائے جائیں گے، میں کہوں گا: اے میرے رب! یہ میرے ساتھیوں کو بچا لیجیے، اللہ جل شانہ فرمائیں گے: آپ کو کیا پتہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا خرافات کی تھیں[۲]

تاکہ فریضہ حج ادا کریں اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کریں اور یہ کہ ان کی توبہ قبول ہو، اس کی رحمت کی امید وار اور اس کے عذاب سے خوفزدہ ہیں وہ کریم و رحیم ذات ان کی مغفرت فرماتا ہے اور ان پر رحم کرتا ہے۔

[۱] یہ وہی قصواء نامی اونٹنی ہے۔

[۲] میں حوض کوثر پر پہلے سے موجود ہوں گا تاکہ تمہارے لیے تیاری ہو،

تم سیراب ہو سکو، میں اور امتوں پر تمہاری وجہ سے فخر کروں گا لہٰذا آگاہ کر کے حوض سے محروم ہو کر مجھے اور سیاہ نہ کرو، میں کچھ لوگوں کی سفارش کر کے انہیں بچالوں گا لیکن بعض لوگوں نے بہت سی خرافات و بدعات کیں ہوں گی جن کی میں سفارش نہ کروں گا۔ لہٰذا میرے نقش قدم پر چلو، صراطِ مستقیم کی اتباع کرو میرے بعد الٹے پاؤں پھر کر کافر مت بننا۔ واللہ اعلم۔

۱۷۔ جہاد فی سبیل اللہ شہیدوں کا مرتبہ و درجہ اور اخلاص کے ساتھ جہاد کرنا

جہاد فی سبیل اللہ تعالیٰ سے متعلق حدیث از صحیح بخاری

باب الجہاد من الایمان (۱-۱۶)

(۱۰۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ضمانت دی ہے جو اس کے راستے میں نکلتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور اس کے رسولوں کی تصدیق ہی نکال رہی ہو اور کوئی مقصد نہ ہو[1] کہ یا تو اسے اجر و ثواب اور

---

[1] یعنی اخلاص اور جل شانہٗ کی رضا کے حصول کے لیے نکلا ہو اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین رکھتا ہو اس کے حکم کی بجا آوری مقصود ہو، اور اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ شہداء سے جو وعدہ کیا ہے اس کی تصدیق کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے نکلا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا ضامن بنتا ہے اور اس کو شہادت کی صورت میں جنت عطا فرماتا ہے یا پھر اجر و ثواب اور مال غنیمت

مال غنیمت کے ساتھ واپس لوٹائیں گے، یا اسے جنت میں داخل فرمائیں
گے، اور اگر مجھے اپنی امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو میں کسی غزوہ
سے پیچھے نہ رہتا، اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے اللہ جل شانہٗ کے راستے میں
شہید کر دیا جائے پھر زندہ کیا جائے پھر قتل کیا جائے پھر زندہ کیا جائے
پھر قتل کیا جائے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الجہاد والسیر کے باب أفضل
الناس مؤمن۔ یجاہد بنفسہ ومالہ فی سبیل اللہ تعالیٰ میں ذکر کیا ہے
ملاحظہ ہو (۵-۲۵،۲۶) از شرح قسطلانی:

(۱۷۵) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنیوالے
کی مثال (اور اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ کون اس کے راستے میں جہاد
کرتا ہے) اس شخص کی طرح ہے جو روزہ دار ہو اور عبادت و نماز

کے ساتھ غازی بنا کر واپس لاتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ مخلص مجاہد کو چاہے مال غنیمت ملے نہ ملے دونوں صورتوں
میں اجر و ثواب ملتا ہے، مطلب یہ ہے کہ غازی یا صرف اجر و ثواب لیکر لوٹتا ہے
اور یا اجر و ثواب کے ساتھ مال غنیمت بھی حاصل کرتا ہے، بہر حال اجر دونوں صورتوں
میں ملے گا۔

بعض حضرات نے کہا ہے کہ اگر مال غنیمت نہ ملے تو اجر کامل ملتا ہے اور مال غنیمت
مل جائے تو اس صورت میں اجر کم ہو جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ
کے راستے میں شہید ہونے پھر زندہ ہونے پھر شہید ہونے کی بار بار تمنا کر کے شہادت کے عظیم
اجر کو بیان فرمایا ہے اور یہ بھی کہ ہر شخص کو شہادت حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں
شہادت کی تمنا کرنا چاہیئے۔

میں کھڑا ہوا ہو، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کے
لیے یہ ذمہ داری لی ہے کہ اگر اس کو موت دے دی تو اسے جنت
میں داخل کریں گے یا اجر و ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ اسے کامران
لوٹائیں گے۔

★★★★

اور اس حدیث کو امام بخاری ہی نے کتاب الجہاد والسیر کے باب
قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: أحلت لکم الغنائم (۴-۸۵ و ۸۶) میں
ذکر کیا ہے:

(۱۷۶) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں اس جہاد کرنے والے
کے لیے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے کلمات کی تصدیق کے
لیے اس کے راستے میں جہاد میں نکلا ہو یہ ذمہ داری لی ہے کہ اسے
جنت میں داخل فرمائیں گے یا اسے اس گھر تک اجر و ثواب اور مال
غنیمت کے ساتھ واپس لوٹا دیں گے جہاں سے وہ گیا تھا۔

★★★★

اور نسائیؒ نے فضل جہاد والی حدیث (۱-۱۶) یہ ذکر کی ہے:

(۱۷۷) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا
فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی ذمہ داری لی ہے جو اس کے راستے میں
جہاد پر نکلتا ہے وہ صرف مجھ پر ایمان رکھے اور میرے راستے میں جہاد
کے لیے نکلے تو میں اس کا ضامن ہوں یہاں تک کہ میں اسے جنت میں

داخل کر دوں گا چاہے کسی راستے سے ہو یا تو شہادت کے ذریعہ
یا وفات کے ذریعے یا میں اسے اس کے اس ٹھکانے تک لوٹا دوں
گا جہاں سے وہ نکلا تھا اس اجر اور مالِ غنیمت کے ساتھ جو اس
نے حاصل کیا تھا۔

****

(۱۷۸) ایک روایت میں ان (حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ) سے مروی
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی
ذمہ داری لی ہے جو اس کے راستے میں جہاد کے لیے نکلے، مقصدِ خروج
صرف جہاد فی سبیل اللہ اور اس کے کلام کی تصدیق ہو تو اسے میں جنت
میں داخل کر دوں گا یا اسے اس اجر و ثواب اور مالِ غنیمت کے ساتھ
جو اس نے حاصل کیا ہے اس کے گھر تک واپس پہنچا دوں گا۔

****

(ان کی ایک اور روایت جو ثواب السریۃ التی تخفق میں وارد ہے[1])
(۱۷۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے ربِ ذوالجلال سے نقل کیا ہے فرمایا: میں نے اس کے
لیے یہ ضمانت دی ہے کہ اگر واپس لوٹایا تو اجر و ثواب یا مالِ غنیمت
کے ساتھ واپس لوٹاؤں گا اور اگر اس کی روح قبض کر لی تو اس کی مغفرت
کر دوں گا اور اس پر رحم کروں گا۔

****

---

[1] یعنی لہلہانے والے جھنڈے کے اجر و ثواب کے بارے میں۔

جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت از صحیح مسلم

(۱۸۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو اس کے
راستے میں جہاد کے لیے نکلتا ہے جس کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کے راستے
میں جہاد کرنا اور اس کے کلمہ کی تصدیق ہو یا تو شہادت کا
درجہ عطا فرما کر) جنت میں داخل فرماتے ہیں یا اجر و ثواب اور مالِ
غنیمت کے ساتھ واپس لوٹا دیتے ہیں۔

****

اور صحیح مسلم ہی میں آیا ہے:

(۱۸۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان رکھتے ہوئے
اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرتے ہوئے اس کے راستے میں جہاد کے
لیے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ضامن بن جاتے ہیں کہ وہ اسے
جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اور یا اسے اجر و ثواب اور مالِ غنیمت کے
ساتھ اس کے اس گھر واپس لوٹا دیں گے جہاں سے وہ جہاد کے
لیے نکلا تھا، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ
وسلم) کی جان ہے کوئی زخم ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں آئے
مگر یہ کہ قیامت کے روز وہ ویسا ہی آئے گا جیسا اس روز تھا جس روز
زخم لگا، اس کا رنگ خون کا سا ہو گا اور خوشبو مشک کی سی ہوگی،
اور قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی جان ہے اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ مسلمانوں پر شاق گزرے گا تو میں جنگ پر جانے والے لشکر سے کبھی بھی پیچھے نہ رہتا، لیکن میرے پاس اتنی گنجائش نہیں کہ میں انہیں سواری پر سوار کرا سکوں اور نہ خود ان کے پاس اتنی وسعت ہے کہ وہ خود تیار ہو کر میرے ساتھ نکلیں، ان پر مجھ سے پیچھے رہنا بہت شاق گزرے گا۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ جل شانہ کے راستے میں جنگ کروں پھر قتل کیا جاؤں پھر جنگ کروں پھر قتل کیا جاؤں۔

اہلِ بدر کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک: اللہ فرماتے ہیں

"اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم"[1]

لے امام بخاری نے باب غزوۃ الفتح (۵-۱۴۵) میں ذکر کیا ہے یہ حدیث غزوۂ فتح مکہ والی ہے۔ حاطب بن أبی بلتعۃ نے اہل مکہ کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جنگ کر کے مکہ فتح کرنا چاہتے ہیں[2]، اس حدیث میں آتا ہے:

---

[1] جو چاہے کرو میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔

[2] حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور زبیر بن العوام اور مقداد بن الأسود کو یہ فرما کر بھیجا کہ روضۃ خاخ ذکر

مدینہ کے درمیان واقع ایک جگہ ہے جو مدینہ منورہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔) جاؤ وہاں ہودج میں سوار سارہ نامی ایک عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے آؤ ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر تیزی سے وہاں گئے وہ عورت وہاں ملی ہم نے اس سے خط دینے کو کہا، اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے، ہم نے کہا خود نکال دو تو ٹھیک ہے ورنہ ہم تمہاری تلاشی لیں گے، یہ سن کر اس نے وہ خط اپنی چوٹی سے نکال کر ہمیں دے دیا ہم وہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت حاطب نے مشرکین میں سے صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور عکرمۃ بن أبی جہل کو یہ اطلاع بھیجوائی تھی۔

ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ حضرت حاطب نے کہا: مکہ والوں کے ساتھ میرے اہل و عیال رہتے تھے ان کے بچانے کی خاطر میں نے ان پر یہ احسان کرنا چاہا میں نے یہ کام کفر یا ارتداد یا اسلام کے بعد کفر پر راضی ہونے کی وجہ سے نہیں کیا تھا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصدیق کی۔

یہاں ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ انہوں نے جب صاف یہ فرما دیا کہ میں نے یہ کام کفر یا ارتداد کی وجہ سے نہیں کیا تھا تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں منافق کیوں فرمایا؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت عمر دین میں نہایت قوی اور منافقوں سے سخت متنفر تھے، ان کے خیال میں یہ کام کرنے والا واجب القتل تھا، لیکن قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے قتل کی اجازت مانگی، منافق اس لیے فرمایا کہ انہوں نے ظاہر کچھ کیا تھا اور اندر کچھ تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ

(۱۸۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حاطب! یہ کیا ہے؟
انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے بارے میں عجلت نہ فرمائیے
میں قریش کے ساتھ ملحق تھا (یعنی میں ان کا حلیف تھا قریش میں سے نہ تھا)
آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کے رشتہ دار موجود ہیں جن کے ذریعے وہ
اپنے اہل وعیال اور مال کی حفاظت کرتے ہیں اس لیے میں نے یہ سوچا
کہ چونکہ ان سے میرا رشتہ داری کا تعلق نہیں ہے اس لیے میں ان پر
کچھ احسان کردوں جس کی وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کا خیال
رکھیں، میں نے یہ خط اس لیے نہیں لکھا کہ میں دین سے مرتد ہو گیا ہوں
یا اسلام قبول کرنے کے بعد پھر سے کفر پر راضی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا:
اے اللہ کے رسول! مجھے چھوڑ دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں،
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو جنگ بدر میں شریک ہوئے ہیں،
تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھ کر یہ فرمایا ہو: تم جو چاہو کرو
میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔ الخ

وسلم نے انہیں معذور قرار دیا اس لیے کہ انہوں نے ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا تھا
اور ابھی ان کے اس فعل سے کوئی نقصان بھی نہ ہوا تھا۔

روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل بدر کی خصوصیت اور
امتیاز بیان فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور انہوں نے فرمایا:
اللہ ورسولہ اعلم، حضرت عمر کی آنکھوں میں آنسو اس لیے آتے تھے کہ انہوں
نے یہ فرمایا: مجھے چھوڑ دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں، اس کلمہ کے خوف
سے ان کی آنکھوں میں آنسو آئے، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب اہل بدر کو اس عظیم امتیاز
کا علم ہوا تو وہ خوشی سے رو دیئے ہوں اس لیے کہ وہ خود بھی اہل بدر میں سے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اللہ جل شانہ کی ان سے گفتگو

جسے امام ترمذی نے باب سورۃ آل عمران میں ذکر کیا ہے سند
کے بعد لکھتے ہیں:

(۱۸۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے اور فرمایا: اے جابر! کیا بات ہے شکستہ
شکستہ سے معلوم ہو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!
میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے ہیں، انہوں نے بہت سے
اہل وعیال اور قرضہ چھوڑا ہے، فرمایا: کیا میں تمہیں یہ بشارت نہ سناؤں
کہ اللہ تعالیٰ تمہارے والد سے کس طرح ملے؟ میں نے عرض کیا: کیوں
نہیں اے اللہ کے رسول، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس سے بھی گفتگو فرمائی
پردے کے پیچھے سے گفتگو فرمائی لیکن تمہارے والد کو زندہ کیا اور ان
سے بالمشافہ آمنے سامنے بات کی[1] اور فرمایا: اے میرے بندے! مجھ

---

[1] یہ متشابہات میں سے ہے جو اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ
حادث چیزوں کی مشابہت سے برتر وبالا ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے بغیر آواز
وحروف کے اسی طرح کلام فرمایا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بغیر حروف
وآواز کے کلام فرمایا تھا۔

سے مانگو میں تمہیں عطا کروں گا، انہوں نے کہا: اے رب! آپ مجھے زندہ فرما دیں اور میں آپ کے لیے دوبارہ قتل کر دیا جاؤں، اللہ عزوجل نے فرمایا: یہ بات میری طرف سے پہلے ہی سے طے ہو چکی ہے کہ وہ دوبارہ لوٹائے نہیں جائیں گے، فرمایا: اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

«وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ...»	اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ مت خیال کرو۔
آل عمران - ۱۶۹	

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

★★★★

ابن ماجہ نے اپنی سنن کے باب فیما انکرت الجھمیۃ میں ترمذی کی اس روایت کے الفاظ کے قریب قریب الفاظ سے نقل کیا ہے (اس میں یہ ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام جنگ احد میں شہید ہوئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملے ۔۔۔۔ الحدیث

ابن ماجہ نے بھی اپنی سنن میں اسے باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ میں بیان کیا ہے جو اس طرح ہے:

(۱۸۴) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جابر! کیا تمہیں یہ نہ بتلاؤں کہ اللہ جل شانہ نے تمہارے والد سے کیا فرمایا؟ میں نے عرض کیا: ضرور بتلایئے، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جس سے بھی گفتگو فرمائی حجاب کے پیچھے سے فرمائی سوائے تمہارے والد کے کہ ان سے بغیر واسطہ کے

بالمشافہ گفتگو فرمائی اور فرمایا: اے میرے بندے! جو مانگنا چاہتے ہو مانگو میں تمہیں دوں گا، انہوں نے عرض کیا: آپ مجھے زندہ فرما دیں۔ تاکہ آپ کے راستہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں، فرمایا: یہ بات میری طرف سے پہلے سے طے ہے کہ وہ دوبارہ اس طرف لوٹ کر نہیں جائیں گے، فرمایا اے رب! پھر آپ میرے پیچھے رہ جانے والوں کو یہ خبر پہنچا دیں، چنانچہ اللہ جل شانہ نے درج ذیل آیت نازل فرمائی:

«وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ»	اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں رزق پاتے رہتے ہیں۔
آلِ عمران - ۱۶۹	

شہداء سے اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک کیا تم کچھ چاہتے ہو۔؟

جسے امام مسلم نے اپنی صحیح کے فضل الجہاد والسیر کے باب فی بیان أن أرواح الشہداء فی الجنۃ ۔۔۔۔ الخ میں تین طرق سے ذکر کیا ہے، پہلا طریق یہ ہے:

(۱۸۵) حضرت عبداللہ بن مرۃ سے مروی ہے کہ مسروق نے فرمایا: ہم نے یا میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت:

((وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ))

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں رزق پاتے رہتے ہیں۔

آل عمران - ۱۶۹

کے بارے میں سوال کیا، انہوں نے فرمایا: ہم نے اس کے بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا: ان (شہیدوں) کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹ میں ہوں گی، ان کے لیے عرش سے لٹکی ہوئی قندیلیں ہوں گی۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں گے پھریں گے پھر وہ دوبارہ اپنی قندیلوں میں واپس آجائیں گے ایک مرتبہ ان کے پروردگار ان کی طرف جھانک کر دیکھیں گے اور فرمائیں گے: کیا تم کچھ چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہم کس چیز کی خواہش کریں جب کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں گھومتے پھرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ تین مرتبہ ان سے اس طرح پوچھیں گے، جب وہ یہ دیکھیں گے کہ وہ بغیر سوال کئے چھوڑے نہیں جائیں گے تو وہ عرض کریں گے: اے رب ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری ارواح کو ہمارے جسموں میں دوبارہ لوٹا دیا جائے تاکہ ہم آپ کے راستے میں دوبارہ شہید ہو جائیں، اللہ تعالیٰ جب یہ محسوس کریں گے کہ وہ کسی چیز کی حاجت نہیں رکھتے تو پھر انہیں چھوڑ دیا جائے گا۔

★★★★

(میں نے اسی روایت پر اس لیے اکتفا کیا ہے کہ یہ دوسری روایات سے کفایت کرتی ہے، واللہ اعلم،

(۱۸۶) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ جل شانہ کے فرمان مبارک:

((وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ))

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں انہیں ہرگز مردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ تو اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں رزق پاتے رہتے ہیں۔

آل عمران - ۱۶۹

کے بارے میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ہم نے اس کے بارے میں پوچھا تھا، ہمیں یہ بتلایا گیا کہ ان (شہداء) کی روحیں سبز رنگ کے پرندوں کی شکل میں ہوں گی جنت میں جہاں چاہیں گی گھومیں پھریں گی اور ان قندیلوں میں ٹھکانہ پکڑیں گی جو عرش کے ساتھ معلق ہوں گی، ان کے پروردگار ایک مرتبہ ان کی طرف جھانک کر دیکھیں گے اور فرمائیں گے: کیا تمہیں مزید کسی اور چیز کی ضرورت ہے کہ میں دے دوں؟ وہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہم مزید اور کس چیز کا سوال کریں جب کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں گھومتے پھرتے ہیں؟ اللہ جل شانہ ان کی طرف دوبارہ جھانک کر فرمائیں گے: کیا تمہیں مزید کسی اور چیز کی ضرورت ہے کہ میں وہ دے دوں؟ جب وہ یہ سمجھ لیں گے کہ انہیں بغیر مانگے اور سوال کئے چھوڑا نہیں جائے گا تو وہ عرض کریں گے: ان کی تمنا ہے کہ ہماری ارواح کو آپ واپس لوٹا دیں تاکہ ہم دنیا کی طرف لوٹ جائیں اور آپ کے راستے میں دوبارہ شہید ہو جائیں۔

امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے باب فی فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ میں قریب قریب ترمذی جیسے الفاظ ہی کے ساتھ نقل کیا ہے البتہ انہوں نے اس میں یہ الفاظ بھی درج کیے ہیں :

(۱۸۷) تم جو چاہو مجھ سے مانگ لو (یہ ایک مرتبہ فرمایا) اور اس میں ہے کہ فرمایا : اور ہم آپ سے کیا مانگیں جب کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں گھومتے پھرتے ہیں؟ اس میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں : پھر جب اللہ جل شانہ نے دیکھ لیا کہ وہ اس کے علاوہ اور کسی چیز کو نہیں مانگیں گے تو انہیں چھوڑ دیا گیا۔

★★★★

لہ امام نسائی نے باب ما یتمنیٰ اھل الجنۃ میں یوں ذکر کیا ہے :

(۱۸۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک جنت والے کو لایا جائے گا، اللہ جل شانہ فرمائیں گے، اے ابن آدم! تم نے اپنے ٹھکانے کو کیسا پایا؟ وہ کہے گا : اے رب بہت بہترین جگہ ہے، فرمائیں گے : سوال کرو اور تمنا کرو، وہ کہے گا : میں یہ سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے دنیا کی طرف لوٹا دیں اور میں آپ کے راستے میں دس مرتبہ قتل کیا جاؤں، یہ سوال وہ اس لیے کرے گا کہ وہ شہادت کے اجر و ثواب و فضیلت کو دیکھ رہا ہوگا۔

★★★★

حدیث : "یختصم الشہداء والمتوفون علی فرشہم"

(شہید اور بستروں پر وفات پانے والے

آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے)

اس حدیث کو نسائی نے اپنی سنن کے باب مسألۃ الشہادۃ (۱-۳۷) پر ذکر کیا ہے :

(۱۸۹) حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : شہید اور بستروں پر وفات پانے والے اللہ جل شانہ کے دربار میں ان لوگوں کے بارے میں جھگڑا کریں گے جو طاعون کی وجہ سے وفات پا گئے ہیں لہ، شہید کہیں گے : یہ ہمارے بھائی ہیں جیسے ہم قتل کئے گئے اسی طرح انہیں بھی قتل کیا گیا ہے،

لہ اللہ جل شانہ کے راستے میں شہید ہونے والے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کریں گے کہ طاعون کی وجہ سے مرنے والے ہماری طرح شہید شمار کئے جائیں اور انہیں وہی عظیم اجر و ثواب ملے جو ہمیں ملا ہے، اس لیے کہ جیسے ہم نے میدان جنگ میں صبر کیا انہوں نے بھی آپ کے فیصلہ پر صبر کیا اور اس مرض طاعون کے ذریعہ وفات پا گئے جو آپ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔

بستروں پر طبعی موت مرنے والے کہیں گے جیسے ہم اپنی بستروں پر مرے ہیں یہ بھی اپنے بستروں پر مرے ہیں اس لیے انہیں ان شہیدوں والا اجر و ثواب

اور بستروں پر مرنے والے کہیں گے: یہ ہمارے بھائی ہیں جیسے (بستروں پر) ہم مرے ہیں یہ بھی اسی طرح (بستر پر) مرے ہیں، ہمارے پروردگار فرمائیں گے: ان کے زخموں کو دیکھو، اگر ان کے زخم مقتولوں کے زخموں کی طرح ہیں تو یہ شہداء میں سے ہیں اور انہی کے ساتھ ہوں گے، دیکھا گیا تو ان کے زخم شہیدوں کے زخموں سے مشابہ تھے۔

★★★★

حدیث: ”من خان غازیاً فی أھلہ“

جو شخص کسی غازی کے اہل وعیال کے بارے میں خیانت کریگا

اسے نسائی نے اپنی سنن کے باب من خان غازیاً فی أھلہ میں ذکر کیا ہے:

(۱۹۰) حضرت سلیمان بن بریدۃ اپنے والد حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنگ

کیوں کر ملے گا جنہوں نے اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا اور جام شہادت نوش کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس فیصلے کے بعد ان کے زخم دیکھے جائیں گے، جب طاعون سے ان ہلاک ہونے والوں کے زخم دیکھے جائیں گے تو وہ بالکل شہیدوں کے زخموں کی طرح ہوں گے، ان کو آخرت کے احکام کے لحاظ سے شہید کہا جاتا ہے، میدان جنگ میں شہید پر جو دنیوی احکام جاری ہوتے ہیں کہ انہیں غسل نہیں دیا جاتا یہ میدان جنگ کے شہید ہی کی خصوصیت ہے۔

میں نہ جانے والوں کے لیے جنگ میں جہاد کرنے والوں کی بیویوں کا ایسا احترام لازم ہے جیسے ان کی ماؤں کی حرمت، اور جب کوئی مجاہد کسی شخص کو اپنے اہل وعیال کے بارے میں اپنا قائم مقام اور خلیفہ بنائے اور وہ ان کے سلسلہ میں خیانت کرے گا تو قیامت کے روز اس سے کہا جائے گا: اس شخص نے تمہارے گھر والوں کے بارے میں خیانت کی تھی اس لیے اس کی جتنی نیکیاں تم لینا چاہتے ہو لے لو، بتاؤ تمہارا کیا خیال ہے؟ (وہ مجاہد اس کی کتنی زیادہ نیکیاں لے لے گا)[1]

حدیث ”یجیٔ الرجل آخذاً بید الرجل فیقول: یارب ھذا قتلنی“

ایک شخص دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے آئے گا اور کہیگا اے میرے پروردگار اس نے مجھے قتل کیا تھا

---

[1] مجاہدین کے اہل وعیال کا احترام کرنا چاہیے ان کی عزت وآبرو کا خیال رکھنا چاہیے، ان کی بیویوں کی عزت آبرو کو ماں کی عزت کی طرح قرار دیا، اگر کوئی شخص مجاہد کی بیوی سے مرتکب فاحشہ ہوتا ہے تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے، قیامت میں سب کے سامنے اسے شرمندہ کیا جائے گا اور مجاہد سے یہ کہا جائے گا کہ تمہارے گھر والوں کے سلسلہ میں اس نے خیانت کی تھی اس لیے تم اس کے بدلے اس کی جتنی نیکیاں چاہو لے لو، ایسی صورت میں ایسے خائن سے بدلہ لینے میں اس مجاہد کی کیا کیفیت ہوگی؟ کیا وہ اس کی کوئی نیکی چھوڑے گا؟ ایسے موقع پر آپ خود ہی سوچ لیجیے کہ اس خائن کی کیا حالت ہو گی، ایک طرف شرمندگی ورسوائی دوسری طرف نیکیوں سے خالی ہاتھ رہ جانا اور پھر گناہوں کے بوجھ کے ساتھ جہنم رسید ہونا، اللہ تعالیٰ اس ذلت ورسوائی اور گناہ سے محفوظ فرمائے۔

اسے نسائی نے اپنی سنن کے باب تعظیم الدم میں ذکر کیا ہے۔

(۱۹۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر آئے گا اور کہے گا: اے رب! اس نے مجھے قتل کیا تھا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: تو نے اسے کیوں قتل کیا تھا؟ وہ کہے گا: میں نے اسے اس لیے قتل کیا تھا تاکہ عزت و غلبہ آپ کے لیے ہی ہو جائے، فرمائیں گے: وہ تو میرے لیے ہی ہے، اور ایک شخص ایک شخص کا ہاتھ پکڑے ہوئے آئے گا اور کہے گا: اس نے مجھے قتل کیا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: تم نے اسے کیوں قتل کیا تھا؟ کہے گا: اس لیے تاکہ عزت و غلبہ فلاں شخص کے لیے ہو جائے، فرمائیں گے: وہ تو فلاں شخص کے لیے نہیں ہے چنانچہ وہ شخص اس (مقتول) کے گناہ کے بوجھ کے ساتھ واپس ہوگا[1]

---

[1] حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اللہ جل شانہ کے راستے میں اس لیے لڑتا ہے تاکہ اللہ تعالےٰ کے کلمہ کی سربلندی ہو اللہ تعالےٰ کا دین سربلند ہو تو ایسا شخص اللہ جل شانہ کے یہاں عظیم درجات پائے گا اس نے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے قتل کیا تھا ایسا کرنے میں وہ حق بجانب تھا۔
لیکن جو شخص کسی آدمی کو کسی بادشاہ یا حاکم کی وجہ سے قتل کرتا ہے تو ایسا شخص بلاحق قتل کرنے والا ہر راہِ راست سے ہٹنے والا اور ظالم ہے اس نے ایسے شخص کی عزت و سربلندی چاہی جس کے لیے یہ ہے ہی نہیں، اس نے راہ راست کو چھوڑا ہے اس لیے یہ اپنے گناہ کے ساتھ تباہ و برباد ہوگا اور اللہ تعالیٰ اسے سخت عذاب دینگے۔

حدیث "عجب ربنا من رجل غزا فی سبیل اللہ"

اللہ جل شانہ اس شخص سے خوش ہوتے ہیں جو اس کے راستے میں جنگ کرے

اسے ابوداؤد نے اپنی سنن کے باب الرجل یشری نفسہ (۲-۲۱۱) پر ذکر کیا ہے:

(۱۹۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ہمارے پروردگار اس شخص سے خوش ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کرے اور شکست کھا جائے اور یہ جان لے کہ اس کی کیا ذمہ داری ہے اور واپس لوٹ کر لڑے یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا جائے اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرمائیں گے۔ میرے بندے کو دیکھو وہ میرے اجر و ثواب کی رغبت اور عذاب و گرفت کی ڈر سے واپس لوٹا ہے یہاں تک کہ اس کا خون بہا دیا گیا۔

★★★★

حدیث: عجب ربنا من قوم یقادون إلی الجنۃ فی السلاسل "

ہمارے پروردگار اس قوم سے خوش ہوتے ہیں جنہیں بیڑیوں میں جکڑ کر جنت کی طرف لے جایا جائے گا

اسے ابو داود نے اپنی سنن کے باب الاسیر یوثق (۲-۳۴۹) میں ذکر کیا ہے:

(۱۹۳) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرمایا: ہمارے پروردگار عزوجل اس قوم سے خوش ہوتے ہیں جسے بیڑیوں کے ذریعے قید کر کے جنت تک پہنچایا جائے گا۔[1]

[1] ہو سکتا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہوں جنہیں مجاہدین جنگ میں پکڑ کر قیدی بنا لیتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے دیتا ہے اور وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں۔ اور جنت میں داخل ہو جاتے ہیں، تو گویا قید و بند میں جکڑنا ان کے ایمان لانے کا باعث بنا، اگر انہیں قید نہ کیا جاتا تو وہ حالت کفر میں قتل کر دیئے جاتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۸۔ امتِ محمدیہ کے اعمال کا اجر و ثواب بڑھانا

"حدیث: یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کی مثال ایسی ہے جیسے: الخ"

جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الإجارۃ کے باب الإجارۃ إلی صلاۃ العصر (۳-۹۰) پر نقل کیا ہے:

(۱۹۴) حضرت عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے کچھ مزدوروں کو اجرت پر لیا ہو اور یہ کہا ہو: ایک قیراط پر آدھے دن تک کون کام کرے گا؟ تو یہود نے ایک قیراط پر کام کیا، پھر نصاریٰ نے ایک ایک قیراط پر کام کیا، پھر تم وہ لوگ ہو جو عصر کی نماز سے سورج غروب ہونے تک دو دو قیراط پر کام کرو گے، یہود و نصاریٰ ناراض ہوں اور کہیں کہ ہم نے محنت و کام زیادہ کیا اور مزدوری کم ملی، وہ شخص کہے: کیا میں نے تم پر ظلم کیا اور تمہاری حق تلفی کی ہے؟ وہ کہیں گے: جی نہیں، وہ کہے گا: یہ میرا فضل و احسان ہے جس کو چاہوں اس سے نواز دوں۔

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے باب الاجارۃ من العصر الی اللیل میں ذکر کیا ہے (۳-۹۰) متن کا اور (۴-۱۳۳) شرح کا صفحہ۔

(۱۹۵) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ نے فرمایا: مسلمانوں یہود اور عیسائیوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو ایک قوم کو رات تک اس شرط پر اجرت پر رکھے کہ انہیں اتنے پیسے دے گا، وہ دن کے نصف تک کام کریں اور کہیں ہمیں وہ اجرت منظور نہیں ہے جو آپ نے طے کی ہے ہم نے جو کچھ کیا وہ کالعدم سمجھیں؛ وہ ان سے کہے: ایسا نہ کرو دن کا باقی حصہ بھی کام کر لو اور مقررہ اجرت پوری لے جاؤ، لیکن وہ اس سے انکار کر کے کام ادھورا چھوڑ کر چلے جائیں، ان کے جانے کے بعد وہ دوسرے مزدوروں کو اجرت پر رکھ لے اور کہے: آج کا بقیہ دن کام کر لو تمہیں اجرت وہی ملے گی جو میں نے پہلے والوں سے طے کی تھی، وہ لوگ کام شروع کریں اور جب عصر کا وقت ہو تو کہیں: ہم نے جو کچھ کیا وہ کالعدم سمجھیں اور آپ نے جو مزدوری طے کی تھی وہ اپنے پاس رکھیں، وہ ان سے کہے: دن کا باقی حصہ پورا کر لو، اب دن ختم ہی ہونے والا ہے[1] پھر ایک اور جماعت کو باقی ماندہ

[1] اس حدیث میں ان یہود و نصاریٰ کی حالت بیان کی گئی ہے جنہوں نے وہ زمانہ پایا جس میں ان کی کتاب و شریعت دوسرے نبی کی آمد سے منسوخ ہو گئی اور انہوں نے اس مبعوث نبی اور اس نئی کتاب کی تکذیب کی جیسے یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا انجیل کو پایا لیکن ان کا انکار کیا، انجیل کی تکذیب کی تو گویا انہوں نے اپنے مالک سے یہ کہا کہ آپ نے جو اجرت ہمارے لیے مقرر کی ہے ہمیں

دن میں کام کے لیے اجرت پر رکھے وہ باقی ماندہ دن میں کام کریں اور سورج کے غروب ہونے تک کام کر کے پچھلی دونوں جماعتوں کی مقررہ اجرت پوری کی پوری وصول کر لیں، یہی مثال ہے ان یہود و نصاریٰ کی اور ان کی جنہوں نے اس نور (محمدی) کو قبول کیا۔ (دین اسلام پر ایمان لائے)

وہ نہیں چاہیئے۔

اسی طرح وہ یہود و نصاریٰ جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ پایا اور آپ کی نبوت سے انکار کیا قرآن کریم کی تکذیب کی تو گویا انہوں نے اپنے آقا سے یہ کہا: ہم نے جو کچھ کیا تھا وہ کالعدم اور ہمیں اجرت کے پیسے بھی نہیں چاہئیں۔

جن مسلمانوں نے اللہ جل شانہ کی ہدایت کو قبول کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کردہ شریعت و کتاب پر ایمان لائے تو گویا یہود و نصاریٰ نے جس کام کو ادھورا چھوڑا تھا انہوں نے اسے مکمل کر کے پوری کی پوری اجرت وصول کر لی۔

۱۹۔ توراۃ میں مذکور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف

توراۃ میں مذکور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سے متعلق حدیث کو امام بخاری نے سورۂ فتح کے باب قول اللہ تعالیٰ "إنا أرسلناك شاهداً ومبشراً ونذيراً" (۶-۱۳۶) پر ذکر کیا ہے:

(۱۹۶) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قرآن کریم کی درج ذیل آیت قرآن کریم میں اس طرح ہے۔

((يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا))
الأحزاب - ۴۵

اے نبی بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے بطور گواہ اور بشارت دینے والے اور ڈرانے والے کے۔

اور توراۃ میں یوں ہے۔

((يا أيها النبي إنا أرسلناك شاهداً ومبشراً وحرزاً للأميين أنت عبدي ورسولي سميتك المتوكل، ليس بفظ ولا غليظ، ولا سخاب بالأسواق، ولا يدفع السيئة

بالسيئة ولكن يعفو ويصفح، ولن يقبضه الله حتى يقيم به الملة العوجاء بأن يقولوا لا إله إلا الله فيفتح بها أعيناً عمياً وآذاناً صماً، وقلوباً غلفاً[1]))

اے نبی ہم نے آپ کو بطور گواہ اور بشارت دینے والا اور امیوں کا محافظ بنا کر بھیجا ہے، آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے، آپ نہ بہت ترش مزاج ہیں نہ سخت، نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہیں، اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کرتے اور درگزر کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ انہیں اس وقت تک نہیں اٹھائیں گے (وفات نہیں دیں گے) جب تک ان کے ذریعہ ٹیڑھی ملت کی اس طرح اصلاح نہ فرما دیں کہ لوگ لا الہ الا اللہ پڑھ لیں اس کے ذریعے اندھی آنکھوں اور بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں۔

[1] اپنی امت کے مومنین کی تصدیق وایمان اور کافروں کی تکذیب کی شہادت دیں گے، مومنوں کو جنت کی بشارت سنائیں گے اور کافروں کو دوزخ کی آگ سے ڈرائیں گے، اور امی اہل عرب (جو عرب میں بڑی تعداد میں تھے) کے لیے مضبوط قلعہ ہیں آپ کا نام متوکل رکھا ہے اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ پر اعتماد وبھروسہ اور تھوڑے سے رزق پر قناعت کرنے والے ہیں، فتح ونصرت میں اللہ جل شانہ پر اعتماد کرتے ہیں، مصائب کے دور ہونے میں کشادگی کا انتظار کرتے ہیں، اچھے اخلاق پر عمل کرتے ہیں اور اللہ جل شانہ کے تمام وعدوں پر یقین کامل رکھتے ہیں اسی لیے متوکل نام رکھا۔

اس حدیث کو امام بخاری نے ہی کتاب البیوع کی ابتداء میں اسطرح ذکر کیا ہے:

(۱۹۷) سندِ مسلسل کے ساتھ عطاء بن یسار سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملا ان سے عرض کیا: مجھے تورات میں مذکور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بتلائیے، انہوں نے فرمایا بہت اچھا، بخدا ان کے بعض وہ اوصاف جو قرآن کریم میں مذکور ہیں وہ توراۃ میں بھی مذکور ہیں: اے نبی ہم نے آپ کو شاہد اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے... الخ

★★★★

بازاروں میں شور و شغب نہیں کرتے بلکہ خاموش اور نرم مزاج بن کر رہتے ہیں، معلوم ہوا بازاروں میں شور مچانا قابلِ مذمت ہے۔

ٹیڑھی ملت سے ملتِ ابراہیمی مراد ہے، اس لیے کہ ایامِ فترت میں اس میں اعوجاج (ٹیڑھا پن) آگیا تھا، اس میں کمی و زیادتی کی گئی، اس میں تغیر و تبدل ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح کی، عربوں میں جو شرک پھیل گیا تھا اسے دور کیا، توحیدِ عام کی، اس کلمہ توحید کے ذریعہ ایسی آنکھوں کو کھولا جو حق کے دیکھنے سے اندھی اور بہری تھیں۔ جو پردے دلوں پر پڑے ہوئے تھے وہ دور کئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہدایت کا ذریعہ بنے۔

★★★★

۲۰۔ مصیبت پر صبر کا صلہ

حدیث :۔ "جزاء الصبر علی فقد العینین"

آنکھوں کا نور نہ ہونے پر صبر کرنا

اسے امام بخاری نے کتاب الطب کے باب فضل من ذھب بصرہ (۷ - ۱۱۶) پر ذکر کیا ہے:

(۱۹۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: میں جب اپنے بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں (آنکھوں) کے بارے میں آزمائش میں ڈالتا ہوں اور وہ اس پر صبر کر لے تو اسے ان کا بدلہ جنت کی شکل میں دیتا ہوں[1]

★★★★

---

[1] انسان کو اپنے جسم کے اعضاء میں آنکھیں سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہیں، ان کے نہ ہونے پر شدید دکھ و افسوس ہوتا ہے، اس لیے کہ ان کے نہ

امام ترمذی نے اسے اپنی جامع کے باب ماجاء فی ذهاب البصر (۲-۴۴) پر ذکر کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

(۱۹۹) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں: میں جب دنیا میں اپنے بندے کی دو محبوب ترین چیزیں (آنکھوں) لے لیتا ہوں تو اس کے لیے میرے پاس سوائے جنت کے اور کوئی بدلہ نہیں ہوتا۔

ابو عیسیٰ ترمذیؒ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے، حدیث غریب اسے کہتے ہیں جس کی سند میں کسی طبقہ میں ایک راوی منفرد ہو خواہ دوسرے طبقات میں متعدد کیوں نہ ہوں، حدیث کی سند میں

ہونے کی وجہ سے انسان اچھی چیزوں کو دیکھ نہیں پاتا کہ ان سے خوش ہو سکے اور نہ بری و نقصان دہ چیزوں کو دیکھ سکتا ہے کہ ان سے بچ سکے۔

صبر سے مراد یہ ہے کہ جب یہ مصیبت آئے تو ابتداء ہی سے صبر کرے۔ اللہ جل شانہ کے سپرد کر دے، لیکن اگر شروع میں تنگدل ہوا پھر مایوس ہو کر صبر کرنے لگا تو اسے یہ مطلوبہ ثمرہ حاصل نہ ہوگا۔

یاد رکھئے مصیبت پر اجر اس وقت ملتا ہے جب انسان اس پر صبر کرے، اللہ جل شانہ کے فیصلہ پر راضی رہے اور جزع فزع نہ کرے لیکن اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا بلکہ جزع فزع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے سامنے گردن نہیں جھکاتا تو اسے اجر و ثواب نہ ملے گا بلکہ جزع فزع معصیت بن کر اس کے مؤاخذہ کا ذریعہ بنے گا۔

غرابت کا پایا جانا۔ اس کو ایسے مواقع میں ضعیف نہیں بناتا جہاں وہ منفرد شخص صحیح یا حسن کے رجال میں سے ہو۔

****

ترمذی نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نقل کیا ہے۔

(۲۰۰) فرمایا: اللہ عزوجل فرماتے ہیں جس کی محبوب ترین چیز (آنکھیں) لے لوں اور وہ شخص اس پر صبر کرے اور اجر و ثواب کی امید رکھے تو میں اجر و ثواب کی شکل میں جنت سے کم پر اس کے لیے راضی نہیں ہوتا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

****

بچہ کی وفات سے متعلق حدیث

اسے امام بخاری نے کتاب الرقاق میں باب العمل یبتغی بہ وجہ اللہ (۸-۹۰) پر ذکر کیا ہے:

(۲۰۱) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: دنیا میں جب میں اپنے بندے کی محبوب ترین[1] (اولاد) کو واپس لے لوں اور وہ اس پر صبر کرے تو اس مؤمن بندے کے لیے میرے پاس سوائے جنت کے اور کوئی جزاء و بدلہ نہیں۔

---

[1] علماء نے لکھا ہے اس سے مراد محبوب ترین افراد جیسے اولاد بھائی اور ہر وہ شخص جس سے انسان کو محبت ہو۔

قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث کے ذکر کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں امام مسلم نے اسے اپنی صحیح میں ذکر نہیں کیا ہے

★★★★

اسے امام نسائی نے اپنی سنن کے باب من یتوفی لہ ثلاثۃ أولاد میں ذکر کیا ہے۔

(۲۰۲) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی دو مسلمان ایسے نہیں ہیں کہ ان کے تین بچے بالغ ہونے سے قبل مرجائیں مگر یہ کہ میں انہیں اپنے فضل و رحمت سے جنت میں داخل کردوں گا، فرمایا: ان بچوں سے کہا جائے گا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ، وہ کہیں گے: ہم اس وقت تک داخل نہ ہوں گے جب تک ہمارے والدین داخل نہ ہو جائیں، فرمائیں گے: تم اور تمہارے والدین (سب) داخل ہو جاؤ۔

★★★★

ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں دو حدیثیں باب ما جاء فی الصبر علی المصیبۃ میں ذکر کی ہیں جن میں سے ایک تو ہر مصیبت کے لیے عام ہے اور دوسری نا تمام بچے کے اسقاط پر اجر و ثواب سے متعلق ہے۔ لہذا جب اسقاط پر یہ اجر ہے تو بچے کے مرنے پر زیادہ اجر و ثواب ملے گا۔ (۱-۲۴۹) میں فرماتے ہیں۔

(۲۰۳) حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں: ابن آدم اگر تو صدمۂ اولی پر صبر کرے اور اجر و ثواب کی امید رکھے تو میں جنت کے سوا

تیرے لیے کسی ثواب پر راضی نہ ہوں۔

زوائد میں لکھا ہے کہ حضرت ابوامامۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

★★★★

اور باب ما جاء فیمن أصیب بسقط میں فرمایا:

(۲۰۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اگر نا تمام بچے کے والدین کو دوزخ میں داخل کر دیا گیا تو وہ اپنے پروردگار سے جھگڑے گا، اس سے کہا جائے گا: اے وہ نا تمام بچے جو اپنے پروردگار سے جھگڑ رہا ہے تو اپنے والدین کو جنت میں داخل کر دے، چنانچہ وہ اپنی آنول (ناف) کے ذریعہ کھینچ کر انہیں جنت میں داخل کر دے گا۔

بچے کے مرنے پر جو اجر و ثواب ملتا ہے اس سے متعلق حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابواب الجنائز میں (۱-۱۹۰) پر ذکر کیا ہے۔

(۲۰۵) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی بندے کا بچہ مرجاتا ہے تو اللہ جل شانہ فرشتوں سے فرماتے ہیں: تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کرلی؟ وہ کہتے ہیں: جی ہاں! پوچھتے ہیں کیا تم نے اس کے دل کے ثمرہ (پھل) کو واپس لے لیا؟ وہ عرض کرتے ہیں: جی ہاں! فرماتے ہیں: میرے بندے نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں: اس نے آپ کی حمد و ثناء بیان کی اور إنا للہ وإنا إلیہ راجعون پڑھا؛ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میرے بندے کے لیے جنت میں

ایک گھر بنا دو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔[1]

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں : یہ حدیث حسن غریب ہے ابھی بتلایا تھا کہ حدیثِ غریب اسے کہتے ہیں جس میں کسی ایک طبقہ میں ایک راوی ہو، اگر وہ راوی ثقہ اور ضابط ہے تو اس سے حدیث ضعیف نہیں ہوتی اسی لیے امام ترمذی نے اسے حدیثِ حسن کہا ہے ۔

اس مریض کے فضل و اجر سے متعلق حدیث جو اپنے رب ذوالجلال کی حمد و ثنا بیان کرتا ہو

باب ماجاء فی فضل المریض

اسے امام مالک رحمہ اللہ نے (۲-۲۰۶) یہ ذکر کیا ہے :

(۲۰۶) عطاء بن یسار رحمہ اللہ[2] سے مروی ہے فرمایا : انسان جب بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس دو فرشتے بھیجتے ہیں اور فرماتے ہیں ، دیکھو وہ عیادت کرنے والوں سے کیا کہتا ہے ؟ اگر

---

[1] اس کو بیت الحمد اس لیے کہا گیا کہ اس کے حصول کا سبب وہ حمد و ثناء ہے جو بندہ مصیبت کے پہنچنے پر صبر اور انا للہ وانا الیہ راجعون کے ذریعے کرتا ہے۔
یا اس کو بیت الحمد اضافۃ المسمی الی اسمہ کے قبیل سے کہا جاتا ہے یعنی ایسا گھر جس کا نام ہی حمد ہے، یا بیت الحمد تشریف و تکریم کے لیے کہا گیا جیسے بیت اللہ الکعبۃ المشرفۃ کہا جاتا ہے۔

[2] یہ حدیث حضرت عطاء سے مروی ہے اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ یہ نبی

وہ ان کی آمد پر اللہ جل شانہ کی حمد و ثناء بیان کرتا ہے تو وہ فرشتے اللہ جل شانہ تک یہ بات پہنچا دیتے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ان سے

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک ہیں، ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث حضرت عطاء ابن یسار جو صحابی نہیں ہیں ان کا کلام ہو، لیکن اس میں جو کلمات مذکور ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنی جانب سے نہیں ہو سکتے ان میں عقل کا دخل نہیں ہے لہٰذا اس میں اللہ جل شانہ کی طرف نسبت کی گئی ہے جو بغیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معلوم نہیں ہو سکتا ۔ قاعدہ یہ لکھا ہے کہ جب کوئی صحابی ایسی بات کہے جس میں عقل و رائے کا دخل نہ ہو تو وہ حدیثِ مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ حضرت عطاء نے کسی صحابی سے سنا ہو تو یہ حدیث مرفوع بن جاتے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے اپنے الفاظ ہوں تو حدیث مقطوع بن جاتے ۔

البتہ مریض کو مرض پر جو اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے اس کے بارے میں بخاری و مسلم میں بہت سی احادیث درج ہیں بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مسلمانوں کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے اس کے ذریعہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں حتیٰ کہ وہ کانٹا بھی جو انسان کے لگ جاتے ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے میں آپ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ کو سخت بخار تھا میں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول! آپ کو سخت بخار ہے، میں نے عرض کیا : یہ اس لیے کہ آپ کو دوگنا اجر ملتا ہے ؟ فرمایا : جی ہاں، کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ اسے کوئی بیماری یا تکلیف پہنچے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں ۔

زیادہ اس کا علم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ اگر میں نے اپنے بندے کو وفات دے دی تو اسے جنت میں داخل کردوں گا، اور اگر اسے شفایاب کر دیا تو میں اسے اس گوشت سے زیادہ بہتر گوشت اور خون سے زیادہ بہتر خون دوں گا اور اس کی سیئات گناہوں اور برائیوں کا کفارہ بنا دوں گا۔

بخار میری آگ ہے جسے دنیا میں اپنے مؤمن بندے پر مسلط کردیتا ہوں

جسے ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی سنن کے باب الحمی (۲-۱۸۲) پر ذکر کیا ہے۔

(۲۰۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیمار کی عیادت کی میں بھی آپ کے ساتھ تھا، ان صاحب کو بخار تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوش خبری حاصل کرو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ بخار میری آگ ہے جسے دنیا میں اپنے مؤمن بندے پر مسلط کر دیتا ہوں تاکہ وہ اس کے لیے دوزخ کی آگ کے حصہ کا بدلہ بن جائے۔

★★★★

حدیث: پڑھتا جا اور چڑھتا جا

جسے ابن ماجہ نے اپنی سنن کے باب ثواب القرآن (۲-۲۱۷) پر ذکر کیا ہے۔

(۲۰۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حافظ قرآن جب جنت میں داخل ہوگا تو اس سے کہا جائے گا: پڑھتا جا اور چڑھتا جا، وہ ہر آیت پڑھ کر ایک سیڑھی پر چڑھتا جائے گا یہاں تک کہ وہ پورا قرآن ختم کرے جو اس کے سینے میں ہے

حدیث: بیٹے کے استغفار کی وجہ سے جنت میں باپ کے درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں

اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنی سنن کے باب برالوالدین (۲-۳۰۲) میں ذکر کیا ہے:

(۲۰۹) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک قنطار بارہ ہزار اوقیہ کا ہوتا ہے۔ ہر اوقیہ آسمانوں اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں انسان کا درجہ بڑھایا جاتا ہے تو وہ پوچھتا ہے: یہ کیوں ہوا؟ اس سے کہا جائے گا اس لیے کہ تمہارے بچے نے تمہارے لیے استغفار کیا تھا۔

۲۱۔ قصاص میں زیادتی کرنے پر نکیر اور یہ کہ قصاص جنایت کرنیوالے سے ہی لیا جائیگا

حدیث : وہ چیونٹی جس نے ایک نبی کے کاٹ لیا تھا، صحیح بخاری (۴-۶۲)

(۲۱) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے ایک نبی کے ایک چیونٹی نے کاٹ لیا، انہوں نے چیونٹی کے بل کو جلانے کا حکم دے دیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی بھیجی کہ ایک چیونٹی نے آپ کے کاٹا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے والی ایک امت کو جلا ڈالا۔[1]

---

[1] حکیم ترمذی روایت کرتے ہیں کہ وہ نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ حضرت عزیر تھے۔ اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ موذی چیز کو جلا سکتے ہیں اس لیے کہ اصول یہ ہے کہ ہم سے قبل والوں کی شریعت ہمارے لیے شریعت ہوتی ہے بشرطیکہ ہماری شریعت میں اس کے ختم

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث باب خمس من الدواب فواسق یقتلن فی الحرم (۴-۱۲۹) میں ذکر کی ہے فرمایا:

ہونے پر دلالت کرنے والی چیز موجود نہ ہو، البتہ ہماری شریعت میں آگ میں جلانے اور اس سے عذاب دینے سے روکا گیا ہے سوائے قصاص کے، اسی طرح چیونٹی اور شہد کی مکھی کا مارنا درست نہیں اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چیونٹی اور شہد کی مکھی مارنے سے منع کیا ہے۔

اس قصہ کا ایک اور سبب بھی آتا ہے اور وہ یہ کہ یہ نبی ایک ایسی بستی کے پاس سے گزرے جسے اللہ تعالیٰ نے وہاں کے باشندوں کے گناہوں کی وجہ سے تباہ کر دیا تھا، وہ وہاں بڑے تعجب کے ساتھ کھڑے ہوتے اور فرمایا: اے رب اس بستی میں بچے جانور اور ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے کوئی گناہ ہی نہیں کیا تھا؟ پھر وہ نبی ایک درخت کے نیچے ٹھہرے اور چیونٹی نے ان کے کاٹ لیا، انہوں نے ان کا بل جلا دیا اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ عتاب کیا گیا۔

حاصل یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی طرف سے جو عذاب آتا ہے وہ عام ہوتا ہے پھر وہ فرمانبرداروں کے لیے رحمت و پاکیزہ بنانے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور گناہگاروں کے لیے جزا و سزا اور مواخذہ بن جاتا ہے۔

نووی فرماتے ہیں: علماء نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ ان نبی کی شریعت میں چیونٹیوں کو مارنا اور آگ میں جلانا جائز تھا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے چیونٹی کے مارنے اور جلانے پر عتاب نہیں فرمایا بلکہ ایک سے زیادہ کے مارنے پر عتاب فرمایا، لیکن ہماری شریعت میں آگ میں جلانا جائز نہیں ہے، چیونٹی کے مارنے

(۲۱۱) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: نبیوں میں سے ایک نبی ایک درخت کے نیچے ٹھیرے تو ایک چیونٹی نے ان کے کاٹ لیا، انہوں نے حکم دیا ان کا سامان وہاں سے ہٹا دیا گیا پھر چیونٹیوں کے بل کے جلانے کا حکم دیدیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ: اگر جلانا ہی تھا تو ایک چیونٹی کو کیوں نہ جلایا لہ

★★★★

اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے باب النہی عن قتل النمل میں (۹-۸۹) پر ذکر کیا ہے:

(۲۱۲) ہمام بن منبہ نے کہا: یہ احادیث ہم سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ نے بیان کی ہیں، پھر چند احادیث ذکر کیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔

ہماری شریعت میں کسی جاندار کو آگ میں جلانا ناجائز ہے اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ آگ سے عذاب آگ کا خالق اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے اور کسی کے لیے درست نہیں، البتہ اگر کوئی کسی کو جلا دے تو قصاص میں اسے جلانا جائز ہے۔

قسطلانی کہتے ہیں: بڑی چیونٹی کو مارنا منع ہے لیکن چھوٹی چیونٹی کو مار سکتے ہیں، امام مالک نے چیونٹی کے مارنے کو مکروہ جانا ہے اور یہ کہ وہ نقصان پہنچاتی ہو اور بغیر مارے اس کو دور نہ کر سکتا ہو۔

لہ امیری لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ موذی جانور کو مارنا جائز ہے، کسی انتقام یا ضرر کے دور کرنے کے لیے جانور کو مارنا جائز ہے۔

نے ارشاد فرمایا: انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی ایک درخت کے نیچے اترے، ایک چیونٹی نے ان کے کاٹ لیا۔ انہوں نے حکم دیا ان کا سامان وہاں سے ہٹا دیا گیا پھر بل جلانے کا حکم دے دیا اور اسے آگ سے جلا دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ ایک چیونٹی ہی کو کیوں نہ جلایا۔

★★★★

یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے دو روایتوں سے نقل کی ہے جیسا کہ امام بخاری کی دونوں روایتوں میں ہے البتہ انہوں نے بعض روایات میں یہ ذکر کیا ہے:

(۲۱۳) کیا صرف اس وجہ سے کہ ایک چیونٹی نے آپ کو کاٹ لیا آپ نے ایک ایسی امت کو ہلاک کر دیا جو تسبیح پڑھتی تھی؟

اور نسائی نے یہ حدیث اپنی سنن میں باب قتل النمل (۷-۲۱۰) میں ذکر کی ہے فرمایا:

(۲۱۴) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبیوں میں سے ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا انہوں نے حکم دیا اور چیونٹیوں کے بل کو جلا دیا گیا، اللہ عز و جل نے وحی بھیجی کہ آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹا اور آپ نے تسبیح پڑھنے والی ایک امت کو جلا ڈالا۔

★★★★

اس حدیث کو ابوداود نے اپنی سنن میں باب فی قتل الذر (۴-۳۷۲) میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ زرقانی علی الموطا، فرمایا:

(۲۱۵) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبیوں میں سے ایک نبی نے ایک درخت کے نیچے پڑاؤ ڈالا، ایک چیونٹی نے انہیں کاٹ لیا، انہوں نے اپنے سامان کو وہاں سے ہٹوا کر اس بل کو آگ لگوادی، اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی بھیجی کہ (ایسا کرنا ہی تھا تو) ایک چیونٹی کے ساتھ کیوں نہ کیا (سب کو کیوں جلایا)۔

****

ابوداؤد نے اسے ایک روایت سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نسائی کی روایت کی طرح نقل کیا ہے البتہ اس میں یہ ہے فرمایا:

(۲۱۶) آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹا اور آپ نے تسبیح پڑھنے والی ایک امت کو ہلاک کر ڈالا؟

****

اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں باب مانہی عن قتلہ (۲-۱۵۲) میں ذکر کیا ہے فرمایا:

(۲۱۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نبیوں میں سے ایک نبی کے چیونٹی نے کاٹ لیا تو انہوں نے چیونٹیوں کے بل جلانے کا حکم دیدیا، اللہ جل شانہ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ آپ کے ایک چیونٹی نے کاٹا اور آپ نے تسبیح پڑھنے والی ایک امت کو ہلاک کردیا۔

۲۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر شفقت اور ان کیلئے دعاءِ رحمت

اُمت کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے خیر اور انکی محبت وشفقت میں آپ کا ان کے لیے رونا

اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الایمان میں ذکر کیا ہے ملاحظ ہو حاشیہ قسطلانی (۲-۱۷۹) فرمایا:

(۲۱۸) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ جل شانہ کے فرمان مبارک کو تلاوت فرمایا:

"رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ...." (ابراہیم-۳۶)

اے میرے پروردگار ان (مورتیوں) نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا ہے سو جو کوئی میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

«اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ»

المائدہ - ۱۱۸

آپ اگر انہیں عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور آپ اگر انہیں بخش دیں تو بھی آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: اے اللہ! میری امت پر رحم فرما، اور رونے لگے، اللہ عزوجل نے فرمایا: اے جبریل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائیے (اور آپ کے پروردگار کو زیادہ معلوم ہے) اور ان سے پوچھیے آپ کیوں رو رہے ہیں؟ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے اور دریافت کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا اس کی انہیں اطلاع دی گئی (حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اس کی زیادہ خبر تھی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے جبریل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائیے اور ان سے کہیے: ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے اور ناراض نہیں کریں گے۔[1]

---

[1] اس حدیث میں درج ذیل فوائد مذکور ہیں:

۱- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر بے پایاں شفقت اور ان کے مصالح کا اہتمام اور ان کا خیال رکھنا۔

۲- دعاء میں ہاتھ اٹھانے کا مستحب ہونا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

۳- اس امت کے لیے عظیم بشارت کہ اللہ تعالیٰ امت کے بارے میں

حدیث: إن الله زوى لي الأرض فرأيت مشارقها ومغاربها

(اللہ جل شانہ نے میرے لیے زمین کو مختصر کر دیا اور میں نے اس کے مشرق و مغرب سب کو دیکھ لیا)

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب الفتن میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۱۰-۳۴۰)

(۲۱۹) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا، میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا، اور میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کا حصہ میرے سامنے مختصر کر کے پیش کیا گیا تھا، اور مجھے دو خزانے دیئے گئے ہیں ایک سرخ ایک سفید[1]، اور میں نے اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لیے یہ سوال کیا تھا کہ اسے عمومی قحط سے ہلاک نہ فرمائیں اور ان پر خود ان کے علاوہ کسی اور

آپ کو ناراض نہیں کریں گے، خوش کر دیں گے۔

۴- اللہ جل شانہ کے یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و مکانت کا اظہار۔
حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں آپ کی امت سے عفو و درگزر کر کے آگ سے نجات دے کر جنت میں داخل کر دوں گا۔

[1] علماء نے لکھا ہے دو خزانوں سے مراد سونا چاندی ہیں اور وہ کسریٰ و قیصر کے خزانے ہیں۔

اس حدیث میں اس جانب اشارہ ہے کہ اس امت کی حکومت بڑی عظیم اور مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہوگی اور یہی ہوا۔

ایسے دشمن کو مسلط نہ کریں جو ان کی مرکزیت ختم کر دے، اور میرے پروردگار نے فرمایا: اے محمد! میں جب کوئی فیصلہ کر لیتا ہوں تو اسے واپس اور رد نہیں کیا جاتا، میں آپ کو یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ آپ کی امت کو عمومی قحط سے ہلاک نہیں کروں گا، اور ان کے علاوہ ان پر کوئی ایسا کوئی اجنبی دشمن مسلط نہ کروں گا جو انکو تہہ تیغ کر کے ختم کر دے خواہ تمام روئے زمین کے لوگ بھی جمع ہو جائیں یا اطراف سرزمین کے درمیان کے لوگ فرمایا، یہاں تک کہ یہ نوبت نہ پہنچ جائے کہ بعض بعض کو ہلاک کرے اور ایک دوسرے کو قید کرنے لگ جائیں۔

(۲۳۰) مسلم کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ نے روئے زمین کے مشرق و مغرب کو میرے سامنے حاضر کر دیا اور مجھے دو خزانے سرخ و سفید عطا کئے پھر باقی حدیث ایسی ہی ذکر کی جیسی ایوب نے ابو قلابہ سے نقل کی ہے۔

(۲۳۱) مسلم کی تیسری روایت میں ہے فرمایا: حضرت عامر بن سعد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز عوالی (مدینہ منورہ کی ایک بستی کا نام ہے) سے تشریف لائے یہاں تک کہ جب بنو معاویہ کی مسجد کے پاس سے گزرے تو وہاں دو رکعتیں پڑھیں، ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ نے اپنے پروردگار سے خوب طویل دعا مانگی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں نے اپنے رب سے تین دعائیں مانگی

تھیں دو مجھے عطاء فرما دیں اور ایک سے روک دیا، میں نے اپنے رب سے یہ دعا مانگی تھی کہ میری امت کو قحط سالی سے ہلاک نہ فرمائیں یہ دعا قبول فرمالی، اور میں نے یہ دعا مانگی تھی کہ میری امت کو غرق فرما کر ہلاک نہ فرمائیں[1] یہ دعا قبول فرمالی، اور میں نے یہ دعا مانگی تھی کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو تباہ نہ کریں، مجھے اس سے روک دیا گیا (یعنی یہ قبول نہ فرمائی)

★★★★

اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں باب مایکون من الفتن (۲-۲۴۲) پر ذکر کیا ہے، اس کے الفاظ مسلم کی روایت سے کچھ مختلف ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۲۳۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا گیا یہاں تک کہ میں نے اس کے مشرق و مغرب سب کو دیکھ لیا، اور مجھے دو خزانے زرد (یا سرخ) اور سفید دیئے گئے (یعنی سونا اور چاندی) اور مجھ سے کہا گیا: آپ کی حکومت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کا حصہ آپ کے سامنے سکیڑ کر دکھایا گیا ہے، اور میں نے اپنے اللہ جل شانہ سے تین دعائیں مانگی تھیں: یہ کہ میری امت پر ایسا قحط نہ نازل فرمایئے گا جس سے سب ہلاک ہو جائیں اور ان میں سے بعض کو بعض کو لڑائی جھگڑے میں نہ لگائیں، اور بعض

---

[1] جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اور قوم فرعون کو غرق کیا گیا۔

بعض کو عذاب میں نہ ڈالیں، مجھ سے یہ فرمایا گیا: میں جب کوئی فیصلہ کرتا ہوں تو اسے رد نہیں کرتا، اور میں آپ کی امت پر ایسا قحط مسلط نہیں کروں گا جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو جائیں، اور اطراف سرزمین کے ایسے لوگوں کو ان پر جمع نہیں کروں گا کہ بعض بعض کو ہلاک کر ڈالیں اور بعض بعض کو قتل کریں[1] اور جب ایک مرتبہ میری امت میں تلوار زنی شروع ہو جائے گی تو قیامت تک ان سے اٹھائی نہیں جائے گی، اور مجھے اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ ایسے ائمہ کا ہے جو گمراہ کرنے والے ہوں گے، اور میری امت کے کچھ قبائل بتوں کی عبادت کریں گے، اور میری امت کے کچھ قبیلے مشرکوں سے جاملیں گے، اور قیامت سے قبل بہت سے دجال، کذاب آئیں گے جو تیس کے قریب ہوں گے سب یہ دعویٰ کریں گے کہ وہ نبی ہیں، اور میری امت میں سے ایک جماعت حق پر رہے گی ان کی مدد کی جاتی رہے گی، ان کے مخالفین ان کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے (قیامت قائم ہو جائے)

★★★★

---

[1] اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور ان پر غیر قوم کو مسلط نہیں فرمایا جو ان کی شان وشوکت ختم کر کے ان کی بیخ کنی کر ڈالے اور حکومت وسلطنت ختم کر دے۔ چنانچہ مسلمان ممالک میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہے جس میں وہ اپنے دین کے شعائر کو ادا کرتے ہیں خواہ استعماری طاقتیں کتنی ہی قوی کیوں نہ ہوں سوائے نادر حالات کے۔

نسائی نے اپنی سنن میں اس حدیث کے قریب قریب حدیث باب إحیاء اللیل میں ذکر کی ہے فرمایا:

(۲۲۳) عبداللہ بن خباب بن الأرت اپنے والد حضرت خباب بن الأرت رضی اللہ عنہ سے (جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے) روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے پوری رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے سلام پھیرا، تو حضرت خباب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے گزشتہ رات ایسی نماز پڑھی جیسی نماز پڑھتے میں نے آپ کو پہلے کبھی نہ دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں! یہ رغبت ورہبت (شوق وڈر) والی نماز تھی، میں نے اپنے رب ذوالجلال سے اس نماز میں تین دعائیں مانگیں تھیں، انہوں نے میری دو دعائیں قبول کر لیں اور ایک سے مجھے منع کر دیا، میں نے اپنے رب تعالیٰ سے یہ دعا مانگی تھی کہ ہمیں کسی ایسے عذاب سے ہلاک نہ فرمائیں جس سے ہم سے پہلی امتوں کو ہلاک فرمایا، چنانچہ یہ دعا قبول ہو گئی اور میں نے رب ذوالجلال سے یہ دعا مانگی تھی کہ ہم پر کسی دوسرے دشمن کو غالب نہ کریں، یہ دعا بھی قبول فرمالی، اور میں نے اپنے پروردگار سے یہ دعا کی کہ آپ لوگوں کو باہم دست وگریباں نہ کریں، یہ دعا قبول نہ فرمائی۔

۲۳۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسکے غضب پر غالب ہے اور گناہگاروں کی توبہ قبول ہوتی ہے

حدیث : میری رحمت میرے غضب پر غالب رہتی ہے

اسے امام بخاری نے کتاب التوحید کے باب قول اللہ تعالیٰ "ویحذرکم اللہ نفسہ" (۹-۱۵۰) اور قسطلانی نے (۱۰-۲۸۱) پر ذکر کیا ہے :

(۲۲۴) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں تحریر فرمایا[۱] اور وہ خود ہی اپنے اوپر لازم فرماتے ہیں اور وہ کتاب ان کے پاس عرش پر رکھی ہوئی ہے : میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے[۲]

★★★★

---

[۱] یعنی قلم کو لکھنے کا حکم دیا۔

[۲] یعنی جس سے ناراض ہوں ان کو عذاب دینا مؤخر کر دینا، یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ان پر محض اپنے فضل و کرم سے رحم فرمائیں گے۔

اسے بخاری نے کتاب التوحید میں ایک جگہ ان الفاظ سے نقل کیا ہے :

(۲۲۵) فرمایا : اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو عرش پر اپنے پاس یہ لکھ دیا : میری رحمت میرے غضب سے سبقت لے گئی ہے۔

★★★★

اسے بخاری نے کتاب بدء الخلق کی ابتدا میں بھی ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو قسطلانی (۵-۲۵۱)

(۲۲۶) یہ حدیث بھی حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے اس میں فرماتے ہیں : میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اور اس میں بھی یہ فرمایا : جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔

★★★★

اسے مسلم نے کتاب التوبۃ کے باب سعۃ رحمۃ اللہ میں اور نسائیؒ نے نعوت میں ذکر کیا ہے، قسطلانی کہتے ہیں : اسے ترمذی نے درج ذیل الفاظ سے نقل کیا ہے :

(۲۲۷) اللہ جل شانہ نے اپنے لیے یہ طے فرما دیا ہے : میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں : یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

★★★★

اسے ابن ماجہ نے اس طرح ذکر کیا ہے :

(۲۲۸) تمہارے رب نے مخلوق کو پیدا کرنے سے قبل اپنے لیے خود یہ لکھا ہے : میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔

حدیث: إن عبداً أصاب ذنباً فقال: رب أصبت ذنباً

(ایک شخص نے ایک گناہ کرلیا پھر کہا: اے میرے رب مجھ سے گناہ ہوگیا ہے)

اسے امام بخاری نے کتاب التوحید (۹-۱۴۵) پر باب یریدون أن یبدلوا کلام اللہ میں اس طرح ذکر کیا ہے:

(۲۲۹) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا: ایک شخص سے ایک گناہ سرزد ہوگیا (بعض مرتبہ یہ کہا: وہ ایک گناہ کر بیٹھا) اس نے کہا میرے رب! میں نے ایک گناہ کرلیا (اور لبا اوقات انہوں نے کہا: کر بیٹھا) لہٰذا میری مغفرت فرما دیجئے، اس کے پروردگار نے فرمایا: کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف بھی کرتا ہے اور اس پر گرفت بھی کرتا ہے؟! میں نے اپنے بندے کی مغفرت کر دی، پھر جب تک خدا چاہے وہ ٹھیک ٹھیک رہتا ہے، پھر ایک اور گناہ کرلیتا ہے (یا یہ فرمایا: گناہ کر بیٹھتا ہے)[1] اور کہتا ہے! اے پروردگار! مجھ سے گناہ سرزد ہوگیا

---

[1] گناہ سے مراد دوسرا گناہ ہے یہ مراد نہیں کہ اسی ایک گناہ کو بار بار کرتا ہے اس لیے کہ یہ سچی توبہ نہ ہوئی، اسی لیے حدیث میں یہ فرمایا کہ دوسرا گناہ کر بیٹھتا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ استغفار کا بہت فائدہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم بہت وسیع ہے اور اس کی رحمت حلم وکرم بہت عظیم ہے: لیکن استغفار اور توبہ کا مطلب یہ ہے کہ دل سے توبہ ہو زبان سے اس کا اظہار ہو تاکہ

اصرار نہ ہو ندامت کا فائدہ ہو، توبہ کا مطلب یہ نہیں کہ زبان پہ استغفار ہو دل گناہ میں لگا ہو اس استغفار کے لیے ایک اور استغفار کی ضرورت پڑتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ اس کے گناہ ہی نہ ہوں، اور ایسا شخص جو گناہ سے توبہ کرے اور گناہ میں لگا رہے وہ اپنے رب سے مذاق کرنے والا ہے۔

ابن بطال کہتے ہیں، جو شخص گناہ و معصیت پر مصر ہو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے چاہے اسے عذاب دے دے اور چاہے تو اس بنیاد پر اس کی مغفرت فرما دے کہ وہ توبہ کر رہا ہے لہٰذا اس کی نیکیاں برائیوں پر غالب کر دے اور اس کے اس عقیدے پر کہ خالق مالک معاف کرنے والا ہے اسے عذاب سے بچالے اور پھر توبہ کی وجہ سے اس پر رحم کھا کر معاف کر دے۔

علامہ سبکی حلبیات میں کہتے ہیں:

استغفار کا مطلب ہے طلب مغفرت یہ طلب مغفرت یا زبان سے ہوگی یا دل سے، یا دل و زبان دونوں سے، طلب مغفرت توبہ کے ساتھ نفع بخش ہوتی ہے۔

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ توبہ استغفار کے بغیر مکمل نہیں ہوتی اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

«وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ» هود - ۳

اور یہ مضمون بھی ہے کہ تم اپنے پروردگار سے مغفرت چاہو پھر اسی کی طرف رجوع کئے رہو۔

لیکن مشہور یہ ہے کہ استغفار شرط نہیں، بعض یہ کہتے ہیں، توبہ میں صرف ندامت کافی ہے اس لیے کہ اس کی وجہ سے انسان گناہ سے رک جاتا ہے

دوسرا گناہ کر بیٹھا ہوں لہٰذا اسے معاف فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میرے بندے نے یہ جان لیا کہ اس کے گناہ معاف کرنے اور اس پر مؤاخذہ کرنے والا ایک رب موجود ہے؟ میں نے اپنے بندے کی مغفرت کر دی، پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے وہ گناہ سے رکا رہتا ہے پھر ایک گناہ کر لیتا ہے اور بسا اوقات یہ کہا: گناہ کر بیٹھتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! مجھ سے گناہ ہو گیا یا میں گناہ کر بیٹھا ہوں اس لیے آپ اسے معاف فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میرے بندے نے یہ جان لیا کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ کو معاف کرتا ہے اور اس پر گرفت بھی کرتا ہے، میں نے اپنے بندے کی مغفرت کر دی (تین مرتبہ یہ فرمایا) اس لیے وہ جو چاہے کرے۔

اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرتا ہے۔ اس لیے حدیث میں آتا ہے کہ ندامت توبہ ہے۔

امام نووی لکھتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے کہ تمام معاصی سے فوری توبہ کرنا واجب ہے، یہ توبہ کرنا اہل سنت کے یہاں شرعاً اور معتزلہ کے یہاں عقلاً واجب ہے اہل سنت کے یہاں اگر توبہ شروط کے ساتھ متحقق ہو تو اللہ تعالیٰ پر توبہ قبول کرنا واجب نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل و کرم سے قبول کرتے ہیں جو شریعت سے ثابت ہے اور اس پر اجماع ہے۔

اگر کوئی شخص صحیح توبہ کرتا ہے پھر دوبارہ گناہ کر لیتا ہے تو یہ گناہ لکھ لیا جائے گا توبہ باطل نہ ہوگی یہی اہل سنت کا مذہب ہے اور اگر بار بار توبہ ہو بار بار گناہ تب بھی یہ صحیح ہوگی۔ واللہ اعلم

اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح کے باب سعۃ رحمۃ اللہ وانہا تغلب غضبہ میں ذکر کی ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۱۰-۸۸) اسند مسلسل کے ساتھ فرمایا:

(۲۳۰) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے پروردگار جل جلالہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا: ایک بندے سے گناہ ہو گیا اس نے کہا: اے اللہ میرے گناہ کو فرما دیجئے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے ایک گناہ کر لیا اور یہ یقین رکھا کہ اس کا ایک ایسا پروردگار ہے جو گناہ معاف کرتا اور اس پر گرفت کرتا ہے، پھر دوبارہ اس سے گناہ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے: اے رب! میرے گناہ کو معاف فرما دیجئے اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے ایک گناہ کر لیا اور یہ جان لیا کہ اس کا رب ایک ایسا خدا ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر گرفت بھی کرتا ہے، پھر اس سے دوبارہ گناہ ہو جاتا ہے پھر کہتا ہے: اے میرے رب میرے گناہ کو معاف فرما دیجئے، اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے ایک گناہ کر لیا اور یہ جان لیا کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر گرفت بھی کرتا ہے، تو جو چاہے کر لے میں نے تیری مغفرت کر دی ہے۔

اس حدیث کے رواۃ میں سے ایک راوی عبدالاعلیٰ کہتے ہیں: مجھے معلوم نہیں تیسری یا چوتھی مرتبہ یہ فرمایا: تو جو چاہے عمل کر۔

حدیث: واللہ للہ أفرح بتوبۃ عبدہ إلخ،

بخدا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے بہت زیادہ خوش ہوتے ہیں

اسے امام مسلم نے اپنی صحیح کی کتاب التوبۃ میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۱۰-۱۷۱)

(۲۳۱) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ ہوتا ہوں[1] اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں[2] بخدا! اللہ جل شانہ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جو خوشی تم میں سے اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جسے اس کی گم کردہ (سواری) جنگل میں مل جائے، اور جو شخص ایک بالشت میرے قریب آتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں[3]، اور جو ایک ہاتھ میرے قریب آتا ہے

[1] قاضی فرماتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ یہ گمان کرتا ہے کہ میں اس کے مغفرت کے طلب کرنے پر اس کی مغفرت کروں گا اور توبہ کرنے پر توبہ قبول کروں گا، دعا مانگنے پہ دعا قبول کروں گا۔ اور طلبِ کفایت پر اس کے لیے کافی ہو جاؤں گا، بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جب مجھ سے عفو و درگزر کی امید رکھتا ہے تو اسے معاف کر دیتا ہوں، اور یہ قول زیادہ صحیح ہے۔

[2] یعنی رحمت، توفیق، ہدایت، دیکھ بھال اور اعانت کے لحاظ سے۔

[3] پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حادث چیزوں کی صفات یعنی ملنا جلنا حرکت

میں ایک باع (دو ہاتھوں کے درمیان کے فاصلہ کے برابر) اس کے قریب ہو جاتا ہوں، اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

★★★★

حدیث: إن رجلین ممن دخل النار اشتد صیاحہما

(دوزخ میں داخل والے دو آدمیوں کی چیخ و پکار بہت زیادہ ہو گئی)

اسے امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے صفات أهل النار (۲-۹۹) پر ذکر کیا ہے:

(۲۳۲) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: دوزخ میں داخل ہونے والے دو آدمیوں[1] کی چیخ و پکار بہت زیادہ بڑھ گئی تو اللہ عزوجل نے فرمایا: ان دونوں کو نکال دو، جب انہیں وہاں سے نکالا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: تم لوگ بہت زیادہ کیوں چیخ رہے تھے؟ ان دونوں نے کہا: ہم نے ایسا اس لیے کیا تھا تاکہ آپ ہم پر رحم کھالیں، فرمایا:

وانتقال وغیرہ فانی چیزوں سے منزہ ہیں یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص میری اطاعت کر کے میرے قریب ہوتا ہے میں اس پر رحمت کی توفیق اور اعانت کے اعتبار سے قریب ہوتا ہوں، وہ جتنی اطاعت کرتا ہے اتنی زیادہ رحمت توفیق و اعانت بڑھا دیتا ہوں، اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے اور میری اطاعت میں جلدی کرتا ہے تو میں اس پر خوب رحمت کی بارش کرتا ہوں۔

[1] ظاہر یہ ہے کہ یہ دونوں موحد تھے مشرک نہ تھے اس لیے کہ مشرکوں پر جنت

تم پر میرا رحم یہ ہے کہ تم جاؤ اور اپنے آپ کو وہیں ڈال دو جہاں دوزخ
میں تم تھے، وہ دونوں وہاں جاتے ہیں ان میں سے ایک اپنے آپ کو
جہنم میں ڈال دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس کے لیے ٹھنڈک اور سلامتی
کی جگہ بنا دیتا ہے، دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے لیکن اپنے آپ کو جہنم میں
نہیں گراتا[1]، اللہ عز وجل اس سے فرماتے ہیں: تمہیں اپنے آپ کو اپنے
ساتھی کی طرح جہنم میں گرانے سے کس چیز نے روکا؟ وہ کہے گا: اے
میرے پروردگار مجھے امید ہے کہ وہاں سے نکالنے کے بعد آپ
دوبارہ مجھے وہاں واپس نہ لوٹائیں گے، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے:
تمہارے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جس کی تمہیں امید تھی، چنانچہ وہ دونوں

حرام ہے، اللہ تعالیٰ مشرک کی مغفرت ہرگز نہ فرمائیں گے باقی جس کو چاہیں معاف فرمادیں۔
اللہ تعالیٰ نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔

[1] اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پر رحم کھایا اور انہیں آگ جہنم سے نکال کر جنت
میں داخل فرمایا، ان دونوں کا امتحان لیا، ایک نے بلا کسی پس وپیش کے تعمیل حکم
کی اور اپنے آپ کو دوزخ میں گرا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے وہ آگ اس
کے لیے سلامتی والی اور ٹھنڈی بنا دی، اور دوسرے نے اللہ تعالیٰ سے امید رکھی،
اللہ جل شانہ کی رحمت غضب سے سبقت لی جاتی ہے اس لیے رحمتِ خداوندی
نے اسے ڈھانپ لیا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر شخص عمل میں تقصیر کرے اور
یونہی اعتماد کرتا رہے بلکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت کا بیان مقصود ہے اور یہ بتلانا
ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے جسے چاہے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے جیسے کہ ان دونوں
شخصوں کے ساتھ کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی اپنی اس رحمت شاملہ
میں ڈھانپ لے جو ہر چیز کو محیط ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

★★★★

ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس حدیث کی سند ضعیف ہے
اس لیے کہ یہ رشدین بن سعد سے مروی ہے اور وہ محدثین کے یہاں
ضعیف ہیں، پھر رشدین بن سعد ابن ابی نعم افریقی سے روایت کرتے
ہیں اور افریقی بھی محدثین کے یہاں ضعیف ہیں تو گویا اس حدیث کی
سند میں دو راوی ضعیف ہیں۔

۲۴- بخیل سے نذر کے ذریعہ روپیہ پیسہ نکالا جاتا ہے

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو رد نہیں کیا جا سکتا

اور کسی کو یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ میں فلاں سے بہتر ہوں

امام بخاری رحمہ اللہ نے نذر والی حدیث کتاب القدر کے باب إلقاء النذر العبد إلى القدر (۸-۱۲۵) پر ذکر کیا ہے:

(۲۳۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا: یہ نذر کوئی چیز رد نہیں کر سکتی بلکہ اس کے ذریعہ بخیل سے مال نکلوایا جاتا ہے [1]

---

[1] یہ حدیث بظاہر حدیث قدسی نہیں ہے اس لیے کہ اس میں اس کی کوئی دلیل یا اس طرف اشارہ نہیں پایا جاتا، نذر سے جو ممانعت کی گئی ہے یہ ممانعت دنہی تنزیہ کے لیے ہے تحریم کے لیے نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ نذر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے فیصلہ وحکم کو

اور امام بخاری ہی ذکر کرتے ہیں:

(۲۳۴) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: نذر انسان کے لیے کوئی ایسی چیز نہیں لا سکتی جو میں نے مقرر نہ کی ہو، لیکن ایسا ہوتا ہے کہ نذر قدر کے مطابق ہو جاتی ہے میں اسے پہلے سے مقرر کر چکا ہوتا ہوں، میں نذر کے ذریعے بخیل سے پیسے نکلواتا ہوں۔

★★★★

ابن ماجہ نے اسے اپنی سنن میں درج ذیل الفاظ سے لیا ہے:

(۲۳۵) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نذر انسان کے لیے وہی چیز وجود میں لانے کا ذریعہ بنتی ہے جو اس کی تقدیر میں ہوتی ہے، لیکن اس کی تقدیر میں جو ہے وہ اس نذر پر غالب آجاتا ہے اور اس کے ذریعہ بخیل سے پیسے نکلوائے جاتے ہیں۔ اور اس طرح اس کے لیے وہ پیسے خرچ

بدل دو گے یا تم اس کے ذریعہ اس چیز کو حاصل کر سکتے ہو جو تمہارے مقدر میں نہیں ہے۔

منہی عنہ اور ممنوع وہ نذر ہے جس میں انسان یہ عقیدہ رکھے کہ نذر تقدیر سے بے نیاز کر سکتی ہے، بہت سے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں، لیکن اگر کوئی شخص نذر مانے اور وہ یہ عقیدہ رکھے کہ ضرر رسان اللہ تعالیٰ ہی ہیں وہی نفع رسان ہیں، جو فیصلہ کر دیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اور نذر حاجات پوری کرنے کا گویا ایک وسیلہ و ذریعہ ہے ایسی صورت میں نذر منہی عنہ نہ ہو گی بلکہ یہ طاعت بن جائے گی اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔

کرنا آسان ہو جاتا ہے جو اس سے قبل اس کے لیے آسان نہ تھا۔
اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔

حدیث: کسی شخص کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں حضرت یونس بن متی سے بہتر ہوں

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التوحید کے باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وروایتہ عن ربہ (۹-، ۱۵) پر ذکر کیا ہے۔

(۲۲۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب ذوالجلال سے روایت کیا ہے فرمایا: کسی بندے کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ یہ کہے کہ وہ حضرت یونس بن متی سے بہتر ہے۔ اور ان کی نسبت ان کے والد کی طرف کی۔

★★★★

اور امام مسلم نے اسے اپنی صحیح کے باب من فضائل موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا ہے:

(۲۲۷) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے کسی بندے کے لیے مناسب نہیں (ابن المثنیٰ نے کہا: کسی بندے کے لیے) کہ وہ یہ کہے میں حضرت یونس بن متی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہتر ہوں[1]

---

[1] یعنی کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حضرت یونس علیہ السلام

اور ابوبکر بن ابی شیبۃ نے کہا: محمد بن جعفر عن شعبۃ (یعنی سند میں تحویل ہے)

(۲۲۸) ابو العالیۃ کہتے ہیں: مجھ سے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما) نے بیان کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بندے کے لیے مناسب نہیں کہ وہ یہ کہے ہیں حضرت یونس بن متی سے بہتر ہوں، اور ان کے والد کی طرف ان کی نسبت کی۔

★★★★

سے بہتر سمجھے یا یہ کہ مجھے ان پر ایسی فضیلت دے جس سے ان کی تنقیص ہوتی ہو، خصوصاً اگر مچھلی کے واقعہ سے یہ موہوم ہو اس لیے کہ یہ ان کے مرتبے کو کم کرنے والا نہیں ہے، یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تواضعاً فرمایا ہے، یا اس وقت فرمایا تھا جب آپ کو یہ نہ بتلایا گیا تھا کہ آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہونے کے بیشمار دلائل ملتے ہیں۔

۲۵۔ فضائل پر ابھارنے اور برائیوں سے روکنے سے متعلق احادیث

تنگدست کو مہلت دینے سے متعلق حدیث

جسے امام مسلم نے صحیح کی کتاب المساقاۃ والمزارعۃ میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو (حاشیہ قسطلانی، ۶-۴۳۵)

(۲۳۹) حضرت حذیفۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتے تم میں سے ایک ایسے شخص کی روح سے ملے جو تم سے قبل گزر چکا تھا انہوں نے اس سے پوچھا: کیا تم نے کوئی اچھا کام کیا ہے؟ اس نے کہا: جی نہیں! فرشتوں نے کہا: یاد کرلو، اس نے کہا: میں لوگوں کو قرضہ دیا کرتا تھا اور اپنے ملازمین کو یہ حکم دیتا تھا کہ تنگدست کو مہلت دیں اور مالداروں سے تجاوز کرلیا کریں، فرمایا: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: اس سے بھی تجاوز کرلو۔

****

مسلم کی ایک دوسری روایت میں حضرت ربعی حراش سے سندِ مسلسل سے مروی ہے:

(۲۴۰) فرمایا: حضرت حذیفۃ اور ابو مسعود رضی اللہ عنہما اکٹھا ہوئے حضرت حذیفہ نے فرمایا: ایک شخص کی اللہ جل شانہ سے ملاقات ہوئی، اللہ تعالی نے فرمایا: تونے کیا عمل کیا تھا؟ اس نے کہا: میں نے خیر کا اور تو کوئی کام نہیں کیا البتہ میں مالدار آدمی تھا، میں لوگوں سے اپنے مال کا مطالبہ کیا کرتا تھا۔ مالدار سے قبول کرلیا کرتا تھا اور تنگدست سے تجاوز کیا کرتا تھا، اللہ جل شانہ نے فرمایا: میرے بندے سے درگزر کردو، ابو مسعود نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے میں نے بھی سنا ہے۔

****

مسلم کی ایک تیسری روایت میں حضرت ربعی بن حراش سندِ مسلسل سے حضرت حذیفۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

(۲۴۱) فرمایا: اللہ جل شانہ ایک ایسے بندے کے پاس آئے جسے مال و دولت عطا کی تھی، اس سے فرمایا: تونے دنیا میں کیا کام کیا تھا؟ (فرمایا: وہ اللہ تعالی سے کوئی بات مخفی نہ رکھیں گے) کہا: اے میرے رب آپ نے مجھے اپنا مال عطا کیا تھا، میں لوگوں کے ساتھ معاملات کیا کرتا تھا اور درگزر کرنا میری عادت تھی، میں مالدار کے ساتھ آسانی کیا کرتا تھا اور تنگدست سے درگزر کردیا کرتا تھا، اللہ عزوجل نے فرمایا: میرے بندے سے درگزر کردو۔ حضرت عقبۃ بن عامر اور ابو مسعود انصاری[1]

---

[1] تمام نسخوں میں اس طرح ہے عقبۃ بن عامر اور ابو مسعود، حفاظ نے لکھا ہے:

نے فرمایا: اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے میں نے
اس حدیث کو اس طرح سنا ہے۔

****

مسلم کی ایک چوتھی روایت میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ
عنہ سے یوں مروی ہے:

(۲۴۲) فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
تم سے قبل گزرے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص کا حساب لیا گیا تو
اس کے پاس خیر کی کوئی چیز نہیں پائی گئی سوائے اس کے کہ وہ
لوگوں سے معاملات کیا کرتا تھا، وہ مالدار تھا، وہ آدمیوں کو یہ حکم
دیا کرتا تھا کہ تنگدست سے تجاوز و درگزر کریں، فرمایا: اللہ تعالی نے
فرمایا: ہم تجھ سے زیادہ اس کے حقدار ہیں، اس سے درگزر کر دو۔

****

امام مسلم نے اسے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت
کیا ہے:

(۲۴۳) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:
ایک شخص لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور وہ اپنے لڑکوں سے کہتا تھا:
تم جب تنگدست کے پاس جاؤ تو اس سے درگزر کرنا، ہو سکتا ہے

یہ حدیث ابو مسعود عقبۃ بن عمرو انصاری بدری سے ہی مروی ہے عقبۃ بن عامر سے
اس باب میں کوئی روایت نہیں ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں: اس سند میں ابو خالد
احمر سے وہم ہوا ہے صحیح یہ ہے، عقبۃ بن عمرو ابو مسعود۔

اللہ تعالی بھی ہم سب سے درگزر فرمائے، چنانچہ وہ اللہ تعالی سے
ملا اور اللہ تعالی نے اس سے درگزر فرما دیا۔

امام مسلم نے ایک اور طریق سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ
سے اسی طرح ایک اور روایت نقل کی ہے۔

****

نسائی نے یہ حدیث اپنی سنن کے باب حسن المعاملۃ والرفق فی المطالبۃ
میں ذکر کی ہے چنانچہ سند متصل کے ذریعہ:

(۲۴۴) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک شخص نے خیر کا کوئی کام
بھی نہیں کیا، وہ لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے قاصد سے کہتا:
جو مل جائے لے لینا، جو نہ ملے اسے چھوڑ دینا اور درگزر کرنا ہو سکتا
ہے اللہ جل شانہ ہم سب سے درگزر فرما دے، جب اس کا انتقال
ہوا تو اللہ عز وجل نے اس سے فرمایا: کیا تو نے کبھی کوئی اچھا کام کیا
تھا؟ اس نے عرض کیا: جی نہیں! البتہ میرا ایک ملازم تھا، میں لوگوں
کو قرضہ دیا کرتا تھا، جب میں اسے قرضہ کی وصولیابی کے لیے بھیجتا
تھا تو اس سے کہہ دیتا تھا: جو آسانی سے مل جائے لے لینا اور جو نہ
ملے اسے چھوڑ دینا اور درگزر کر لینا ہو سکتا ہے اللہ تعالی بھی ہم سے
درگزر فرما دے، اللہ تعالی نے فرمایا: میں نے تجھ سے درگزر کر دیا۔

میں کہتا ہوں! امام مسلم نے اس باب یعنی باب فضل إنظار المعسر و
التجاوز فی الاقتضاء میں ایک اور حدیث ذکر کی ہے اگرچہ اس میں ایسا
کوئی لفظ نہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ وہ حدیث قدسی ہے اور وہ

یہ ہے :

(۲۴۵) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : ایک شخص کا انتقال ہوا اور وہ جنت میں داخل ہو گیا ، اس سے سوال ہوا ۔ تو کیا کرتا تھا ؟ اس نے کہا میں لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کرتا تھا اور تنگدست کو مہلت دیا کرتا تھا اور سکہ یا نقد میں لین دین میں درگزر کیا کرتا تھا ، چنانچہ اس کی مغفرت کر دی گئی ۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا : اس حدیث کو میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ۔

حدیث : من أنظر معسراً (جس شخص نے تنگدست کو مہلت دی)

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب البیوع کے باب من أنظر معسراً (۴ - ۲۱) میں ذکر کیا ہے لیکن اس میں اس کی کوئی صراحت نہیں کہ وہ حدیثِ قدسی ہے البتہ اس میں حدیثِ قدسی ہونے کا احتمال ضرور ہے فرمایا :

(۲۴۶) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے : تم سے قبل گزرنے والوں میں سے ایک شخص سے فرشتے ملے کہا لیا انہوں نے کہا) کیا تو نے کوئی خیر کا کام کیا ہے ؟ اس نے کہا : میں اپنے ملازموں کو کہا کرتا تھا کہ مہلت دیا کرو اور مالدار سے تجاوز کیا کرو ، فرمایا : انہوں نے اس سے درگزر کر دیا[1]

---

[1] مسلم کی ایک روایت میں ہے : اللہ عزوجل فرمائیں گے : میں تم سے

(اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو یہی حکم دیا تھا ، واللہ اعلم

★★★★

(۲۴۷) اور ابو مالک ربعی سے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں : میں مالدار کے لیے آسانی پیدا کیا کرتا تھا اور تنگدست کو مہلت دیا کرتا تھا ۔

اور ابو عوانہ عبدالمالک سے وہ ربعی سے روایت کرتے ہیں : میں مالدار کو مہلت دیا کرتا تھا اور تنگدست سے درگزر کر دیا کرتا تھا ۔

★★★★

پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے باب فضل من أنظر معسراً میں فرمایا :

زیادہ اس کا حقدار ہوں ، میرے بندے سے درگزر کر دو ۔

مسلم کی روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بخاری کی حدیث بھی حدیث قدسی ہے اگرچہ اس میں اس کی صراحت نہیں ہے ۔

حضرت ابو الیسر کی روایت میں ہے ، جو شخص کسی تنگدست کو مہلت دیتا ہے یا اس سے قرضہ کم کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سایے میں رکھیں گے ، خود اللہ تعالیٰ نے بھی تنگدست کے بارے میں صبر کا حکم دیا ۔ ارشاد فرمایا :

«وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ» البقرہ۔ ۲۸۰ — اور اگر تنگ دست ہے تو اس کے لیے آسودہ حالی تک مہلت ہے ۔

امام احمد ایک روایت نقل کرتے ہیں جس میں یہ آتا ہے کہ جو شخص کسی تنگدست کو مہلت دیتا ہے اسے ہر روز صدقہ کا ثواب ملتا ہے لہذا مہلت دینے والے کو ہر روز ایک نیا عوض ملے گا ۔

(۲۴۸) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ایک تاجر لوگوں کو قرضہ دیا کرتا تھا، وہ اگر کسی تنگدست کو دیکھتا تو اپنے ملازموں سے کہتا: اس سے درگزر کردو ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ بھی ہم سے درگزر فرمادیں' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے درگزر فرمادیا۔

★★★★

(۲۴۹) امام بخاری نے بنی اسرائیل کے تذکرے میں اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں ایک شخص کے پاس فرشتہ روح قبض کرنے آیا، اس سے کہا گیا: کیا تو نے کوئی اچھا کام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں' اس سے کہا گیا سوچ لو، اس نے کہا: مجھے اور تو کچھ یاد نہیں البتہ میں دنیا میں لوگوں کے ساتھ خرید وفروخت کیا کرتا تھا، اور ان کے ساتھ تجاوز کیا کرتا تھا، مالدار کو مہلت دیتا تھا اور تنگدست سے درگزر کردیا کرتا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل فرمادیا۔

★★★★

فحش وگندی باتوں سے روکنے کے سلسلہ میں حدیث مبارک

جسے امام مسلم نے باب النہی عن الفحشاء میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۹-۸۵۴)

(۲۵۰) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے دروازے پیر و جمعرات کو کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کی مغفرت کردی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو سوائے اس شخص کے جس کے اور اس کے مسلمان بھائی کے درمیان بغض ہو، کہا جاتا ہے: ان دونوں کو اس وقت تک کے لیے چھوڑ دو جب تک یہ آپس میں صلح نہ کرلیں، ان دونوں کو اس وقت تک کے لیے چھوڑ دو جب تک یہ صلح نہ کرلیں، ان دونوں کو اس وقت تک کے لیے چھوڑ دو جب تک یہ صلح نہ کرلیں۔

★★★★

امام مسلم نے اسے ایک اور طریق سے بھی روایت کیا ہے البتہ اس میں یہ ہے:

(۲۵۱) سوائے ان دو آدمیوں کے جن میں آپس میں لڑائی ہو یہ عبیدۃ کی روایت ہے۔

اور قتیبہ کہتے ہیں: سوائے ان دو کے جنہوں نے آپس میں قطع تعلق کیا ہو۔

★★★★

(۲۵۲) ایک اور روایت میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث میں آتا ہے، فرمایا: ہر جمعرات اور پیر کو اعمال پیش کئے جاتے ہیں، اور اللہ عزوجل اس روز ہر اس شخص کی مغفرت فرمادیتے ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو سوائے اس شخص کے جس کے بھائی اور اس کے درمیان بغض وعداوت ہو تو یہ کہا جاتا ہے:

ان دونوں کو اس وقت تک کے لیے چھوڑ دو جب تک یہ صلح
صفائی نہ کرلیں۔

****

(۲۵۳) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت میں
آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں کے اعمال ہفتے
میں دو مرتبہ پیر و جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں اور ہر مومن بندے
کی مغفرت کردی جاتی ہے سوائے اس شخص کے جس کے بھائی اور اس
کے درمیان بغض و عداوت ہو تو یہ فرمایا جاتا ہے: ان دونوں کو اس
وقت تک کے لیے چھوڑے رکھو یا مؤخر رکھو جب تک یہ صلح
نہ کرلیں۔

****

(۲۵۴) امام مالک رحمہ اللہ نے اسے مؤطاء میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ
عنہ سے دو روایتوں کے ذریعہ ذکر کیا ہے ان میں سے ایک مسلم کی
آخری روایت کی طرح ہے البتہ اس میں شک پر دلالت کرنے والی
عبارت کہیں نہیں ہے بلکہ یہ ہے، ان دونوں کو چھوڑے رکھو تاکہ
یہ صلح کرلیں۔

****

(۲۵۵) دوسری روایت مسلم کی اس روایت کی طرح ہے جو یہاں
پہلے ذکر ہوئی ہے البتہ اس میں یہ قول ان دونوں کو اس وقت تک
چھوڑے رکھو جب تک یہ دونوں صلح نہ کرلیں! دو مرتبہ مذکور نہیں
بلکہ صرف ایک مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔

اس حدیث کو ابوداود نے اپنی سنن کے باب من یھجر أخاہ
المسلم (۴-۲۱۸) میں ذکر کیا ہے۔

(۲۵۶) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت کے دروازے ہر پیر و جمعرات کو
کھول دیئے جاتے ہیں اور ان دونوں دنوں میں ہر اس شخص کی مغفرت
کردی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو سوائے
اس شخص کے جس کے بھائی اور اس کے درمیان بغض ہو تو ان کے
بارے میں یہ فرمایا جاتا ہے (یعنی اللہ جل شانہ کی طرف سے) ان دونوں
کو اس وقت تک کے لیے چھوڑ دو جب تک یہ آپس میں صلح
نہ کرلیں۔

ابوداؤد نے فرمایا: قطع تعلق اگر اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو وہ اس
میں داخل نہیں ہے۔

اور امام بخاری نے قطع تعلق سے متعلق احادیث کتاب الأدب کے باب
ذم الھجرۃ میں ذکر کی ہیں ملاحظہ ہو قسطلانی (۹-۵۲)

(۲۵۷) ان احادیث میں سے یہ حدیث بھی ہے: حضرت ابوایوب
انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی
شخص کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کو تین دن سے
زیادہ چھوڑے رکھے، دونوں ایک دوسرے سے ملیں یہ ادھر منہ پھیر لے
وہ اُدھر منہ پھیر لے اور دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں
پہل کرے۔

****

امام بخاری نے اپنی سند سے عوف بن مالک (بن الحارث)، سے جو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ (ام رومان بنت عامر الکنانیہ) کی طرف سے اخیافی بھائی کے بیٹے ہیں۔ ان سے روایت کیا ہے کہ:

(۲۵۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتلایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر نے (کسی خرید و فروخت) یا اس عطیہ کے بارے میں جو حضرت عائشہ نے دیا تھا یہ کہا: بخدا وہ (یعنی حضرت عائشہ) اس سے باز آجائیں ورنہ میں ان کو اس سے روک دوں گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا (عبداللہ بن الزبیر) نے یہ کہا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں، انہوں نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے نذر مانتی ہوں کہ میں عبداللہ بن الزبیر سے کبھی بات نہ کروں گی، جب اس طرح بات نہ کرنے پر کافی وقت گزر گیا تو حضرت عبداللہ بن الزبیر نے حضرت عائشہ کے پاس سفارش کرائی تو انہوں نے فرمایا: جی نہیں! بخدا میں ان کے بارے میں کسی کی سفارش کبھی بھی قبول نہ کروں گی اور نہ اپنی منت میں حانث ہوں گی، جب حضرت عبداللہ بن الزبیر پر یہ معاملہ بہت ہی شاق ہو گیا تو انہوں نے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمن بن الاسود بن عبدیغوث سے (جو بنی زہرہ سے تعلق رکھتے ہیں) اس سلسلہ میں بات کی اور ان سے کہا کہ میں آپ دونوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میری بات چیت کرا دیں، اس لیے کہ مجھ سے قطع تعلق کی نذر ماننا ان کے لیے درست نہیں ہے، چنانچہ مسور و عبدالرحمن چادریں اوڑھ کر ان کو لے کر حضرت

عائشہ کے یہاں اجازت طلب کرنے گئے اور ان دونوں نے انہیں اس طرح سلام کیا: السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کیا ہم اندر آسکتے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آجائیے، انہوں نے پوچھا کیا ہم سب آجائیں؟ فرمایا جی ہاں! سب آجائیے، انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ ان دونوں کے ساتھ عبداللہ بن الزبیر بھی ہیں، جب یہ تینوں اندر داخل ہو گئے تو حضرت عبداللہ بن الزبیر پردے کے پیچھے گئے اور حضرت عائشہ سے لپٹ گئے اور ان کو قسم دے کر رونے لگے، اور مسور و عبدالرحمن بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قسم دینے لگے کہ ان سے ضرور بات کریں اور ان کو معاف کر دیں اور یوں کہنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قطع تعلق سے منع کیا ہے جو آپ نے کر رکھا ہے، اس لیے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے، جب ان دونوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت نصیحت کی اور بار بار کہہ کر تنگ کر دیا، تو وہ ان دونوں کو نصیحت کرنے لگیں اور رونے لگیں اور کہنے لگیں: میں نے نذر مانی ہے، اور نذر کا معاملہ بہت سخت ہوتا ہے لیکن یہ دونوں بار بار ان کو مجبور کرتے رہے حتی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے بات کر ہی لی اور اپنی اس نذر کا کفارہ چالیس غلاموں کو آزاد کرنے کی شکل میں ادا کیا، اور اس کے بعد وہ اپنی اس نذر کو یاد کر کے رویا کرتی تھیں یہاں تک کہ آنسوؤں سے ان کی اوڑھنی تر ہو جایا کرتی تھی[1]

---

[1] تنبیہ: حدیث (۲۵۷، ۲۵۸) حدیث قدسی نہیں ہیں ان کو یہ بتلانے کے لیے

اللہ جل شانہ کے لیے باہمی محبت کرنیوالوں کے بارے میں وارد شدہ احادیث

امام مسلم نے اسے اپنی صحیح کی کتاب الفضائل کے باب فضل الحب فی اللہ تعالیٰ میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۹ - ۲۶۰)۔

(۲۵۹) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ قیامت کے روز فرمائیں گے: کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے؟ آج میں ایسے دن ان کو اپنے سایے میں رکھوں گا جس دن میرے سایے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔[له]

یہاں ذکر کیا گیا ہے کہ کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ گفتگو نہ کرنا حرام ہے بشرطیکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہوں، ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جیسا کہ حضرت عائشہ نے کیا تو یہ حرام نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایسی بات کہی تھی جو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درجہ و مرتبہ کے خلاف تھی اس لیے کہ وہ ان کی خالہ تھیں جو ماں کے قائم مقام ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ کے خیال میں یہ نافرمانی تھی اور ان سے بات چیت بند کرنا ایسا تھا جیسا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں سے بات کرنے سے مسلمانوں کو روک دیا تھا، اسی لیے انہوں نے ان کا بائیکاٹ کر دیا

له قاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص گرمی،

اور امام مسلم ہی نے باب فضل الحب فی اللہ میں یہ حدیث ذکر کی ہے فرمایا:

(۲۶۰) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے ایک مسلمان بھائی کی ملاقات کے لیے نکلا جو دوسری بستی میں تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے انتظار میں اس بستی کے راستے میں ایک فرشتہ بٹھا دیا، اس نے پوچھا: تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے اس سے ملنا چاہتا ہوں، اس نے پوچھا کیا تمہارا اس پر کوئی احسان ہے۔ جس سے تم فائدہ اٹھانا چاہتے ہو[له] اس نے کہا جی نہیں بس

دھوپ اور موقف کی سختی اور مخلوق کی سانسوں سے بچنے کے لیے اس کے عرش کے سایے میں ہوں گے یہی اکثر حضرات کا قول ہے۔

اور عیسیٰ بن دینار کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تکالیف و مصائب سے محفوظ ہو گا اور معزز و مکرم ہو گا، بعض حضرات نے کہا ہے کہ ہو سکتا ہے سایہ راحت و نعمتوں سے عبارت ہو۔

له یعنی تم اس کے پاس اس لیے جا رہے ہو کہ تمہیں کچھ فائدہ حاصل ہو جائے، بندے سے اللہ تعالیٰ کی محبت کرنے کا مطلب اس پر رحم کھانا اور اس پر راضی ہونا اور اس کے لیے خیر خواہی کرنا ہے، اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور یہ کہ بندہ اس سے اللہ جل شانہ کی محبت حاصل کرتا ہے اس حدیث سے صالحین اور دوستوں کی زیارت کی فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے۔

ہیں اللہ عزوجل کے لیے اس سے محبت رکھتا ہوں، فرشتے نے کہا:
میں اللہ جل شانہ کی جانب سے تمہارے پاس بھیجا گیا پیغامبر ہوں
کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے اسی طرح محبت کی جس طرح تم نے اس شخص
سے اللہ جل شانہ کے لیے محبت کی۔

****

(۲۶۱) امام مالک نے موطا میں حدیث "المتحابین فی اللہ" (اللہ تعالیٰ
کے لیے محبت کرنے والے) ذکر کی ہے جو امام مسلم سے ابتداء میں
مذکور ہے البتہ اس میں یہ فرمایا: کہاں ہیں وہ لوگ جو میری عزت و
جلال کے لیے باہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، حدیث
کے باقی الفاظ ویسے ہی ہیں جیسے امام مسلم کی روایت کیے ہیں۔

(۲۶۲) انہوں نے ایک اور حدیث حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ
عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: میری
محبت ایسے لوگوں کے لیے واجب ہو گئی جو میری خاطر ایک دوسرے
سے محبت کرتے ہیں اور میری خاطر ایک ساتھ بیٹھتے ہیں اور میری
خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری خاطر مال خرچ
کرتے ہیں۔

****

اس حدیث کا ایک عجیب قصہ ہے جو موطا کے متن میں اس
طرح مذکور ہے:

(۲۶۳) ابو ادریس الخولانی سے مروی ہے فرمایا: میں دمشق کی مسجد

میں داخل ہوا تو کیا دیکھا کہ ایک چمکدار دانتوں والے نوجوان بیٹھے
ہیں، لوگ ان کے ساتھ ہیں (اور ایک روایت میں ہے: ان کے
ساتھ بیس صحابہ بیٹھے ہیں اور ایک روایت میں تیس صحابہ کا
لفظ مذکور ہے) جب کسی چیز میں ان کا اختلاف ہو جائے تو وہ ان
کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کی بات پر عمل کرتے ہیں، میں نے ان
کے بارے میں دریافت کیا تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ
عنہ ہیں، دوسرے دن میں بالکل ابتداءِ وقت میں صبح صبح چلا گیا تو کیا
دیکھا وہ مجھ سے پہلے وہاں موجود ہیں، میں نے دیکھا وہ نماز پڑھ
رہے ہیں، فرماتے ہیں: میں نے ان کا انتظار کیا یہاں تک کہ جب وہ
نماز پڑھ چکے تو میں ان کے سامنے سے ان کے پاس گیا انہیں سلام
کیا، اور عرض کیا: بخدا میں آپ سے اللہ جل شانہ کی خاطر محبت
کرتا ہوں، انہوں نے فرمایا: بخدا کیا یہی بات ہے؟ میں نے کہا:
بخدا یہی بات ہے، انہوں نے پوچھا کیا بخدا یہی بات ہے؟ میں
نے عرض کیا: بخدا یہی بات ہے، انہوں نے پھر فرمایا: بخدا یہی بات
ہے؟ میں نے کہا: بخدا یہی بات ہے، چنانچہ انھوں نے میری چادر کا
کنارہ (ایک روایت میں ہے میری چادر کے کنارے) پکڑ لیا اور اپنی
طرف کھینچ کر فرمایا: مبارک ہو خوشخبری سن لو! اس لیے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا: اللہ تبارک
وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہو گئی
جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور میری خاطر ایک
دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں، میری خاطر ایک دوسرے سے ملتے ہیں

اور میری خاطر ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں اور جانیں قربان کرتے ہیں۔ موطاء کا متن ختم ہوا۔ طبرانی میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں: اور وہ جو میری خاطر ایک دوسرے سے دوستی کرتے ہیں۔

زرقانی میں ہے: یہ حدیث صحیح ہے، حاکم نے کہا: یہ بخاری ومسلم کی شرط پر ہے۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں: یہ اسناد صحیح ہے۔

****

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ حدیث باب الحب فی اللہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

(۲۶۴) فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے: اللہ عزوجل نے فرمایا: میری عزت وجلال کی خاطر محبت کرنے والوں کے لیے نور کے منبر ہوں گے ان کو دیکھ کر انبیاء علیہم السلام اور شہداء رشک کریں گے۔ لہ

امام ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے ملاحظہ ہو (۲-۶۳)

****

لہ یہ ان کے لیے ایک خصوصیت وامتیاز ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ انبیاء وشہداء سے بھی بڑے درجے والے ہوں گے بلکہ انبیاء علیہم السلام کا درجہ سب سے بڑا ہے اسی طرح شہداء بھی بڑے درجے کے مالک ہوں گے، اور کوئی ان حضرات کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔

حدیث: اللہ جل شانہ کا فرمانِ مبارک:

میں بیمار ہوا لیکن تم نے میری عیادت نہ کی!

اسے امام مسلم نے اپنی صحیح کے کتاب البر والصلۃ والادب کے باب فضل عیادۃ المریض میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۹-۶۳ ۴)

(۲۶۵) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز اللہ عزوجل فرمائیں گے: اے ابنِ آدم! میں بیمار ہوا لیکن تو نے میری عیادت تک نہ کی! وہ کہے گا: اے رب! میں بھلا آپ کی عیادت کیسے کر سکتا ہوں آپ تو رب العالمین ہیں؟ فرمایا: کیا تجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے لیکن تو نے پھر بھی اس کی عیادت نہ کی؟ کیا تجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تو اگر اس کی عیادت کرتا تو مجھے (یعنی میری رضا کو) اس کے پاس پاتا، اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے کھانے کو مانگا تو نے مجھے نہیں کھلایا، وہ کہے گا: اے میرے رب! میں آپ کو کس طرح کھلاتا آپ تو دونوں جہان کے رب ہیں، فرمایا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانے کو مانگا تھا لیکن تو نے اسے کھانے کو نہ دیا، کیا تجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اگر تو اسے کھلا دیتا تو میرے یہاں اس کا اجر وثواب پاتا۔ اے ابنِ آدم میں نے تجھ سے پینے کو مانگا لیکن تو نے مجھے نہ پلایا، اس نے کہا: اے رب! میں بھلا آپ کو کیسے پلا سکتا ہوں آپ تو دو جہان کے پروردگار ہیں؟

فرمایا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پینے کو مانگا تھا لیکن تو نے اسے نہ پلایا، سن لے اگر تو اسے پلا دیتا تو اس کا اجر و ثواب تو میرے پاس پاتا۔

★★★★

حدیث: یاعبادی إنی حرمت الظلم علی نفسی

(اے میرے بندو میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے)

اسے امام مسلم نے اپنی صحیح کے باب تحریم الظلم میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۱۰۱-۸۱۱) اور اس کے بعد:

(۲۶۶) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے روایت کیا ہے فرمایا: اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے[1] اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام قرار دیا ہے اس لیے ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر وہ جسے میں ہدایت دوں۔ لہٰذا مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا، اے میرے

---

[1] یعنی میں اس سے پاک و برتر ہوں، اللہ تعالیٰ شانہ کے حق میں ظلم ناممکن ہے اس لیے کہ ظلم کے معنی ہیں حد سے تجاوز کرنا اور دوسرے کی ملک میں تصرف کرنا، اور بھلا اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کس طرح کر سکتے ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر عدل کرنے والا کون ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ دوسرے کے ملک میں کس طرح تصرف فرمائیں گے جبکہ تمام عالم اس کی ملکیت ہے۔

بندو! تم میں سے ہر شخص بھوکا ہے مگر وہ جسے میں کھانے کو دوں لہٰذا مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھلاؤں گا، اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص ننگا ہے سوائے اس کے جسے میں لباس پہناؤں لہٰذا تم مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس پہنا دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب دن رات غلطیاں کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں، لہٰذا تم مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہاری مغفرت کر دوں گا، اے میرے بندو! تم مجھے نصرت پہنچانے پر قادر نہیں ہو سکتے کہ مجھے نقصان پہنچا سکو اور نہ نفع پہنچانے پر قادر ہو سکتے ہو کہ مجھے نفع پہنچاؤ، اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر، انسان و جن سب کے سب تم میں سے متقی ترین شخص کے دل کی طرح بن جائیں تب بھی میری حکومت میں اس سے کوئی اضافہ نہ ہو گا، اے میرے بندو! اگر تم میں سے اول و آخر انسان و جن سب کے سب کسی بدترین شخص کے دل کی طرح بن جائیں تب بھی میری حکومت میں اس سے کوئی کمی نہ آئے گی، اے میرے بندو! اگر تم میں سے اول و آخر، انسان و جن سب کے سب ایک جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں اور میں ہر شخص کو اس کی مطلوبہ چیزیں دے دوں تب بھی میرے خزانے میں اس سے اتنی بھی کمی نہ آئے گی جتنی سمندر میں اس سوئی سے آتی ہے جسے سمندر میں ڈال کر نکال لیا جائے، اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں تمہارے لیے محفوظ رکھتا ہوں پھر تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دوں گا اس لیے جو اچھے کام کی توفیق پائے اسے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا

بیان کرنا چاہیئے اور جو اس کے علاوہ (یعنی بداعمالیاں) پائے اسے
صرف اپنے نفس کو ہی ملامت کرنا چاہیئے۔

****

(۲۶۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ سے یہ
روایت نقل کی ہے (فرمایا) میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے
اور اپنے بندوں پر بھی لہذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔۔۔۔۔
اور پھر اسی طرح کی حدیث ذکر کی جو پہلے گزری ہے۔

ابوادریس کی وہ حدیث جو ہم نے ذکر کی ہے وہ اس سے
زیادہ کامل ہے۔

اسے ابوعیسیٰ ترمذی نے اپنی جامع میں حضرت ابوذر رضی اللہ
عنہ سے ان الفاظ کے برخلاف ذکر کیا ہے جو مسلم میں ہیں اور وہ
یوں ہے!

(۲۶۸) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں!
اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص گمراہ ہے مگر وہ جسے میں ہدایت
دوں، لہذا تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا، اور
تم میں سے ہر شخص فقیر ہے سوائے اس کے جسے میں غنی بنا دوں لہذا
تم مجھ سے سوال کرو میں تمہیں رزق دوں گا، اور تم میں سے ہر شخص گنہگار
ہے سوائے اس کے جسے میں عافیت سے رکھوں، لہذا تم میں سے
جس شخص نے یہ جان لیا کہ میں مغفرت پر قدرت رکھنے والا ہوں اور پھر
اس نے مجھ سے مغفرت طلب کی تو میں اس کی مغفرت کر دیتا ہوں اور

کسی کی پرواہ نہیں کرتا، اور اگر تمہارے اول و آخر، زندہ و مردہ خشک
و تر سب کے سب مل کر میرے بندوں میں سے متقی ترین شخص کے
دل کی طرح ہو جائیں تب بھی میری حکومت میں اس سے مچھر کے ایک
پر کے برابر بھی اضافہ نہ ہوگا، اور اگر تمہارے اول و آخر، زندہ و مردہ
خشک و تر سب کے سب مل کر میرے بندوں میں سے کسی بدبخت
ترین بندے کے دل کی طرح بن جائیں تب بھی میری حکومت میں
اس سے مچھر کے ایک پر کے برابر بھی کمی نہ ہوگی، اور اگر تمہارے
اول و آخر، زندہ و مردہ، رطب و یابس سب کے سب ایک کھلی جگہ
میں جمع ہو کر ان میں سے ہر انسان اپنی تمام آرزوئیں بھی مانگ لے
اور میں تم میں سے ہر سائل کی تمام مطلوبہ چیزیں دے دوں تب بھی
میری مملکت میں اس سے اتنی بھی کمی نہیں آئے گی جتنی تم میں سے اگر
کوئی شخص سمندر کے پاس سے گزرے اور اس میں سوئی داخل کر کے
نکال لے اس سے آتی ہے، یہ اس لیے کہ میں خوب سخی اور بزرگ
و برتر ہوں، جو چاہتا ہوں کرتا ہوں، میرا دینا کلام ہے، میرا عذاب
کلام ہے میں جب کچھ کرنا چاہتا ہوں تو کن (ہو جا) کہتا ہوں اور وہ
چیز ویسے ہی ہو جاتی ہے[1]

ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔

اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت ابوذر رضی اللہ
عنہ سے ترمذی کے الفاظ کے قریب قریب ذکر کیا ہے البتہ ان میں

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں وہ ایک لحظہ میں ہو جاتا ہے چاہے کچھ دینا ہو
یا عذاب و سزا ہو۔

کچھ تقدیم وتاخیر ہے اور اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں :

(۲۶۵) اور اگر تمہارے زندہ و مردہ اور رطب ویابس ایک متقی ترین شخص کے دل کی طرح ہو جائیں، اس میں یہ الفاظ بھی نہیں ہیں کہ میرا عذاب کلام ہے، باقی الفاظ ترمذی کی روایت کی طرح ہیں۔

★★★★

حدیث: الکبریاء ردائی والعظمة إزاری

(یعنی بڑائی میری رداء (چادر) اور عظمت میرا ازار ہے)

اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں باب تحریم الکبر میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۱۰-۵۳) حضرت ابو ہریرۃ وابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے سند مسلسل سے روایت کیا ہے کہ :

(۲۷۰) ان دونوں حضرات نے فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : عزت وجلال اس کا ازار اور کبریاء و بڑائی اس کی رداء ہے، لہذا جو شخص مجھ سے ان کے بارے میں نزاع (جھگڑا) کرے گا میں اسے عذاب دوں گا[1]

★★★★

---

[1] یہ تکبر پر سخت وعید اور اس کے حرام ہونے پر صاف دلیل ہے، اس کو ازار و رداء مجازاً واستعارۃً کہا گیا ہے جیسے اہل عرب کہتے ہیں کہ زید فلاں شخص کا شعار (جسم سے ملا ہوا کپڑا) اور تعقوبی وثار (جسم اور کپڑے کے درمیان حائل کپڑا) ہے لیکن یہاں پر اس سے وہ کپڑا مراد نہیں ہوتا بلکہ یہاں

اس سے مراد یہ ہے کہ یہ اللہ جل شانہ کی لازمی صفات ہیں اس سے کبھی جدا نہ ہوں گی عزت وکبریا اللہ جل شانہ کے لیے ہی مناسب ہے.

تکبر کی مذمت اور اس پر وعید قرآن کریم میں بھی وارد ہوئی ہے، تکبر کو اللہ تعالیٰ نے خیر اور توفیق الٰہی سے محرومی کا سبب تبلایا ہے فرمایا۔

((سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ)) الاعراف - ۱۴۶

میں اپنی نشانیوں سے ان لوگوں کو پھرا ہوا ہی رکھوں گا جو روئے زمین پر ناحق تکبر کرتے رہتے ہیں

((اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ)) الزمر - ۶۰

کیا ان، متکبرین کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے ؟

((بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ)) الاحقاف - ۲۰

اس لیے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے.

((اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ)) الانعام - ۹۳

آج تمہیں ذلت کا عذاب ملے گا بسبب اس کے کہ تم اللہ پر جھوٹ اور اللہ کے ذمے ناحق باتیں جوڑا کرتے تھے اور تم اللہ کی نشانیوں کے مقابلہ میں تکبر کیا کرتے تھے.

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری نفوس کو تکبر عجب اور بڑائی سے بچائے اور متواضع بنائے۔ آمین

اور ابوداود نے اسے اپنی سنن کے باب ما جاء فی الکبر (٢-٥٠) پر ذکر کیا ہے :

(١،٢) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا : کبریائی و بڑائی میری چادر اور عظمت و جلال میرا ازار ہے لہذا جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک کے بارے میں مجھ سے جھگڑے گا میں اسے دوزخ میں پھینک دوں گا۔

★★★★

اور ابن ماجہ نے اسے اپنی سنن کے باب البراءۃ من الکبر والتواضع (٢-٢٨٢) میں اپنی سندِ مسلسل سے روایت کیا فرمایا :

(٢،٢) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کے الفاظ بھی ابوداود جیسے ہیں البتہ اس میں یہ ہے فرمایا : جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک کے بارے میں مجھ سے جھگڑے گا میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔

اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسے اسی طرح روایت کیا ہے البتہ اس میں یہ فرمایا :

(٣،٢) جو شخص مجھ سے ان میں سے کسی ایک کے بارے میں منازعت کرے گا میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔

٢٦- حضرت موسٰی علیہ السلام کا حضرت خضر سے ملاقات کی دعا کرنا

اسے امام بخاری نے حدیث موسٰی مع الخضر علیہ السلام (٣-١٥٣) میں ذکر کیا ہے فرمایا :

(٢،٣) سعید بن جبیر کہتے ہیں : میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا : نوف بکالی یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت خضر کے ساتھی حضرت موسٰی علیہ السلام وہ بنی اسرائیل کے نبی حضرت موسٰی علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ وہ ایک دوسرے موسٰی ہیں[1]، انہوں نے فرمایا : اللہ کے دشمن نے جھوٹ کہا ہم سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام بنو اسرائیل میں تقریر کرنے کھڑے ہوئے، ان سے پوچھا گیا : لوگوں میں سب سے بڑا عالم کونسا شخص ہے؟ انہوں نے فرمایا : میں، اللہ تعالیٰ نے اس پر عتاب فرمایا، اس لیے کہ انہوں نے اس کے علم کو اللہ تعالیٰ

---

[1] جن کا نام موسٰی بن میشا بن افراثیم بن یوسف بن یعقوب ہے۔

کی طرف محول نہیں کیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: جی ہاں! دو
سمندروں کے ملنے کے مقام پر میرا ایک بندہ ہے جو آپ سے
اعلم ہیں[1]، حضرت موسیٰ نے فرمایا: اے میرے پروردگار! ان کے پاس
مجھے کون پہنچائے گا؟ اور بسا اوقات سفیان نے کہا: اے میرے رب!
میں ان تک کیسے پہنچوں گا؟ فرمایا: تم ایک مچھلی پکڑ کر زنبیل میں ڈال
لو، جہاں مچھلی گم ہوگی اسی جگہ وہ ہوں گے، بسا اوقات یہ فرمایا: وہ
وہاں موجود ہوں گے، چنانچہ انہوں نے ٹوکری میں ایک مچھلی ڈالی، پھر
وہ خود اور ان کے نوجوان یوشع بن نون ساتھ ساتھ چلے یہاں تک کہ
جب چٹان کے پاس پہنچے تو دونوں سر رکھ کر لیٹ گئے[2]۔۔۔ پوری
حدیث طویل ہے۔

★★★★

امام بخاری نے اسے سورۂ کہف میں باب قولہ تعالیٰ "واذقال موسیٰ
لفتاہ" الآیۃ (۶۰-۸۲) پر بیان کیا ہے اس میں یہ ہے:
(۲۷۵) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ دو سمندروں
کے ملنے کی جگہ پر میرا ایک بندہ ہے (یا دو سمندروں کے ملنے
کی جگہ کے پاس) وہ آپ سے زیادہ علم والے ہیں، حضرت موسیٰ

[1] اس سے حضرت خضر مراد ہیں، دو سمندروں سے مراد بحر فارس و بحر روم ہیں،
وہ اعلم ہیں یعنی مخصوص چیز کے بارے میں۔
[2] حضرت موسیٰ علیہ السلام سو گئے مچھلی نے حرکت کی اور زنبیل سے نکل کر
سمندر میں چلی گئی اور سمندر میں سرنگ بنالی، اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے پانی سے

علیہ السلام نے فرمایا: اے رب! میں وہاں تک کیسے پہنچوں گا؟
فرمایا: تم اپنے ساتھ ایک مچھلی لے کر ٹوکری میں ڈال دو، جہاں مچھلی
گم ہوگی وہ اسی جگہ ملیں گے۔۔۔۔ الخ

★★★★

بہنے کی قوت سلب کرلی چنانچہ وہ پانی اس مچھلی پر طاق کی طرح بن گیا۔
حضرت موسیٰ و یوشع رات کے باقی حصے اور دن بھر چلتے رہے دوسرے
دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشع سے ناشتہ مانگا اور کہا آج کے سفر
سے ہم بہت تھک گئے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تھکان اس وقت تک محسوس
نہ ہوئی جب تک اس جگہ سے آگے نہ بڑھ گئے جہاں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا،
حضرت یوشع نے کہا: دیکھیے وہ جو چٹان کے پاس ہم ٹھہرے تھے وہاں وہ
مچھلی زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی۔ میں آپ کو بتلانا بھول گیا تھا، مجھے شیطان نے
بالکل بھلا دیا تھا، میں یہ عجیب کیفیت دیکھ کر مبہوت ہوگیا تھا کہ پانی مچھلی کے لیے
سرنگ کی طرح بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ہم اسی مقام کے تو منتظر
تھے چنانچہ الٹے پاؤں واپس لوٹے، اور جب اس چٹان کے پاس پہنچے تو حضرت
خضر کو تلاش کرنے لگے اچانک کیا دیکھا کہ ایک صاحب چادر اوڑھے سو رہے تھے
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا۔ حضرت خضر نے جواب دیا آپ کی سرزمین
میں سلامتی کہاں ہے؟ ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ کیا میری سرزمین میں سلامتی
ہے؟ حضرت خضر نے کہا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: موسیٰ میں ہوں:
حضرت خضر نے فرمایا: بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ فرمایا: بنی اسرائیل کے موسیٰ؟
فرمایا: جی ہاں پورا قصہ قرآن کریم میں مذکور ہے اس کے لیے تفسیر اور حدیث کی کتابوں
کو دیکھ لیا جائے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے اس باب میں ایک دوسرے
طریقے سے روایت کیا ہے اور اس میں یوں ہے :

(۲۰۶) اللہ تعالیٰ نے انھیں اس پر عتاب فرمایا اس لیے کہ انہوں
نے علم کو اللہ تعالیٰ کی طرف محول نہ کیا، ان سے کہا گیا: کیوں نہیں (یعنی
آپ سے بڑا عالم موجود ہے) انہوں نے عرض کیا: اے رب!
کہاں پر؟ فرمایا: دو سمندروں کے ملنے کی جگہ پر، فرمایا: اے رب!
میرے لیے کوئی ایسی علامت مقرر کر دیجیے جس سے میں پہچان
جاؤں، عمرو نے مجھ سے کہا: جہاں مچھلی آپ سے گم ہو جائے، اور
یعلی نے مجھ سے کہا! فرمایا: ایک مردہ مچھلی لے لیجیے، جس جگہ اس
میں روح پڑ جائے (وہی جگہ ہے)، چنانچہ انہوں نے ایک مچھلی
لے لی ..... الخ

بخاری نے اسے اس باب میں مذکورہ بالا الفاظ کے قریب قریب
ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم

قسطلانی رحمہ اللہ سورۂ کہف (۷۔۲۲۱) میں فرماتے ہیں یہ حدیث کتاب العلم میں
گزر چکی ہے اور مؤلف امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے اپنی کتاب جامع
بخاری کے دس سے زیادہ مقامات پر ذکر کیا ہے۔

۲۷۔ خودکشی کی سزا دوزخ کی آگ ہے

اس شخص سے متعلق حدیث جس نے چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ
لیا اور مر گیا، بخاری نے اسے باب الحدیث عن بنی اسرائیل (۴۔۱۰۰)
میں ذکر کیا ہے :

(۲۷۷) حسن کہتے ہیں: ہم سے جندب بن عبداللہ نے اس مسجد
میں بیان کیا اور ہم اس حدیث کو اس وقت سے نہیں بھولے
جب سے انہوں نے ہم سے بیان کی ہے اور ہمیں یہ خطرہ نہیں کہ حضرت
جندب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بہتان باندھا ہوگا،
فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے قبل جو لوگ
گزرے ہیں[1] ان میں ایک آدمی کے ایک زخم تھا وہ جزع فزع کرنے لگا[2]
اور ایک تلوار لی اور اس سے اپنا ہاتھ کاٹ لیا، خون اس وقت
تک نہ رکا جب تک اس کی جان نہ نکل گئی، اللہ تبارک وتعالیٰ

---

[1] بنی اسرائیل یا کوئی قوم لیکن بنو اسرائیل زیادہ ظاہر ہے۔

[2] یعنی درد والم پر صبر نہ کر سکا ہاتھ کاٹ لیا خون زیادہ بہنے کی وجہ سے مر گیا،

نے فرمایا: میرے بندے نے اپنے نفس کے بارے میں مجھ سے سبقت لے جانا چاہی، میں نے جنت کو اس پر حرام کر دیا ہے۔

خودکشی کی تھی اس لیے اس کے حلال جاننے کی وجہ سے کافر ہو گیا لہٰذا کفر کی وجہ سے جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی انسان کو مارنا بہت بڑا گناہ ہے خواہ اپنے کو مارے یا کسی اور کو انسان کی جان کا اللہ تعالیٰ مالک ہے اس لیے اسے یہ اختیار نہیں کہ خودکشی کرے۔ واللہ اعلم۔

٢٨۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کوئی شخص مستغنی نہیں ہو سکتا

حدیث: حضرت ایوب علیہ السلام کا غسل کرنا اور ان کے سامنے سونے کی ٹڈیوں کا برسنا

اسے بخاری نے کتاب الغسل کے باب من اغتسل عریاناً (۱-۶۴) پر ذکر کیا ہے:

(۲۷۸) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دوران کہ حضرت ایوب علیہ السلام نہا رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں، حضرت ایوب علیہ السلام انہیں اپنے کپڑوں میں جمع کرنے لگے۔ اور ان کے رب نے انہیں آواز دی: کیا میں نے آپ کو اس سے مستغنی نہیں کر دیا جو آپ دیکھ رہے ہیں؟ عرض کیا کیوں نہیں اے رب آپ کی عزت و جلال کی قسم لیکن میں آپ کی برکت سے مستغنی نہیں ہو سکتا[1]

---

[1] قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ناممکن ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے یہ مال

بخاری نے اسے کتاب بدء الخلق کے باب قولہ تعالیٰ "وأیوب إذ نادی ربہ أنی مسنی الضر" (۴-۱۵۱) پر ذکر کیا ہے۔

اور اسے کتاب التوحید کے باب قول اللہ تعالیٰ "یریدون أن یبدلوا کلام اللہ" (۹-۱۴۳) میں بھی ذکر کیا ہے: اور ان دونوں روایتوں میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں:

(۲۷۹) حضرت ایوب علیہ السلام پر سونے کے ٹڈی دل گرنے لگے۔

(۲۸۰) اسے نسائی نے اپنی سنن کے باب الاستتار عند الاغتسال (۱-۲۰۱) پر ذکر کیا ہے جس کے الفاظ بخاری کے کتاب الغسل کی

دنیا کی محبت کی وجہ سے اٹھایا ہو بلکہ انہوں نے یہ مال اللہ تعالیٰ کی برکت سمجھ کر لیا تھا اس لیے کہ یہ ابھی ابھی اللہ جل شانہ کے پاس سے آیا تھا، یا یہ ایک خارقِ عادت نعمت تھی اس لیے اسے قبول کرنا ہی چاہیئے تھا اور یہی اس کے شکر کا طریقہ اور تعظیم تھی، اس سے اعراض کفر اور نعمت کی ناشکری تھا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی جگہ برہنہ ہو کر نہانا درست ہے جہاں کسی کی نظر نہ پڑے اس لیے کہ اس طرح نہانے پر اللہ جل شانہ نے عتاب نہیں فرمایا بلکہ ٹڈیاں اکٹھی کرنے پر عتاب فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ وہ برہنہ ہو کر نہا رہے تھے پتھر ان کے کپڑے لے بھاگا انہوں نے اسے عصا مار کر فرمایا! اے پتھر میرے کپڑے دے دے۔

مذکورہ بالا روایت کی طرح ہیں اس میں یہ بھی ہے: لیکن میں آپ کی برکتوں کے جمع کرنے سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

۲۹۔ اللہ تعالیٰ قبیلہ اسلم کو محفوظ و سالم رکھے

اس حدیث کو مسلم نے کتاب الفضائل کے باب من فضائل غفار و اسلم ..... الخ میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۹-۲۰۷)

(۲۸۱) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلم کو اللہ تعالیٰ محفوظ و سالم رکھے اور غفار والوں کی اللہ جل شانہ مغفرت کرے یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اللہ جل شانہ یہ فرما رہے ہیں۔

اور مسلم نے یہ حدیث اپنی صحیح میں بہت سے طرق سے ذکر کی ہے جو حضرت ابو ہریرۃ، حضرت ابو ذر، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

مسلم نے حدیث اسلم سالمہا اللہ اپنی سند سے حضرت ابو بکرۃ رضی اللہ عنہ سے پہلے سے زیادہ طویل الفاظ سے نقل کی ہے چنانچہ محمد بن یعقوب تک کی سند ذکر کر کے لکھا:

(۲۸۲) محمد بن یعقوب سے مروی ہے کہا: میں نے عبد الرحمن بن

ابی بکرۃ کو اپنے والد سے یہ بیان کرتے سنا کہ الأقرع بن حابس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: آپ کے ہاتھ پر اسلم، غفار اور مزینہ کے حاجیوں کا سامان چوری کرنے والوں نے بیعت کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بتلاؤ اگر اسلم غفار اور مزینہ، بنو تمیم، بنو عامر، اسد اور غطفان سے بہتر ہوں تو کیا پھر بھی وہ ناکام و نامراد ہوں گے؟ انہوں نے کہا جی ہاں؛ آپ نے فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے یہ ان سے بہت زیادہ بہتر و برتر ہیں۔

۳۰۔ قرآن کریم کی قرأت کا آسان ہونا

رات کو قرآن کریم کی تلاوت، سورۂ الکوثر کا نازل ہونا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اور ان کے لیے جنت میں گھر کی خوشخبری۔

حدیث: إن الله عزوجل يأمرك أن تقرأ القرآن على سبعة أحرف۔

(اللہ تعالیٰ آپ کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ آپ قرآن کریم سات طریقوں سے پڑھیں)

اسے نسائی نے اپنی سنن کے باب جامع ماجاء فی القرآن میں ذکر کیا ہے:

(۲۸۳) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو غفار کے تالاب کے پاس تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

اللہ عزوجل آپ کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ آپ اپنی امت کو ایک طریقے سے قرآن کریم پڑھائیں[1]، فرمایا: میں اللہ جل شانہ سے عفو و مغفرت کا طالب ہوں، امت اس کی طاقت نہیں رکھتی حضرت جبرئیل دوسری مرتبہ آپ کے پاس آئے اور فرمایا: اللہ عزوجل آپ کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ اپنی امت کو دو طریقوں سے قرآن کریم پڑھائیں، فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے عفو و مغفرت کا طالب ہوں میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس تیسری مرتبہ تشریف لائے اور فرمایا: اللہ عزوجل آپ کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ آپ اپنی امت کو تین طریقے سے قرآن کریم پڑھائیں، آپ نے فرمایا: میں اللہ جل شانہ سے عفو و مغفرت

---

[1] شروع میں قرآن کریم ایک لغت یا ایک اعراب سے پڑھنے کا حکم دیا گیا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امت پر آسانی و تخفیف کے لیے اور زیادتی کا مطالبہ کرتے رہے یہاں تک کہ سات طرح سے پڑھنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔

قسطلانی لکھتے ہیں: سات حروف کا مطلب سات لغات یا سات قرائتیں ہیں یہ آسانی اس لیے دی گئی کہ اس وقت مروج لغات میں اختلاف تھا اور اپنی لغت کے علاوہ دوسری لغت میں تلفظ بڑا مشکل تھا، اس لیے ہر ایک لغت والوں کو ان کی لغت کے مطابق پڑھنے کی اجازت دے دی گئی پھر جب زبانیں مانوس ہو گئیں اور لوگوں کے لیے ایک طریقے پر پڑھنا آسان ہو گیا تو ایک قرائت مقرر کر دی گئی لیکن اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ جو جس طرح چاہے پڑھے بلکہ جن کو اجازت تھی وہ اپنے لہجہ میں پڑھ سکتے تھے۔

کا طالب ہوں، میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، پھر وہ چوتھی مرتبہ آئے اور فرمایا: اللہ عزوجل آپ کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ آپ اپنی امت کو سات طریقوں سے قرآن کریم پڑھائیں، وہ ان میں سے جس طریقے سے بھی پڑھیں گے وہ درست ہوگا۔

★★★★

حدیث: تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں

اسے نسائی نے اپنی سنن کے باب فضل صلاۃ اللیل فی السفر (۳-۲۰۷) پر ذکر کیا ہے۔

(۲۸۴) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں: ایک وہ شخص جو کسی قوم کے پاس آئے اور ان سے اللہ جل شانہ کے نام پر سوال کرے ان کی ان سے کوئی قرابت و رشتہ داری نہ ہو اور وہ لوگ اسے منع کر دیں، ان میں سے ایک آدمی چپکے سے پیچھے ہو کر اسے پوشیدہ طور پر دے دے، اس کے اس دینے کی خبر سوائے اللہ عزوجل کے اور جس کو اس نے دیا ہے کسی اور کو نہ ہو، اور ایک وہ قوم جو ساری رات چلی ہو اور پھر جب سونا ان کو اور دوسری تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو گیا ہو تو وہ اتریں اور سر رکھ کر لیٹ جائیں، ان میں سے ایک شخص کھڑا ہو اور مجھ سے چاپلوسی کرنے لگے اور میری آیات

تلاوت کرنے لگے، اور ایک وہ شخص جو کسی جنگ میں ہو ان کا دشمن سے ٹکراؤ ہوا ہو اور شکست کھا گئے ہوں، یہ سینہ تان کر لڑے اور شہید ہو جائے یا فتح نصیب ہو جائے[1]

سورۃ الکوثر کا نازل ہونا

اسے نسائی نے اپنی سنن کے باب قراءۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۲-۱۳۳) پر ذکر کیا ہے:

(۲۸۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: اس دوران کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ کو نیند کا ایک جھونکا آیا، پھر آپ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر اٹھایا، ہم نے آپ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپ کو کس چیز نے ہنسا دیا؟ فرمایا: مجھ پر ابھی ایک

---

[1] اس حدیث سے ان تین آدمیوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے:

۱- اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے چپکے سے صدقہ و خیرات کرنے والا، سبعۃ یظلہم اللہ فی ظلہ والی حدیث میں سات اشخاص میں سے ایک شخص اسے بھی شمار کیا گیا ہے جو نہایت اخفاء سے صدقہ کرے۔

۲- لوگوں کے خواب غفلت میں پڑے ہونے کے وقت یہ تہجد عبادت و تلاوت میں لگ جائے خصوصاً جبکہ طویل سفر سے آیا ہو اور تھکا ماندہ بھی ہو۔

۳- شکست کے موقع پر جوانمردی سے سینہ سپر ہو کر لڑنے والا۔

سورت نازل ہوئی ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم :

«إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ»

ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا کی، سو آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے، یقیناً آپ کا دشمن بے نام ونشان (ہوکر) ہی رہے گا۔

پھر فرمایا: تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا: اللہ تعالی اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، فرمایا: یہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس کے گلاس تاروں سے زیادہ بڑی تعداد میں ہیں، اس پر میری امت میرے پاس آئے گی، وہاں سے بعض لوگوں کو زبردستی ہٹا دیا جائے گا۔ میں کہوں گا: اے رب! یہ میری امت کا فرد ہے، فرمائیں گے: آپ کو معلوم نہیں ہے کہ اس نے آپ کے بعد کیا کیا کام کیے تھے۔

****

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا

جسے نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن کے باب فضل التسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۳-۴۴) پر ذکر کیا ہے :

(۲۸۶) عبد اللہ بن أبي طلحة اپنے والد حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں تھے، ہم نے عرض کیا :

ہم آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: بات یہ ہے کہ فرشتہ میرے پاس آیا تھا اس نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا آپ کو یہ بات خوش نہیں کرتی کہ آپ پر کوئی درود نہ بھیجے مگر یہ کہ میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں اور آپ پر کوئی سلام نہ بھیجے مگر یہ کہ میں اس پر دس مرتبہ سلامتی نازل کردوں۔

****

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت کے گھر کی بشارت

اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التوحید کے باب قول اللہ تعالی یریدون أن یبدلوا کلام اللہ (۹-۴۴۱) پر ذکر کیا ہے :

(۲۸۷) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں یہ ہے، فرمایا: یہ (حضرت) خدیجہ ہیں آپ کے پاس ایک برتن لائیں گی جس میں کھانا ہوگا یا ایک برتن لائیں گی جس میں مشروب ہوگا انھیں ان کے رب کا سلام پہنچا دیں اور موتی کے ایک ایسے گھر کی خوشخبری دے دیں جس میں نہ شور وغل ہوگا نہ تکان وتعب [1]

---

[1] یہ اس کا نعم البدل ہے جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا اور وہ اس وقت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو انہوں نے صرف یہ کہ خود بلا کسی تامل اور پس وپیش اسلام لے آئیں بلکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں حائل مشکلات دور کیں آپ کی دلجمعی کا سامان مہیا کیا وحشت وتنہائی کی پریشانی سے بچایا اس لیے اللہ تعالی نے انھیں اس کے بدلے جنت میں ایسا عظیم گھر عطا فرمایا۔

اور بخاری نے اسے کتاب المناقب کے باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلہا رضی اللہ عنہا میں ذکر کیا ہے فرمایا:

(۲۸۸) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول! یہ خدیجہ آئی ہیں ان کے پاس ایک برتن ہے۔ اس میں سالن یا کھانا یا مشروب ہے، یہ جب آپ کے پاس آجائیں تو انہیں ان کے رب کا اور میرا سلام پہنچا دیں اور انہیں جنت میں موتی کے ایک ایسے گھر کی خوشخبری دے دیں جس میں نہ شوروغل ہوگا نہ تعب وتکان۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے باب مناقب خدیجۃ رضی اللہ عنہا و بشارتہا ببیت فی الجنۃ میں حضرت عائشہ سے دو روایتوں سے نقل کیا ہے، اور ایک روایت حضرت عبداللہ بن أبی اوفی رضی اللہ عنہ کی ہے جو صرف جنت کے گھر کی بشارت پر مشتمل ہے اس میں سلام کا تذکرہ نہیں ہے۔

۳۱- اخلاص کی فضیلت اور ریا اور برائیوں سے نہ روکنے پر وعید ومذمت

حدیث: أنا أغنی الشرکاء عن الشرک

(میں شرکاء میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں)

اسے امام مسلم نے اپنی صحیح کے باب تحریم الریاء میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۱۰-۳-۲۲۳)

(۲۸۹) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: میں شریکوں میں شرک سے غنی ترین ہوں جو شخص کوئی ایسا عمل کرے گا جس میں میرے علاوہ کسی اور کو شریک کرے تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں [1]

****

[1] یعنی میں شرک سے بے نیاز ہوں جو شخص کوئی کام ریاکاری کے لیے

اور ابن ماجہ نے اسے اپنی سنن میں باب الریاء والسمعۃ (۲-۲۸۵) پر دو روایتوں سے ذکر کیا ہے جن میں سے ایک یہ ہے:

کرے گا میں اسے قبول نہیں کرتا بلکہ اسے چھوڑ دیتا ہوں جیسے فرمایا: اسے چاہیئے کہ اس کا ثواب غیر اللہ سے حاصل کرے۔

مطلب یہ ہے کہ ریاکاری عمل باطل ہے اسے اس پر کوئی اجر نہیں ملے گا۔ بلکہ گنہگار ہوگا اس لیے کہ اخلاص کا حکم ہے اور ریاکار کا عمل اخلاص سے خارج ہے، ریاکاری شرک خفی ہے اس کی وجہ سے شیطان انسان کے اعمال ضائع کرکے ثواب سے محروم کر دیتا ہے۔

اخلاص عبادت کی روح ہے، ہر وہ عبادت جس میں اخلاص نہ ہو وہ اس جسم کی طرح ہے جو بے جان ہو جس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا، البتہ وہ بدبودار مردار بن کر ایذا رسانی کا ذریعہ بنتا ہے۔

جو کام اخلاص سے ہوتا ہے وہ عمدہ و طیب ہوتا ہے اس کا اثر اس کے کرنے والے پہ ہوتا ہے، اس کے اثرات اس کے چہرے پہ ظاہر ہوتے ہیں۔ گفتگو میں حلاوت پیدا ہوتی ہے، اس کے کلمات سننے والوں کے نفوس پر اثر چھوڑتے ہیں، سننے والے اس پر عمل کرتے ہیں، گمراہوں کو اس سے ہدایت ملتی ہے اس لیے کہ دل سے جب بات نکلتی ہے تو دل تک پہنچتی ہے، لیکن اگر بات صرف زبان سے نکلے اور ریاکاری کے لیے ہو تو وہ کان سے ہو کر دل تک نہیں پہنچتی بلکہ زبان سے نکل کر صرف کان تک پہنچتی ہے۔

(۲۹۰) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: میں شرکاء میں شرک سے بے نیاز ہوں، لہذا جو شخص کوئی ایسا عمل کرے گا جس میں کسی اور کو شریک کرے گا تو میں اس سے بری ہوں اور وہ عمل اس کے لیے ہوگا جس کو اس نے شریک کیا ہے۔

★★★★

(۲۹۱) دوسری روایت یہ ہے: حضرت ابوسعد بن أبي فضالۃ رضی اللہ عنہ جو صحابہ میں سے ہیں ان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے ایسے روز جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں جب اللہ تعالی پہلے اور بعد والوں سب کو جمع کریں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا کہ جس نے اپنے کسی کام میں جسے اللہ تعالی کے لیے کیا ہو کسی اور کو شریک کیا ہو اسے چاہیئے کہ اس کا ثواب اس غیر اللہ سے طلب کرے اس لیے کہ اللہ تعالے شرکاء میں شرک سے سب سے زیادہ بری ہیں۔

★★★★

حدیث قول اللہ: أبي یغترون أم علیّ یجترؤن؟

(کیا وہ میری ڈھیل کی وجہ سے دھوکے میں پڑے ہیں یا مجھ پر جری ہو گئے ہیں)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب الفتن میں بلا عنوان کے (۲-۶۵) پر ذکر کیا ہے۔

(۲۹۲) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آخری زمانے میں بہت سے ایسے لوگ ہوں گے جو دنیا کو دین کے ذریعے حاصل کریں گے تصوف ظاہر کرنے کے لیے دنبوں کی کھال پہنیں گے، ان کی زبانیں چینی سے زیادہ شیریں ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں جیسے ہوں گے[لہ] اللہ عزوجل فرماتے ہیں: کیا وہ میری (ڈھیل کی) وجہ سے دھوکہ میں پڑے ہوتے ہیں؟[لہ] یا مجھ پر جری ہو گئے ہیں؟ میں اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان پر ایسا فتنہ مقرر کردوں گا جو سمجھدار و بردبار کو حیران بنا دے گا۔

امام ترمذی نے اس حدیث پر کوئی حکم نہیں لگایا ہے۔

****

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہتے ہیں:

لہ یعنی وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے نرم بنیں گے اصل میں ان کو دھوکہ دے رہے ہوں گے ان کے دلوں میں لوگوں کی محبت نہ ہوگی بلکہ وہ صرف اپنی جان سے محبت کریں گے، لوگوں سے محبت و مودت ظاہر کرکے انہیں دھوکہ دیں گے تاکہ ان سے مال و دولت اور دنیوی منافع حاصل کرسکیں اور اپنا ظاہر اس لیے اچھا بنائیں گے تاکہ لوگ ان کا احترام کریں۔

لہ یعنی میں ان کو سزا دینے میں تاخیر کرتا ہوں اس وجہ سے وہ میرے حکم کو دیکھ کر دھوکے میں پڑ گئے حالانکہ انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ میں زبردست گرفت کرنے اور انتقام لینے والا ہوں لیکن میرے حلم اور جلدی گرفت نہ کرنے کی وجہ سے یہ دھوکے میں پڑ گئے ہیں۔

(۲۹۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میں نے ایک ایسی مخلوق کو پیدا کیا ہے جن کی زبانیں شہد سے زیادہ شیریں اور ان کے دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہوں گے، میں اپنی ذات کی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان پر ایسا فتنہ مسلط کردوں گا جو حلیم و بردبار کو بھی حیران کردے گا، کیا وہ میری (ڈھیل کی) وجہ سے دھوکے میں پڑ گئے ہیں؟ یا مجھ پر جری ہو گئے ہیں؟

امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔

****

حدیث: أنا أهل أن أتقى

میں اس کا اہل ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے

(۲۹۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

"هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ" المدثر-۵۶

وہی ہے ڈرنے کے قابل اور (وہی) مغفرت والا ہے۔

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتے ہیں: میں اس کا اہل ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے اور میرے ساتھ کسی دوسرے معبود کو شریک نہ کیا جائے، لہٰذا جو اس بات سے ڈرا کہ میرے ساتھ کسی معبود کو شریک کرے تو میں اس کا اہل ہوں کہ اس کی مغفرت کردوں[لہ]

لہ یعنی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ اس بات کے اہل و مستحق ہیں کہ ان سے ڈرا

ان کی سزا سے ڈرا جائے اس لیے کہ وہ سخت گرفت کرنے والے، قہار و جبار ہیں جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں، ان کے عذاب و غضب سے ڈرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی تدابیر اختیار کی جائیں جن کی اساس اللہ تعالیٰ کی توحید اور اخلاص سے عبادت اور اسی کے سامنے خشوع و خضوع سے جھکنا ہے: اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنے کا ذریعہ یہ ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اس کی وحدانیت کی تصدیق ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مشرک کی مغفرت نہیں فرماتے اور جس کو چاہیں معاف فرما دیتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ ہی گناہگاروں کے گناہ معاف فرماتے ہیں اور وہی اس کے اہل ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے گناہ معاف فرمادیں، ہمارے عیوب کی پردہ پوشی فرمائیں۔ سیئات و برائیوں کو معاف فرمائیں، اور ایمان کامل پر خاتمہ نصیب فرمائیں تاکہ ہم ان لوگوں میں شامل ہوں جن پر اللہ جل شانہ نے انعام فرمایا ہے اور وہ انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، اور ان کی رفاقت بہت ہی عمدہ اور شاندار ہے، الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیث: إن أول الناس يقضى يوم القيامة عليه... الخ

(قیامت کے روز جس شخص کے بارے میں سب سے پہلے فیصلہ ہوگا)

اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں کتاب الجہاد کے باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار میں ذکر کیا ہے۔

(۲۹۵) سلیمان بن یسار نے فرمایا: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ اِدھر اُدھر ہوئے تو اہل شام کے ناتل نامی شخص نے ان سے کہا: شیخ محترم! مجھ سے کوئی ایسی حدیث بیان کیجیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، انہوں نے فرمایا: جی ہاں! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے! جس شخص کے بارے میں قیامت کے روز سب سے پہلے فیصلہ ہوگا وہ وہ شخص ہوگا جو شہید کیا گیا ہوگا، اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے، وہ انہیں یاد کرلے گا فرمایا: تونے ان کے ہوتے ہوئے کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے آپ کے لیے جنگ کی حتی کہ میں شہید ہوگیا، فرمایا: تونے جھوٹ کہا، تو تو اس لیے لڑا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے اور وہ کہہ دیا گیا، پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور اسے گھسیٹ کر چہرے کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اور ایک شخص وہ ہوگا جس نے علم حاصل کیا ہوگا اور سکھایا ہوگا اور قرآن کریم پڑھا ہوگا اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے، وہ انہیں یاد کرلے گا فرمایا: تونے ان کے ہوتے ہوئے

کیا کیا؟ اس نے کہا: میں نے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور میں نے آپ کے لیے قرآن کریم پڑھا، فرمایا: تو نے جھوٹ کہا، تو نے علم اس لیے پڑھا تھا کہ یہ کہا جائے کہ تو عالم ہے اور قرآن کریم اس لیے پڑھا تھا کہ قاری کہا جائے اور یہ کہا گیا، پھر اس کے بارے میں یہ حکم دیا جائے گا اور چہرے کے بل گھسیٹ کر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

اور ایک شخص وہ ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ نے خوب وسعت کی ہوگی اور اسے تمام اقسام کا مال دیا ہوگا، اسے لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائیں گے وہ انہیں یاد کرلے گا، پوچھیں گے: تو نے ان کے ہوتے ہوئے کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے کوئی ایسا راستہ نہ چھوڑا جس میں آپ خرچ کرنے کو پسند کرتے ہوں مگر یہ کہ اس میں میں نے آپ کے لیے خرچ کیا، فرمایا: تو نے جھوٹ کہا، تو نے یہ اس لیے کیا تھا تاکہ یہ کہا جائے کہ وہ شخص بہت سخی ہے اور یہ کہا گیا، پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا اور اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں داخل کر دیا جائے گا[1]۔

---

[1] حیاۃ القلوب میں لکھا ہے جان لو ریاء کی حقیقت یہ ہے کہ عبادات وغیرہ اعمالِ خیر کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں طلبِ منزلت ہو، اور یہ دل کے خبیث ترین امراض سے ہے اور ایسا شخص گویا عبادات میں اللہ جل شانہٗ کا مذاق اڑاتا ہے۔

اس کا مقابل اخلاص ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں سے قطعِ نظر کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔

حموی کی شرح الاشباہ میں لکھا ہے: اخلاص آپ اور آپ کے پروردگار کے درمیان ایک راز ہے جس پر نہ فرشتہ مطلع ہو سکتا ہے کہ اسے لکھ لے اور نہ شیطان کہ اسے خراب کر سکے اور نہ خواہشاتِ نفس کہ اسے باطل کر سکیں۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث میں ریاء کی سخت حرمت پر دلالت پائی جاتی ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ قیامت کے روز ایسا کرنے والے کی سزا بہت سخت ہوگی اور اعمال میں اخلاص پیدا کرنے پر ابھارا گیا ہے جیسے کہ ارشادِ ربانی ہے:

«وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ» البینۃ - ۵

حالانکہ انہیں یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ دین کو اسی کے لیے خالص رکھیں۔

امام غزالی "احیاء العلوم" میں لکھتے ہیں: جان لو کہ ریاء حرام ہے اور ریاکار اللہ تعالیٰ کے یہاں ناپسندیدہ و مبغوض ہوتا ہے اس پر بہت سی آیات، احادیث اور آثار دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً ارشادِ خداوندی ہے:

«فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ» الماعون - ۴ تا ۷

سو بڑی خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں (اور) جو ایسے ہیں کہ ریاءکاری کرتے ہیں اور حقیر چیزوں تک کو روکے رہتے ہیں۔

ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول نجات کیسے نصیب ہوگی؟ فرمایا: اس طرح کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت لوگوں کو دکھانے کے لیے نہ کرے۔

لکھا ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے

امام مسلم نے اسے ایک دوسری روایت سے حضرت سلیمان بن یسار سے پچھلی روایت کی طرح نقل کیا ہے البتہ اس میں یہ فرمایا: لوگ حضرت ابوہریرۃ کے پاس سے ادھر ادھر منتشر ہوئے تو ان سے شام کے ناتل نے کہا الخ

(۲۹۶) اسے نسائی نے اپنی سنن کے باب من قاتل لیقال: فلان جریٔ میں سند مسلسل سے حضرت سلیمان بن یسار اور ان سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مسلم کے الفاظ کے قریب قریب نقل کیا ہے البتہ اس میں یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا: لوگ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہٹے تو اہل شام کے ایک کہنے والے نے ان سے کہا (اس میں ناتل اہل الشام کے الفاظ نہیں ہیں) اور یہ فرمایا: قیامت کے روز جن کا سب سے پہلے فیصلہ ہوگا وہ تین آدمی ہوں گے: ایک وہ شخص جو شہید ہوا ہوگا...... الخ

دیکھا تو فرمایا: اے گردن جھکانے والے! گردن اٹھاؤ، خشوع گردن سے نہیں ہوتا۔ بلکہ خشوع دل سے ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ریاکار کی تین علامتیں ہیں، اگر تنہا ہوگا تو سست ہوگا اور اگر لوگوں کے درمیان ہوگا تو خوب چست ہوگا اور اگر اس کی تعریف کی جائے تو عمل زیادہ کر دے اور اگر مذمت ہو تو عمل کم کر دے۔

بعض عارفین نے لکھا ہے کہ ریا یہ ہے کہ انسان اپنے معتاد عمل کو اس لیے چھوڑ دے تاکہ لوگ اسے ریاکار نہ کہیں، اور لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرنا تو شرک ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: شام کے ناتل سے مراد ناتل بن قیس الحزامی الشامی ہیں جو اہل فلسطین میں سے تھے اور یہ تابعی ہیں ان کے والد صحابی تھے، ناتل اپنی قوم کے سردار تھے۔

★★★★

اسے ترمذی نے اپنی جامع کے باب الریاء والسمعۃ میں ذکر کیا ہے۔

(۲۹۷) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے تشریف لائیں گے، ہر امت گھٹنوں کے بل کھڑی ہوگی۔ ان میں سب سے پہلے جسے بلائیں گے وہ وہ شخص ہوگا جس نے قرآن کریم یاد کیا ہوگا۔ اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کیا گیا ہوگا، اور وہ شخص جو بہت مالدار ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ قاری سے فرمائیں گے: کیا میں نے تجھے اس قرآن کریم کی تعلیم نہ دی جو میں نے اپنے رسول پر نازل کیا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں اے میرے رب! پوچھیں گے: تو نے جو پڑھا تھا اس پر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں اسے رات و دن کے حصوں میں پڑھا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: تو نے جھوٹ کہا، اور فرشتے بھی اس سے کہیں گے: تو نے جھوٹ کہا: اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: بلکہ تو نے یہ چاہا تھا کہ یہ کہا جائے: فلاں شخص قاری ہے، اور تجھے یہ کہا جا چکا۔

اور مال دار کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: کیا میں نے تجھے مال میں وسعت نہ دی تھی اور میں نے تمہیں کسی کا محتاج نہ بنایا تھا؟ وہ کہے گا: جی ہاں اے میرے رب! فرمائیں گے: میں نے جو تجھے عطا

کیا تھا تو نے اس میں کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں صلہ رحمی کیا کرتا تھا اور صدقہ وخیرات کرتا تھا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے اس سے کہیں گے: تو نے جھوٹ کہا، اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: بلکہ تو نے یہ چاہا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص بہت سخی ہے، اور یہ کہا جاچکا۔

اور اس شخص کو لایا جائے گا جو اللہ جل شانہ کے راستے میں قتل کر دیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: تجھے کیوں قتل کیا گیا؟ وہ کہے گا: مجھے آپ کے راستے میں جہاد کا حکم دیا گیا تھا، میں لڑا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: تو نے جھوٹ کہا، اور فرشتے اس سے کہیں گے: تو نے جھوٹ کہا، اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: بلکہ تو نے یہ چاہا تھا کہ یہ کہا جائے کہ فلاں شخص بہت بہادر وجری ہے اور یہ کہا گیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھٹنوں پر ہاتھ مار کر فرمایا: اے ابوہریرۃ! یہ تین اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے پہلے وہ ہوں گے جن سے قیامت کے روز آگ دہکائی جائے گی۔

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

★★★★

حدیث: إن اللہ لیسأل العبد یوم القیامۃ حتی یقول: ما منعك إذا رأیت المنکر أن تنکرہ

(اللہ تعالیٰ قیامت میں بندے سے سوال کریں گے یہاں تک کہ یہ فرمائیں گے: تو نے جب برائی ہوتے دیکھی تو تجھے اس پر نکیر کرنے سے کس چیز نے روکا تھا؟

(۲۹۸) ابن ماجہ نے اسے باب قول اللہ تعالیٰ: یاأیہا الذین آمنوا علیکم أنفسکم میں ذکر کیا ہے فرمایا: حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے: اللہ جل شانہ بندے سے قیامت کے روز سوال کریں گے یہاں تک کہ اس سے یہ فرمائیں گے: تو نے جب برائی ہوتے دیکھا تو اس پر نکیر کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا تھا؟ پھر جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اس کی حجت ودلیل تلقین فرمادیں گے تو وہ کہے گا: اے رب! میں نے آپ سے (عفو ودرگزر کی) امید رکھی تھی اور لوگوں سے ڈرتا تھا[1]۔

★★★★

(۲۹۹) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھے، عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے کوئی شخص

---

[1] مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے ڈر کی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑنا نہیں چاہیئے، ایسے شخص سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ تم اس سے ڈرتے اس کا خوف رکھتے اس لیے کہ اس کی گرفت سخت ہے لہٰذا کسی بندے کے لیے یہ قطعاً درست نہیں کہ وہ کسی کے خوف کی وجہ سے اچھی باتوں کا حکم دینے اور بری باتوں سے روکنے کو چھوڑے بلکہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے تاکہ ہمیں وہ عذاب نہ پہنچے جو ظالموں کو پہنچا۔

اپنے آپ کو حقیر کس طرح سمجھے گا؟ فرمایا: اس طرح کہ اللہ جل شانہ کے کسی حکم کو دیکھے اس سلسلہ میں اس پر گفتگو (روکنا ٹوکنا) لازم ہو وہ کچھ نہ کہے، اللہ عزوجل قیامت کے روز اس سے فرمائیں گے، تمہیں فلاں فلاں چیز کے بارے میں بات کرنے سے کس چیز نے روکا تھا؟ وہ کہے گا: لوگوں کے خوف و ڈر نے، فرمائیں گے: تم مجھ سے ڈرنے کے زیادہ حقدار تھے. اسے ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے.

****

حدیث: إذا جمع الله الخلائق يوم القيامة أذن لأمة محمد في السجود۔

(اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جب تمام مخلوق کو جمع فرمائیں گے تو امتِ محمدیہ کو سجدہ کی اجازت مرحمت فرمائیں گے)

(۲۰۰) حضرت ابو بردہ اپنے والد (حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ جب تمام مخلوق کو جمع فرمائیں گے تو امت محمدیہ کو سجدے کی اجازت دیں گے، وہ اللہ جل شانہ کے لیے نہایت طویل سجدہ کریں گے، پھر ارشاد ہوگا: اپنے سروں کو اٹھاؤ ہم نے تمہارے لیے دوزخ سے چھٹکارے کے وعدہ کو پورا کر دیا ہے. اسے ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے:

۳۲- جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات پسند فرماتے ہیں

اور ملک الموت (روح قبض کرنے والے فرشتے) کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجنا

(۲۰۱) حدیث "من أحب لقاء الله أحب الله لقاءه"

بخاری نے اسے کتاب التوحید میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس میں اللہ جل شانہ کی طرف صراحۃً نسبت پائی جاتی ہے جس سے اس کا حدیث قدسی ہونا صاف معلوم ہوتا ہے چنانچہ سند کے بعد اس میں یہ آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: جب میرا بندہ میری ملاقات پسند کرتا ہے تو میں اس کی ملاقات پسند کرتا ہوں اور جب وہ میری ملاقات ناپسند کرتا ہے تو میں اس کی ملاقات ناپسند کرتا ہوں [1]

---

[1] خطابی فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی محبت سے مراد یہ ہے کہ

اور بخاری نے اسے کتاب الرقاق کے باب أحب لقاء اللہ أحب اللہ لقاہ میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۹ - ۲۹۵) فرمایا:

(۳۰۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ جل شانہ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں، حضرت عائشہ یا کسی اور زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:

بندہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دے اور دنیا میں طویل اقامت کو پسند نہ کرے بلکہ وہاں سے کوچ کرنے کی تیاری کرے۔

ملاقات کے مختلف معانی کرتے ہیں، دیکھنا، بعث، موت، ابن الاثیر کہتے ہیں: ملاقات سے مراد ہے آخرت کی طرف جانا اور اللہ جل شانہ کے یہاں جو اجر و ثواب ہے اس کو طلب کرنا، اس سے موت مراد نہیں ہے اس لیے کہ موت کو ہر شخص ناپسند کرتا ہے لہٰذا جس نے دنیا کو چھوڑ دیا اور اس کو ناپسند کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کیا اور جس نے دنیا کو ترجیح دی اور اس کی طرف مائل ہوا اس نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کیا۔

اللہ تعالیٰ کی بندے سے محبت کا مطلب ہے اس کے لیے کار خیر کا ارادہ کرنا اور اس پر انعام و کرام کرنا۔

بات یہ نہیں ہے بلکہ جب مؤمن کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اس کے اعزاز و اکرام کی خوشخبری دی جاتی ہے، اس لیے مومن کے لیے اس سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہوتی جو اس کے سامنے ہے لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں، اور جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور سزا کی اطلاع دی جاتی ہے تو اس کے نزدیک اس سے زیادہ ناپسندیدہ اور کوئی چیز نہیں ہوتی جو اس کے سامنے ہے اس وجہ سے وہ اللہ جل شانہ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں۔

پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: اسے ابوداود و عمرو (ابن مرزوق) نے شعبہ سے مختصراً لیا ہے، اور سعید نے کہا: حضرت سعد سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں۔

★★★★

پھر اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی سند سے حضرت ابوموسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے فرمایا:

(۳۰۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات پسند کرتے ہیں اور جو شخص اللہ جل شانہ کی ملاقات ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات ناپسند فرماتے ہیں۔

ان دونوں روایتوں میں حدیث کی نسبت اللہ جل شانہ کی طرف ہونے

کی تصریح نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث قدسی نہیں ہیں ۔

★★★★

امام مسلم نے یہ حدیث اپنی صحیح کی کتاب الدعوات کے باب من أحب لقاء اللہ أحب اللہ لقاءہ میں متعدد روایات سے ذکر کی ہے:

چنانچہ اپنی سند سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اسے مختصراً اسی طرح روایت کیا ہے جیسے بخاری نے یہاں ذکر کیا ہے، اسی طرح اسے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے صرف اسی لفظ پر اقتصار کیا ہے، اور اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تین روایات سے لیا ہے جن میں سے درمیانی یہ ہے ۔

(۳۰۴) شریح بن ہانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات پسند فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ جل شانہ کی ملاقات ناپسند کرتا ہے اللہ جل شانہ اس کی ملاقات ناپسند فرماتے ہیں، اور موت اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے پہلے ہے [1]

---

[1] عبد بن حمید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی موت سے ایک سال قبل اس کے لیے ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو اس کو اچھائی کی طرف مائل کرتا اور خیر کو اس کے لیے آسان بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بہترین حالت میں مرا، چنانچہ جب اس کی وفات کا وقت قریب آتا ہے اور وہ اپنے جمع شدہ اجر و ثواب دیکھ لیتا ہے تو اس کا نفس اس کے لیے مشتاق

مسلم کی پہلی روایت میں وہ اپنی سند کے ذریعہ سعد بن ہشام سے روایت کرتے ہیں کہ:

(۳۰۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند کرتا ہے

ہو جاتا ہے یہ وہ وقت ہے جس کے لیے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات پسند کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے مرنے سے ایک سال قبل اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس کو گمراہ کرتا اور فتنے میں ڈالتا ہے یہاں تک کہ کہا جاتا ہے کہ وہ بدترین حالت پر مرا، لہٰذا جب اس کے مرنے کا وقت قریب آتا ہے اور وہ اپنے لیے مقرر شدہ عذاب دیکھ لیتا ہے تو جزع فزع کرتا ہے، یہ ہے مطلب اس کا کہ جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات ناپسند فرماتے ہیں۔

امام نووی لکھتے ہیں: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کراہت معتبر ہے وہ وہ ہے جو نزع کے وقت ایسی حالت میں ہوتی ہے جب توبہ وغیرہ قبول نہیں ہوتی، اس وقت ہر انسان کو اس کے انجام کی بشارت دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جو تیار کر رکھا ہے وہ ظاہر کیا جائے گا، خوش نصیب موت کو پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے خواہش مند ہوں گے تاکہ ان نعمتوں کو حاصل کر لیں جو اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھی ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کی ملاقات پسند کرتا ہے یعنی ان کو خوب عطا کرتا ہے اور ان کا اعزاز و اکرام کرتا ہے اور بدبخت اللہ تعالیٰ کی ملاقات ناپسند کریں گے اس لیے کہ انہیں معلوم ہو گا کہ کس بری جگہ جانا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی ملاقات کو ناپسند کرے گا یعنی انہیں اپنی رحمت اور اعزاز و اکرام سے دور کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات پسند فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات
ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات ناپسند فرماتے ہیں، میں نے
عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کیا موت کی کراہیت مراد ہے؟ ہم سب
ہی موت کو ناپسند رکھتے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: یہ بات نہیں ہے
بلکہ مؤمن کو جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رضامندی وخوشنودی اور جنت
کی بشارت دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور
اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرماتے ہیں، اور کافر کو جب اللہ جل شانہ
کے عذاب وناراضگی کی اطلاع دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا
ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتے ہیں۔

★★★★

تیسری روایت میں وہ اپنی سند سے حضرت شریح سے روایت
کرتے ہیں کہ:

(۳۰۰۶) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ
تعالیٰ اس کی ملاقات پسند فرماتے ہیں، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات
ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات ناپسند فرماتے ہیں، حضرت
شریح کہتے ہیں: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور عرض
کیا: اے ام المومنین! میں نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کرتے ہوئے سنا ہے اگر وہ
حدیث اسی طرح ہے تو پھر تو ہم ہلاک ہو گئے: انہوں نے فرمایا: ہلاک

ہونے والا شخص وہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلاک ہونے
والا قرار دیا ہو، بات کیا ہے؟ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے: جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ
اس کی ملاقات پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات ناپسند
کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات ناپسند کرتا ہے، اور ہم میں سے
ہر شخص ہی موت کو ناپسند کرتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے لیکن اس کا مطلب وہ
نہیں ہے جو تم لے رہے ہو بلکہ بات یہ ہے کہ جب نگاہ پھٹی کی پھٹی
رہ جائے اور سینہ میں سانس اکھڑ جائے اور رونگٹے کھڑے ہو جائیں
اور انگلیاں تشنج کا شکار ہو جائیں تو اس وقت یہ بات ہے کہ جو اللہ
تعالیٰ کی ملاقات پسند کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات پسند کرتا ہے
اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات
ناپسند فرماتے ہیں۔

★★★★

قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اس باب کی حدیث کو مسلم نے
دعوات میں اور ترمذی نے زھد وجنائز میں اور نسائی نے جنائز میں ذکر کیا
اور امام مالک نے موطاء میں اسے اس طرح نقل کیا ہے۔

(۳۰۰۷) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: جب میرا بندہ
میری ملاقات پسند کرتا ہے تو میں بھی اس کی ملاقات پسند کرتا ہوں اور
اگر وہ میری ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو میں بھی اس کی ملاقات ناپسند

کرتا ہوں: یہ کتاب الجنائز میں ہے۔

تنبیہ: اس حدیث کی روایات جن میں سے بخاری کی توحید والی اور موطاء مالک کی روایت یہ دونوں اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ یہ حدیث قدسی ہے اس میں صراحتاً اللہ جل شانہ کی طرف نسبت کی گئی ہے، اور باقی روایات میں اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہیں کی گئی ہے اس لیے ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ احادیث قدسیہ ہیں البتہ فائدہ کی تکمیل کے لیے ان کو ہم نے ذکر کر دیا ہے، واللہ الموفق

ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجنے سے متعلق حدیث

اسے بخاری نے کتاب بدء الخلق باب وفاۃ موسیٰ علیہ السلام میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو قسطلانی (٥-٣٨٧) فرمایا۔

(٣٠٨) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہما السلام کے پاس بھیجا گیا[1] وہ جب ان کے پاس

---

[1] ملک الموت آدمی کی شکل میں آئے تھے، اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس فرشتے کو آدمی ہی سمجھے اور یہ سوچا کہ یہ ان کے گھر میں بلا اجازت دیوار پھلانگ کر آیا ہے نقصان پہنچانا چاہتا ہے یہ سوچ کر انہوں نے اس کے تھپیڑ رسید کر دیا جس سے اس کی آنکھ باہر آگئی بعض حضرات نے کہا ہے کہ آنکھ پھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

آئے تو انہوں نے ان کے تھپیڑ رسید کر دیا، فرشتہ اپنے پروردگار کے پاس گیا اور عرض کیا: آپ نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو موت نہیں چاہتے ہیں، فرمایا: ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ اپنا ہاتھ بیل کی کمر پر رکھ دیں، ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے ہر بال کے بدلے ایک سال عمر مل جائے گی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے رب! پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر موت آجائے گی، عرض کیا: پھر تو ابھی موت دے دیجئے، فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی کہ ارض مقدسہ سے ایک پتھر پھینکنے کے فاصلہ کے برابر قریب فرما دیں[1] حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نے اس سے مناظرہ کیا اور اس پر غالب آگئے اس لیے کہ عربی میں یہ کلمہ غالب آنے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے لیکن یہ قول اس لیے ضعیف قرار دیا گیا ہے کہ آگے یہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ واپس لوٹا دی۔

[1] حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت میدان تیہ میں تھے چونکہ ارض مقدس فضیلت والی جگہ ہے وہاں انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں اس لیے یہ درخواست کی، بیت المقدس میں دفن کی درخواست اس لیے نہ کی تاکہ لوگوں میں مشہور ہو کر ان کی قبر فتنے کا ذریعہ نہ بنے، اس سے معلوم ہوا کہ مقدس مقامات اور مبارک جگہوں اور صالحین کے قریب دفن کرنا مستحب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر یہود کو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی قبر معلوم ہو جاتی تو وہ ان کو معبود بنا کر ان کی عبادت کرتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر اریحا میں سرخ ٹیلے کے پاس مشہور ہے، وہب

بن منبہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز بھی فرشتوں نے پڑھی تھی اور دفن بھی انہوں نے ہی کیا تھا۔

قسطلانی لکھتے ہیں: وھب کہتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی کام سے نکلے فرشتوں کی ایک جماعت کو ایک ایسی قبر کھودتے دیکھا جس سے اچھی قبر انہوں نے اس سے قبل نہ دیکھی تھی؛ چنانچہ انہوں نے ان سے فرمایا: یہ قبر تم کس کے لیے کھود رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ یہ قبر آپ کی ہو جائے؟ انہوں نے فرمایا: چاہتا تو ہوں، انہوں نے کہا: اس قبر میں اتریے اور لیٹ جائیے اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جائیے، فرمایا: انہوں نے ایسا ہی کیا اور پھر ہلکی سی سانس لی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی اور فرشتوں نے ان پر مٹی ڈال دی۔ بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ملک الموت ان کے پاس جنت کا ایک سیب لائے جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سونگھا اور ان کی روح قبض کر لی۔

مازری کہتے ہیں: ملاحدہ نے اس حدیث کا انکار کیا ہے اور کہا ہے: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ملک الموت کی آنکھ پھوڑ ڈالیں!

علماء نے اس کے مختلف جوابات دیے ہیں:

۱۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی اجازت سے تھپیڑ مارا ہو اور اس کے ذریعہ ملک الموت کا امتحان مقصود ہو، اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے اپنی مخلوق میں جو چاہیں کریں اور جس چیز سے چاہیں ان کا امتحان لے لیں۔

۲۔ تھپیڑ مارنا مجاز پر محمول ہے مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے مناظرہ کیا اور ان پر غالب آگئے۔

رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر سرخ ٹیلے کے نیچے راستے کے ایک جانب دکھا دیتا۔

عبدالرزاق کہتے ہیں: ہمیں معمر نے خبر دی ہمام سے انہوں نے کہا ہم سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح بیان کیا ہے اور اس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جیسا کہ تمام روایات میں مذکور ہے: حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر راستے کے کنارے سرخ ٹیلے کے نیچے دکھا دیتا۔

امام بخاری نے اسے کتاب الجنائز کے باب من أحب أن یدفن فی الأرض المقدسۃ میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو قسطلانی (۲-۴۳۵)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا، وہ جب ان کے پاس آئے تو انہوں نے ان کے تھپیڑ مار دیا، وہ اپنے پروردگار کے پاس گئے اور عرض کیا: آپ نے اپنے ایک ایسے بندے کے پاس مجھے بھیجا جو موت نہیں چاہتا، اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کی آنکھ دوبارہ لوٹا دی اور

۲۔ موسیٰ علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں وہ سمجھے کہ بلا اجازت نقصان پہنچانے کوئی شخص آیا ہے اس لیے اس سے مدافعت کی جو آنکھ پھوڑنے تک پہنچ گئی قصداً آنکھ نہ پھوڑی تھی؛ یہ جواب ابوبکر بن خزیمہ وغیرہ متقدمین نے دیا ہے اور مازری اور قاضی عیاض نے اسے پسند کیا ہے۔

فرمایا: جاؤ ان سے کہو وہ اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھ دیں جتنے بال ہاتھ
کے نیچے آئیں گے ہر بال کے بدلے ایک سال عمر ملے گی، حضرت موسےٰ
علیہ السلام نے فرمایا: اے رب پھر کیا ہوگا: فرمایا پھر موت آئے گی،
انہوں نے عرض کیا: پھر تو ابھی موت دے دیں، اور اللہ تعالیٰ سے
درخواست کی کہ انھیں مقدس سرزمین سے ایک پتھر پھینکنے کے فاصلہ
پر کر دیں، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پس
اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر راستے کی ایک جانب سرخ ٹیلے کے
پاس دکھا دیتا۔

****

اور مسلم نے اسے باب من فضائل موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر
کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۹-۲۲۴)

(۳۰۹) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: روح
قبض کرنے والے فرشتے کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا،
فرشتہ جب ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس کے تھپڑ رسید کیا
جس سے اس کی آنکھ باہر نکل آئی، فرشتہ اپنے رب کے پاس
گیا اور عرض کیا: آپ نے مجھے ایک ایسے بندے کے پاس بھیجا جو
موت نہیں چاہتا، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کی آنکھ اس کو واپس
عطا کر دی اور اس سے فرمایا ان کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ اپنا
ہاتھ بیل کی پشت پر رکھیں جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں گے ہر بال کے
بدلے ایک سال مل جائے گا۔ انہوں نے پوچھا: اے پروردگار پھر اس
کے بعد کیا ہوگا؟ فرمایا: موت، عرض کیا: پھر تو ابھی موت دے دیں۔

اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ سرزمین مقدس سے ایک پتھر پھینکنے
کی مسافت کے برابر قریب کر دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا: اگر میں وہاں پر ہوتا تو تمہیں ان کی قبر راستے کی ایک جانب سرخ
ٹیلے کے نیچے دکھا دیتا۔

****

امام مسلم نے اسے ایک اور روایت کے ذریعہ ذکر کیا ہے فرمایا:

(۳۱۰) ھمام بن منبہ کہتے ہیں کہ یہ وہ احادیث ہیں جو حضرت ابوہریرۃ
رضی اللہ عنہ نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنائی ہیں پھر چند
احادیث ذکر کیں جن میں سے یہ بھی فرمایا: ملک الموت حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے کہا: اپنے رب کی دعوت قبول کیجئے
فرمایا: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کی آنکھ پر تھپڑ مارا جس سے
وہ باہر نکل پڑی، فرمایا: فرشتہ اللہ تعالیٰ کے پاس گیا اور عرض کیا:
آپ نے مجھے ایک ایسے بندے کے پاس بھیجا جو موت کا خواہاں
نہیں ہے اور اس نے میری آنکھ بھی پھوڑ دی، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے
اس فرشتے کی آنکھ اس کو واپس لوٹا دی (یعنی درست کر دی) اور
اس سے فرمایا: میرے بندے کے پاس جاؤ اور اس سے کہو:
کیا آپ زندگی چاہتے ہیں، اگر آپ زندگی چاہتے ہیں تو اپنا ہاتھ بیل کی
پشت پر رکھیے جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے آپ کو اتنے
سال زندگی مل جائے گی، حضرت موسیٰ نے پوچھا: پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر
آپ کا انتقال ہو جائے گا، انہوں نے فرمایا: پھر تو ابھی جلدی اٹھا لیں
اے میرے رب مجھے مقدس سرزمین سے ایک پتھر پھینکنے کی مسافت

کے برابر جگہ پر وفات دیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا اگر میں اس جگہ ہوتا تو تمہیں ان کی قبر سرخ ٹیلے کے پاس راستے کے کنارے پر دکھا دیتا۔

پھر مسلم نے فرمایا: ہم سے ابو اسحاق نے بیان کیا کہا: ہم سے محمد بن یحییٰ نے بیان کیا کہا: ہم سے عبدالرزاق نے بیان کیا کہا: ہمیں معمر نے اس جیسی حدیث تبلائی۔

اور نسائی نے اسے باب التعزیۃ (۴-۱۱۸) میں مسلم کی دوسری روایت کے قریب قریب الفاظ سے بیان کیا ہے۔

۳۳۔ میدانِ حشر اور اس کی ہولناکیاں

اور حدیث: لیقبض اللہ الأرض (اللہ تعالیٰ زمین کو قبضہ میں لے لینگے)

حدیث: إنکم تحشرون حفاۃً عراۃً غرلاً۔
(تم میدانِ حشر میں ننگے پاؤں ننگے بدن غیر مختون اکٹھے کیئے جاؤگے)

امام بخاری نے اسے کتاب بدء الخلق کے باب قول اللہ تعالےٰ "واتخذ اللہ إبراھیم خلیلاً" میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو قسطلانی (۵-۳۴۲)

(۳۱۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ السلام نے فرمایا: تم میدانِ حشر میں ننگے پاؤں، ننگے بدن غیر مختون اکٹھے کیئے جاؤگے[1] پھر استشہاد کے لیے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

---

[1] یعنی جب قبر سے نکلو گے تو ننگ دھڑنگ ہوگے، سب اسی طرح ہونگے

«كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ»

الانبیاء - ۱۰۴

جس طرح ہم نے اول بار پیدا کرنے کے وقت ابتداء کی تھی اسی طرح اسے دوبارہ کر دیں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے ہم ضرور اسے کر کے رہیں گے۔

اور قیامت کے روز سب سے پہلے جسے کپڑے پہنائے جائیں گے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے اور میرے اصحاب سے کچھ لوگوں کو بائیں جانب لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا: میرے ساتھیو! میرے ساتھیو! کہا جائے گا: جب سے آپ ان سے جدا ہوئے ہیں یہ مرتد ہو کر الٹے پاؤں واپس لوٹ گئے تھے[1]، میں وہی بات کہوں گا جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہی تھی:

یا بعض کو ننگا اٹھالیا جائے گا بعض لباس پہنے ہوئے ہوں گے، اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ میت کو اس کے ان کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں اس کا انتقال ہوا ہوگا

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے سب سے پہلے اس لیے پہنائے جائیں گے کہ انہیں دعوت دین اور توحید کی وجہ سے ننگا کر کے آگ میں ڈالا گیا تھا۔

لیکن اس اولیت سے ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونا لازم نہیں آتا اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوشاک اعلیٰ و شاندار ہوگی اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بے شمار فضائل پائے جاتے ہیں جن میں نہ کوئی آپ کا شریک ہے نہ کوئی ان میں آپ سے آگے بڑھ سکا ہے۔

[1] بعض لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کی تھی پھر ان میں سے بہت سے دوبارہ مسلمان ہو گئے اور بہت سے مرتد ہی رہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

«وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ..... إِلَى قَوْلِهِ: الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ»

المائدہ - ۱۱۷

میں ان پر گواہ رہا جب تک میں ان کے درمیان رہا..... سے فرمان مبارک: زبردست ہے حکمت والا ہے۔

****

اور اسے امام بخاری نے کتاب الرقاق کے باب کیف الحشر میں میں اس طرح نقل کیا ہے:

(۳۱۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تقریر کے لیے کھڑے ہوئے فرمایا: تمہیں میدان حشر میں ننگے پاؤں ننگے بدن غیر مختون جمع کیا جائے گا... الحدیث

اور کتاب التفسیر اور احادیث الانبیاء میں بھی اسے ذکر کیا ہے۔

اور امام مسلم نے اسے صفۃ القیامۃ (۱-۳۱۱) پر ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی، سند ذکر کر کے لکھتے ہیں:

(۳۱۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان وعظ و نصیحت کی خاطر تقریر کے لیے کھڑے ہوئے فرمایا: اے لوگو! تمہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے ننگے پاؤں، ننگے بدن، غیر مختون اکٹھا کیا جائے گا..... الحدیث

****

(۳۱۴) اور امام ترمذی نے اسے مسلم کی روایت کے قریب قریب الفاظ سے (۲-۱۹۹) میں ذکر کیا ہے، اور اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے۔

****

حدیث: یحشر العباد فینادیھم ربھم: أنا الملک

بندوں کو جمع کیا جائے گا اور رب العالمین پکار کر فرمائینگے:

میں بادشاہ ہوں

امام بخاری نے اسے کتاب التوحید میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو قسطلانی (۱۰-۴۲۹)

ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ باب قول اللہ تعالیٰ "ولا تنفع الشفاعة عنده إلا لمن أذن له إذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربكم قالوا الحق وهو العلي الكبير" میں لکھتے ہیں:

(۳۱۵) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کہ حضرت ابن نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بندوں کو میدانِ حشر میں جمع کریں گے، پھر انہیں ایسی آواز سے پکاریں گے [1] جسے دور والے بھی اسی طرح سنیں گے جس طرح قریب والے سن رہے ہوں گے: میں بادشاہ ہوں، میں حکومت والا ہوں، اور میں بدلہ دینے والا ہوں۔ [2]

---

[1] ایسی آواز سے جو مخلوق ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم بذاتہ نہ ہوگی، یا اللہ تعالیٰ پکارنے والے کو حکم دیں گے وہ آواز لگائے گا۔

[2] علیمی کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان مبارک:

"مالک یوم الدین" الفاتحہ ۳۔ (وہ) مالک ہے روز جزا کا

حدیث: یقال یوم القیامة لآدم علیه السلام: أخرج بعث النار من ذریتك

قیامت کے روز حضرت آدم علیہ السلام سے کہا جائیگا

اپنی ذریت میں سے آگ میں بھیجے جانیوالوں کو نکال لیجئے

اسے امام بخاری نے سورۃ الحج کے باب وتری الناس سکاری (۸-۹۷) میں ذکر کیا ہے:

(۳۱۶) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز اللہ جل شانہ فرمائیں گے: اے آدم! وہ فرمائیں گے! اے ہمارے رب میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، اللہ تعالیٰ زور سے آواز دیں گے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی ذریت میں سے آگ میں جانے والی جماعت کو نکال لو، انہوں نے عرض کیا: اے رب! آگ کی جماعت کیا ہے؟ فرمایا: ہر ہزار میں سے (میرا خیال ہے فرمایا) نو سو ننانوے، یہ سن

سے ماخوذ ہے یعنی وہ بدلہ دینے والا اور حساب لینے والا ہے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا، "کواکب" میں لکھا ہے کہ یہ لفظ اس لیے اختیار کیا کہ اس میں ساتوں صفات کی طرف اشارہ ہے جو یہ ہیں: حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر، کلام، تاکہ کلیات و جزئیات پر قولاً و فعلاً بدلہ ہو سکے۔

کہ حاملہ عورت کا حمل گر جائے گا، بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور آپ لوگوں کو دیکھ کر نشہ میں سمجھیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت ہوگا، یہ لوگوں پر بہت شاق گزرے گا یہاں تک کہ ان کے چہرے متغیر ہو جائیں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاجوج ماجوج میں سے نو سو ننانوے اور تم میں سے ایک ہوگا[1] پھر تم لوگوں میں اس طرح ہو گے جس طرح سفید بیل کی پشت پر کالا بال یا سیاہ بیل کی پشت پر سفید بال، اور مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کے چوتھائی ہو گے[2] یہ سن کر ہم نے اللہ اکبر کہا، پھر فرمایا:

---

[1] یعنی یأجوج ومأجوج اور ان جیسے مشرکوں کا فردوں میں سے نو سو ننانوے افراد ہوں گے اور اس امت کے مسلمانوں اور دوسری امتوں کے مؤمنوں میں سے ایک فرد ہوگا، اس کی جانب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی اشارہ ملتا ہے فرمایا: جنت میں مسلمان نفس ہی داخل ہوگا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ السلام نے فرمایا: اہل محشر کے لوگوں میں تم ایسے ہو گے جیسے کالے بیل کی پشت پر سفید بال۔

[2] یعنی تمام امتوں کے چوتھائی تم لوگ ہو گے، یہ سن کر ہم نے خوشی سے اللہ اکبر کہا، ایک روایت میں اس امت کے اہل جنت کے دو ثلث ہونے کا بھی ذکر ہے جسے عبد اللہ احمد نے اپنی زیادات میں نقل کیا ہے، ترمذی میں حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آتا ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس (۱۲۰) صفیں ہوں گی جن میں سے اسّی صفیں میری امت کی ہوں گی۔ قسطلانی کہتے ہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ کی رحمت

اہل جنت کے نصف ہو گے، ہم نے پھر اللہ اکبر کہا:

ابو اسامہ اعمش سے روایت کرتے ہیں: آپ لوگوں کو مدہوش دیکھیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے، اور فرمایا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے ہوں گے۔

اور امام بخاری نے ہی اسے یأجوج مأجوج کے قصہ کے بعد انبیاء کے تذکرے میں ذکر کیا ہے اور اسے کتاب الرقاق کے آخر میں ذکر کیا ہے اور امام مسلم نے باب بیان کون ہذہ الأمۃ نصف أهل الجنة میں بخاری کے الفاظ کے قریب قریب الفاظ سے ذکر کیا ہے۔

★★★★

اور امام ترمذی نے اسے باب سورۃ الحج (۲-۱۹۹ و ۲۰۰) میں دو روایتوں

سے اپنی امت کی اہل جنت کا نصف ہونے کی امید قائم کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے پورا فرما دیا اور اپنے فضل سے اس پر اور زیادتی بھی فرما دی اور آدھے سے بڑھ کر دو ثلث تک پہنچ گئے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ فَتَرْضَىٰ﴾ اور عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو اتنا دے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے

الضحیٰ - ۵

روایت میں آتا ہے کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تو میں اس وقت راضی نہ ہوں گا جب تک میری امت کا ایک فرد بھی دوزخ میں ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ہزاروں درود اور لاکھوں سلام ہوں نبیوں کے سردار خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اللہ جل شانہ سے دعا ہے کہ ہمیں ان کی سفارش و شفاعت کا اہل بنائیں اور ان کی حوض کوثر پر سیراب ہونے والا، آمین۔

سے ذکر کیا ہے فرمایا:

(۲۱۷) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب آیت:

«یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ..... وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ»

الحج - ۱، ۲

اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو (کیونکہ) قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہے ..... بلکہ اللہ کا عذاب ہے ہی سخت (چیز)

نازل ہوئی تو آپ سفر میں تھے، آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کونسا دن ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ معلوم ہے، فرمایا: یہ وہ دن ہوگا جس دن اللہ جل شانہ حضرت آدم سے فرمائیں گے: دوزخ کی جماعت کو بھیج دیجیے۔ وہ کہیں گے: اے رب! دوزخ کی جماعت کون سی ہے؟ فرمایا: نوسوننانوے دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں جائے گا، مسلمان یہ سن کر رونے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قریب ہوتے رہو اور (اپنے اعمال کو) ٹھیک کرتے رہے، اس لیے کہ جب بھی نبوت آئی اس سے پہلے جاہلیت ضرور موجود تھی، فرمایا: یہ تعداد جاہلیت والوں میں سے لی جائے گی، اگر تعداد پوری ہوگئی تو ٹھیک ہے ورنہ منافقوں کے ذریعے اسے پورا کیا جائے گا، اور تمہاری اور دوسری امتوں کی مثال ایسی ہے جیسے جانوروں کے ہاتھ پر نشان یا اونٹ کی پشت پر تل، پھر فرمایا: مجھے یہ امید ہے

کہ تم جنت والوں میں سے ایک تہائی ہوگے، صحابہ نے اللہ جل شانہ کی بڑائی بیان کی پھر فرمایا: مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کے نصف ہوگے، راوی کہتے ہیں: مجھے یاد نہیں کہ دو تہائی فرمایا یا نہیں۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

****

امام ترمذی کی دوسری روایت میں ہے۔

(۲۱۸) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ایک سفر میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، چلنے میں آپ کے بعض صحابہ آگے پیچھے ہو گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل دو آیتیں بلند آواز سے پڑھیں۔

«یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ..... وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ»

الحج - ۱، ۲

اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو (کیونکہ) قیامت (کے دن) کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہے .... بلکہ اللہ کا عذاب ہے ہی سخت (چیز)

صحابہ کرام نے جب یہ سنا تو اونٹنیوں کو تیز بھگایا اور یہ سمجھ گئے کہ آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ اس دن ہوگا جس دن اللہ جل شانہ حضرت آدم کو آواز دیں گے، اللہ تعالیٰ ان سے یہ فرمائیں گے: اے آدم! دوزخ کی جماعت آگے بھیج دیجیے، وہ عرض کریں گے: اے پروردگار دوزخ کی جماعت کونسی ہے؟ فرمائیں گے: ہر ہزار میں سے نوسوننانوے دوزخ میں ہوں گے اور ایک جنت میں، لوگ یہ

سن کر پریشان ہو گئے، کسی کے چہرے پر ہنسی کے آثار نہ تھے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کی اس کیفیت کو دیکھا تو فرمایا: عمل کرتے رہو اور خوشخبری حاصل کرو، پس قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تم ایسی دو مخلوقوں کے ساتھ ہو کہ وہ جس کے ساتھ بھی ہوں گی اس پر چھا جائیں گی اور وہ یاجوج ماجوج ہیں اور وہ جو حضرت آدم کی اولاد اور شیطان کی ذریت میں سے مر گئے ہیں، فرمایا: لوگوں پر خوف و دہشت طاری تھی، یہ سن کر وہ دور ہو گئی، اور آپ نے ارشاد فرمایا: عمل کئے جاؤ۔ اور خوشخبری حاصل کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے لوگوں میں تم ایسے ہو جیسے اونٹ کی پشت پر تل یا چوپایے کے ہاتھ میں نشان۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۳۴۔ حدیث: یقبض اللہ الأرض... ثم یقول: أنا الملک

اللہ تعالیٰ انہیں قبضہ میں لے لینگے پھر فرمائیں گے میں بادشاہ ہوں

امام بخاری نے اسے کتاب التفسیر کی سورۂ زمر اور ماقدروا اللہ حق قدرہ (۶-۱۲۶) میں ذکر کیا ہے:

(۳۱۹) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا:
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے: اللہ جل شانہ زمین کو پکڑیں گے اور آسمانوں کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ لیں گے[۱] پھر فرمائیں گے: میں بادشاہ ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں ہیں؟

---

[۱] لپیٹنے کے معنی وہ بھی ہیں جو کاغذ تہہ کرنے کے ہیں جیسے ارشاد باری ہے:
((یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ)) الانبیاء - ۱۰۴
وہ دن یاد رکھنے کے قابل ہے، جس روز ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جس طرح طومار کاغذات لپیٹ لیا جاتا ہے

امام بخاری نے اسے ان الفاظ کے ساتھ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے کتاب التفسیر کی سورۃ الزمر قولہ تعالیٰ وما قدروا اللہ حق قدرہ اور کتاب الرقاق میں بھی اسی طرح ان الفاظ سے نقل کیا ہے۔

★★★★

بخاری ہی نے اسے کتاب التوحید میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یوں نقل کیا ہے:

(۳۲۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اللہ تعالیٰ زمین (یا تمام زمینوں) کو پکڑ لیں گے اور آسمان ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے پھر فرمائیں گے: میں بادشاہ ہوں۔

بخاری نے اسے کتاب التوحید میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے دو روایتوں سے نقل کیا ہے، ان میں سے ایک میں یہ الفاظ ہیں: پھر انہیں حرکت دیں گے پھر فرمائیں گے: میں بادشاہ ہوں۔ میں بادشاہ ہوں

اور اس کے معنی فنا کرنے کے بھی آتے ہیں اہل عرب کہتے ہیں طویت فلاناً بسیفی یعنی میں نے اسے تلوار سے ختم کر ڈالا۔

قاضی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ ان آسمانوں اور زمین کو اپنی قدرت سے فنا کر دیں گے تاکہ کسی انسان کے لیے یہ ٹھکانہ نہ رہے۔

بہر حال آیات واحادیثِ صفات پر ایمان لانا واجب ہے اور یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جو معنی مراد ہیں وہ حق ہیں، اللہ تعالیٰ جسم اور جسمیات سے منزہ ہیں جو اس کی شان کے لائق معنی ہیں وہ مراد ہیں۔

کتاب التفسیر سورۃ الزمر کی روایت میں اس سے زیادہ مفصل یوں آتا ہے۔

(۳۲۱) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: یہود کے عالموں میں سے ایک عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے محمد! ہم (تورات میں) یہ پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر اٹھا لیں گے اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور درختوں کو ایک انگلی پر، اور پانی ومٹی کو ایک انگلی پر، اور تمام مخلوق کو ایک انگلی پر پھر فرمائیں گے: میں بادشاہ ہوں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم یہود کی تصدیق میں ہنسے[1]۔ یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

---

[1] قسطلانی کہتے ہیں، بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہود چونکہ مشبہہ میں سے ہیں اور اس طرح کے الفاظ کو تشبیہ پر محمول کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کا یہ مذہب نہیں ہے نہ مسلمان اس کے قائل ہیں۔ خطابی بھی یہی کہتے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں، اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے عبیدہ کے طریق سے بہت سے رواۃ نے نقل کیا ہے لیکن اس میں انہوں نے یہ الفاظ ذکر نہیں کیے کہ اس عالم کی تصدیق میں ہنسے، ہو سکتا ہے یہ راوی کا خیال ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا اس یہودی کے جھوٹ پر تعجب کے لیے تھا راوی یہ سمجھے کہ آپ کا یہ تعجب فرمانا اس کی تصدیق کی وجہ سے تھا حالانکہ بات یوں نہیں ہے۔

قسطلانی لکھتے ہیں: خطابی نے انگلی کا ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ نہ یہ لفظ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں، اور یہ فیصلہ ہو چکا کہ جس ہاتھ کی نسبت اللہ جل شانہ کی طرف ہوتی ہے وہ ہمارے ہاتھ کی طرح کا عضو نہیں ہے جس کی وجہ سے انگلیاں ثابت کی جائیں بلکہ شارع نے ہاتھ کا اطلاق کیا ہے ہمیں نہ اس کی حقیقت معلوم ہے نہ ہم کسی دنیاوی ہاتھ سے اسے تشبیہ دیں گے، ہو سکتا ہے انگلیوں کا تذکرہ یہود کی سازش ہو، یہود اللہ جل شانہ کو تشبیہ دیتے ہیں۔

قرطبی "مفہم" میں لکھتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودی کی جہالت پر ہنسے تھے، اسی لیے آپ نے اس موقع پر آیت "وما قدروا اللہ حق قدرہ" تلاوت کی، صحیح اور محقق روایت یہی ہے، جس نے (اس کی تصدیق) کے الفاظ بڑھائے ہیں وہ کچھ بھی نہیں، یہ راوی کا قول ہے اور باطل ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناممکن کی تصدیق نہیں فرما سکتے، یہ اوصاف اللہ جل شانہ کے حق میں ناممکن اور محال ہیں، اس لیے کہ اگر اللہ جل شانہ کا ہاتھ انگلیوں والا ہوتا ہے اور اعضا ہوتے تو وہ ہماری طرح ہوتا اور اگر ہماری طرح ہوتا تو معبود نہیں بن سکتا، لہذا یہودی کا قول محال و جھوٹ ہے۔

پھر قسطلانی لکھتے ہیں: بعض حضرات نے اس پر گرفت کی ہے اور کہا ہے کہ انگلیوں کا تذکرہ احادیث میں آتا ہے مسلم میں ہے کہ ابن آدم کا دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

ابن خزیمہ نے ان حضرات پر شدید نکیر کی ہے جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ ہنسی انکار کے لیے تھی: وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

"وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ" — اور ان لوگوں نے اللہ کی عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہیے تھی

کو اس سے برتر بنایا تھا کہ آپ کے سامنے آپ کے رب ذوالجلال کو ایسے اوصاف سے متصف کیا جائے جو اس کے اوصاف نہیں ہیں اور آپ اس پر انکار اور اظہار ناراضگی کے بجائے ہنسیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی مؤمن یہ نہیں کہہ سکتا۔

کتاب التفسیر میں خطابی و قرطبی کا کلام نقل کر کے کہتے ہیں، بلاشبہ صحابہ رضوان اللہ علیہم روایات کو زیادہ سمجھتے تھے اور وہ یہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تصدیق کے طور پر ہنسے تھے۔ اور یہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ ہر دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے، اس طرح رب ذوالجلال کے بہترین صورت میں آنے، اپنا دست مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اطہر پر رکھنے کا بخاری و مسلم میں تذکرہ ملتا ہے جو حدیث متواتر کی طرح ہے، لہذا جب یہ ثابت ہے تو یہ دوسرے متشابہات کی طرح ہے جیسے چہرہ، ہاتھ، قدم، ٹانگ اور پہلو وغیرہ۔

ہمارے ائمہ کا ان متشابہات کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا ان کی تاویل کریں یا ان کے معنی اللہ جل شانہ کی طرف محول کر دیں، سلف صالحین اللہ جل شانہ کی طرف محول کرتے ہیں جو زیادہ محفوظ و صحیح طریقہ ہے اور بعد والے متأخرین تاویل کرتے ہیں تاکہ گمراہ کرنے والوں کو لوگوں کو گمراہ کرنے کا موقع نہ ملے چنانچہ وہ انگلی کی تاویل قدرت سے کرتے ہیں۔

ابن فورک لکھتے ہیں: ہو سکتا ہے انگلی سے مراد کسی مخلوق کی انگلی ہو۔

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ))

الزمر – ٦٧

اور حال یہ ہے کہ ساری زمین اسی کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے وہ پاک ہے اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے ۔

★★★★

(٣٢٢) اور مسلم نے یہود کے عالم والی حدیث باب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار میں ان الفاظ سے ذکر کی ہے :

★★★★

اس عالم یہود نے کہا : اے محمد (یا اے ابوالقاسم) قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں کو ایک ہاتھ میں تھام لیں گے ۔۔۔ یہاں تک کہ فرمایا: پھر انہیں حرکت دیں گے اور فرمائیں گے : میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں ۔

پھر امام مسلم نے اسے ایک اور روایت سے ذکر کیا ہے، اس میں (پھر اسے حرکت دیں گے) کے الفاظ نہیں ہیں، پھر اس سے قریب قریب معنی کی روایات کے ساتھ اس کا اعادہ کیا ہے ۔

(٣٢٣) بعض روایات میں اس فرمان : میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں کے بعد یہ فرمایا : اس کی بات کی تصدیق اور اس پر تعجب کے اظہار کے طور پر
پھر امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ان الفاظ کے

ساتھ ذکر کی ہے جو امام بخاریؒ نے ذکر کئے اور یہاں مذکور ہیں ۔

★★★★

پھر امام مسلم نے دوسری روایات میں کچھ اضافہ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یوں نقل کیا ہے :

(٣٢٤) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے : قیامت کے روز اللہ جل شانہ آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لیں پھر فرمائیں گے : میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جابر لوگ ؟ کہاں ہیں متکبر ؟ پھر زمین کو بائیں ہاتھ میں پکڑ لیں گے پھر فرمائیں گے : میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جابر لوگ ؟ کہاں ہیں متکبرین ؟

اور امام مسلم ہی فرماتے ہیں :

(٣٢٥) عبیداللہ بن مقسم سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کس طرح بیان کر رہے ہیں فرمایا : اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو ایک ہاتھ میں پکڑ لیں گے اور فرمائیں گے : میں اللہ ہوں، اور اپنی انگلیوں کو کھولے اور بند کریں گے، میں بادشاہ ہوں، یہاں تک کہ میں نے منبر کو دیکھا کہ وہ نیچے تک سے ہلنے لگا حتیٰ کہ میں یہ کہنے لگا کہ کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر گر پڑے گا ؟

★★★★

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی دوسری حدیث جو مسلم میں ہے ان الفاظ سے نقل کی ہے ۔

(۳۲۶) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے سنا: جبار (اللہ تعالیٰ) آسمانوں اور زمینوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر بند کر لیں گے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ بند کرنے اور کھولنے لگے، پھر فرمائیں گے: میں جبار ہوں، جابر لوگ کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ سے اس کی نقل اتار کر دکھانے لگے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ منبر ہل رہا ہے حتا کہ میں یہ کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا منبر گر جائے گا؟ ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ باب فیما أنکرت الجهمية (۱-۶۵)

****

اور ابوداود نے اسے اپنی سنن میں باب الرؤية (۴-۱۸۲) پر ذکر کیا ہے:

(۳۲۷) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ کر دائیں ہاتھ میں کر لیں گے، پھر فرمائیں گے: میں بادشاہ ہوں جابر لوگ کہاں ہیں؟ تکبر کرنے والے کہاں ہیں؟ پھر زمین کو لپیٹ کر (ابن العلاء کہتے ہیں، دوسرے ہاتھ میں پکڑ لیں گے پھر فرمائیں گے: میں بادشاہ ہوں، کہاں ہیں جابر لوگ؟ کہاں ہیں تکبر کرنے والے؟

۳۵۔ شفاعت سے متعلق احادیث

۱۔ بخاری کی روایت، امام بخاری کتاب بدء الخلق میں باب قول اللہ تعالیٰ إنا أرسلنا نوحا إلى قومه أن أنذر قومك من قبل أن يأتيهم عذاب أليم (۴-۱۳۴) پر لکھتے ہیں:

(۳۲۸) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں شریک تھے۔ آپ کو ایک دست اٹھا کر دی گئی۔ (آپ کو دست پسند تھی) آپ نے اس سے گوشت تناول فرمایا، اور فرمایا: میں قیامت کے روز تمام لوگوں کا سردار ہوں گا[1]، جانتے ہو کیوں؟ اللہ تعالیٰ اگلے پچھلے سب لوگوں کو ایک کھلی جگہ جمع فرمائیں گے، چنانچہ دیکھنے والا انہیں دیکھ سکے گا،

---

[1] یہ حدیث اس حدیث کے منافی نہیں ہے جس میں یہ آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں ایک دوسرے کو فضیلت نہ دو اس لیے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی تفضیل ہو جس سے دوسرے کی تنقیص ہوتی ہو، اور سردار ہونے کا بتلانے میں کسی کی تنقیص نہیں ہوتی، یا مطلب یہ ہے کہ نبی ہونے کے اعتبار سے تفضیل نہ دو اس لیے کہ انبیاء نفس نبوت کے اعتبار سے برابر ہیں۔

اور پکارنے والا انہیں سنائے گا، اور سورج قریب ہو جائے گا چنانچہ بعض لوگ پکاریں گے: کیا تم دیکھتے نہیں کہ تم کس سخت پریشانی میں ہو؟ تمہیں کتنی تکلیف پہنچ رہی ہے، کیا تم کوئی ایسا آدمی تلاش نہیں کرتے جو تمہارے رب سے تمہاری سفارش کرے؟ بعض لوگ کہیں گے تمہارے جد امجد حضرت آدم اس لائق ہیں، چنانچہ ان کے پاس آکر ان سے کہیں گے: اے حضرتِ آدم! آپ تمام انسانوں کے جد امجد ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا، اور آپ میں اپنی روح پھونکی، اور فرشتوں کو حکم دیا انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، اور آپ کو جنت میں سکونت عطا کی، کیا آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش نہیں فرمائیں گے؟ کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ ہم کس قدر پریشانی اور تکلیف میں گرفتار ہیں؟ وہ فرمائیں گے: میرے پروردگار آج اس قدر شدید غصہ میں ہیں کہ اس سے قبل ایسے غصّہ کبھی نہ ہوئے[1] اور نہ اس کے بعد کبھی ایسے غصہ ہوں گے[2] انہوں

---

[1] اس لیے کہ دنیا میں ڈھیل دی گئی تھی بندوں کو توبہ کا موقع دیا جاتا تھا۔

[2] فیصلہ کے بعد لوگ اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے جائیں گے ایک فریق جنت میں اور دوسرا دوزخ میں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف غصہ کی نسبت کی گئی ہے اس سے مراد غصّہ کا اثر ہے یعنی جس سے ناراض ہیں اس کو سزا دینا۔

امام نووی لکھتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ کا وہ انتقام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا اور وہ ہولناکیاں جو پہلے نہ دیکھی ہوں گی اور نہ اس کے بعد کبھی سامنے آئیں گی۔

نے مجھے اس درخت کا پھل کھانے سے منع کیا تھا لیکن میں نے ان کی بات نہ مانی، میری توبہ، میری توبہ، تم کسی اور کے پاس جاؤ، نوح کے پاس جاؤ، چنانچہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے نوح! آپ روئے زمین والوں کے لیے پہلے رسول تھے[1] اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شاکر بندہ رکھا ہے کیا آپ دیکھ

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اگرچہ قبول ہو چکی تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا مقرب رسول بنایا تھا لیکن قیامت کے روز وہ بھی خوف کی حالت میں ہوں گے جو مقربین کی شان ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سخت خوفزدہ ہی رہتے ہیں اس لیے انہوں نے معذرت کر دی اور شفاعت کے لیے آگے نہ بڑھے، بلکہ یہ فرمایا کہ میں تو اپنی نجات کا طالب ہوں، مجھے تو اپنی جان کے لالے پڑے ہیں، اگر آج میری ہی مغفرت ہو جائے تو بہت کافی ہے۔

[1] اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ پہلے نبی و رسول حضرت آدم علیہ السلام تھے۔ اسی طرح حضرت شیث و حضرت ادریس علیہما السلام بھی حضرت نوح سے قبل گزرے ہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں روئے زمین والوں کے لیے پہلا رسول کہا گیا ہے اور حضرت نوح پہلے وہ رسول تھے جنہیں بت پرستوں کے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا تاکہ انہیں شرک سے توحید کی طرف دعوت دیں۔ اور حضرت آدم کی اولاد میں اس سے قبل شرک نہ تھا ان کے پاس جو رسول بھیجے گئے وہ دینی احکام کی تعلیم دینے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔

نہیں رہے ہیں کہ ہم کس پریشانی میں ہیں؟ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس تکلیف دہ مقام تک پہنچ گئے ہیں؟ کیا آپ ہمارے لیے اپنے پروردگار سے سفارش نہیں کریں گے؟ وہ فرمائیں گے: میرے رب آج ایسے سخت غصہ میں ہوئے ہیں کہ نہ اس سے قبل کبھی ایسے غصے ہوئے اور نہ اس کے بعد کبھی اس قدر غصہ ہوں گے ہمیری توبہ میری توبہ تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ[1] چنانچہ وہ لوگ میرے پاس آئیں گے، میں عرش تلے سجدہ میں گر جاؤں گا، ارشاد ہوگا: اے محمد! اپنا سر اٹھا لیجئے، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور مانگیے آپ جو مانگیں گے وہ دیا جائے گا۔

محمد بن عبید کہتے ہیں: مجھے پورے الفاظ یاد نہیں ہیں۔

بخاری نے اسے کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ باب وعلم آدم الأسماء کلہا (۶ - ۱۸۱) پر ذکر کیا ہے:

(۳۲۹) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو عبداللہ بخاری کہتے ہیں مجھ سے خلیفہ نے کہا: ہم سے یزید بن زریع نے بیان کیا کہا: ہم سے سعید نے بیان کیا قتادہ سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] مشہور یہ ہے کہ حضرت آدم نے ان لوگوں کی حضرت نوح کی طرف رہنمائی کی تھی۔ اور انہوں نے حضرت ابراہیم کی جانب اور انہوں نے حضرت موسیٰ کی جانب اور انہوں نے حضرت عیسیٰ کی جانب اور انہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رہنمائی کی تھی، ہو سکتا ہے یہاں اوروں کا تذکرہ چھوڑ دیا گیا ہو۔

نے فرمایا: قیامت کے روز مومن جمع ہوں گے اور کہیں گے کہ اگر ہم اپنے پروردگار سے سفارش کرالیں (تو کتنا اچھا ہو) چنانچہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے: آپ تمام لوگوں کے جد امجد ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا، اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا، اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے اس لیے آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کر دیجئے تاکہ وہ ہمیں اس مقام کی سختی سے راحت دے دے، وہ فرمائیں گے! میں اس لائق نہیں ہوں اور وہ اپنا کیا ہوا کام یاد کریں گے اور شفاعت کرنے سے حیا کریں گے (اور فرمائیں گے، جاؤ نوح کے پاس اس لیے کہ وہ پہلے وہ رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کے پاس بھیجا تھا چنانچہ لوگ ان کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے: میں اس لائق نہیں ہوں اور وہ یہ یاد کریں گے کہ انہوں نے اپنے پروردگار سے اس چیز کا سوال کیا تھا جس کا انہیں علم نہ تھا،[1] پھر وہ بھی آگے بڑھنے

[1] اس سے مراد وہ ہے جس کا قرآن کریم میں یوں تذکرہ آتا ہے۔

«رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ»

ھود - ۴۵

اے میرے پروردگار میرا بیٹا تو میرے گھر والوں ہی میں سے ہے اور تیرا وعدہ بھی بالکل سچا اور تو تو ہر حاکم کے اوپر حاکم ہے۔

یعنی اے اللہ آپ نے میرے اہل کو بچانے کا وعدہ فرمایا ہے اور میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سے شرمائیں گے اور فرمائیں گے: اللہ تعالیٰ کے خلیل کے پاس جاؤ، چنانچہ لوگ ان کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے: میں اس لائق نہیں حضرت موسیٰ کے پاس جاؤ، اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جن سے اللہ جل شانہ نے کلام کیا اور انہیں تورات عطا کی، لوگ ان کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے: میں اس لائق نہیں اور وہ اس قبطی کے بلا قصاص مارنے کو یاد کریں گے اور اپنے پروردگار سے شرما جائیں گے۔ اور فرمائیں گے: اللہ تعالیٰ کے بندے و رسول اور اس کے کلمہ و روح عیسیٰ کے پاس جاؤ، لوگ ان کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے: میں اس لائق نہیں، تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جن کے اگلے پچھلے سب اللہ جل شانہ نے معاف فرما دیئے ہیں[1]، چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے، میں جاؤں گا اور اپنے رب سے اجازت

«یٰنُوۡحُ اِنَّہٗ لَیۡسَ مِنۡ اَہۡلِکَ» ھود۔ ۴۶	اے نوح یہ تمہارے گھر والوں ہی میں سے نہیں۔

اور فرمایا:

«فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَیۡسَ لَکَ بِہٖ عِلۡمٌ» ھود۔ ۴۶	سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست نہ کرو جس کی تمہیں خبر نہ ہو۔

یعنی آپ کے اہل سے مراد مؤمن اور عمل صالح کرنے والے ہیں لیکن آپ کا بیٹا آپ کی رسالت پر ایمان نہ لایا اور نہ اعمال صالحہ کئے وہ عمل غیر صالح ہے۔

[1] یہ کنایہ ہے آپ کے معصوم ہونے سے یعنی آپ گناہوں میں گرفتار ہونے سے معصوم ہیں۔

مانگوں گا، مجھے اجازت دے دی جائے گی، جب میں اپنے پروردگار کا دیدار کروں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے مجھے سجدہ میں رکھیں گے، پھر کہا جائے گا: اپنا سر اٹھایئے اور مانگیئے دیا جائے گا، کہیئے بات سنی جائے گی، اور سفارش کیجئے سفارش قبول کی جائے گی، میں سر اٹھاؤں گا، اور اللہ جل شانہ کی حمد و ثنا ان الفاظ سے بیان کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھائیں گے، پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی[1] میں ان کو جنت میں داخل کر دوں گا، پھر دوبارہ جاؤں گا پھر جب اپنے پروردگار کو دیکھوں گا تو اس طرح کروں گا، میں پھر سفارش کروں گا اور میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی اور میں انہیں جنت میں داخل کر دوں گا، تیسری مرتبہ پھر جاؤں گا، پھر چوتھی مرتبہ جاؤں گا، اور عرض کروں گا: دوزخ میں سوائے اس کے کوئی باقی نہ رہا جسے قرآن کریم نے روکا ہو اور اس پر ہمیشہ رہنا واجب ہو گیا ہو۔

ابو عبداللہ بخاری کہتے ہیں: سوائے اس کے جسے قرآن کریم نے روکا ہو اس سے اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک «خالدین فیہا» اس میں ہمیشہ رہیں گے مراد ہے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب الرقاق کے باب صفۃ الجنۃ والنار (۸۱-۱۱۶) پر ذکر کیا ہے فرمایا:

---

[1] یعنی بتلا دیا جائے گا کہ فلاں قوم کے لیے سفارش کریں، یا مثلاً جن لوگوں نے نماز میں کوتاہی کی یا فلاں فلاں کام کئے ان کے لیے سفارش کیجئے۔

(۳۳۰) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائیں گے، وہ کہیں گے: اگر ہم کسی کے ذریعے اپنے رب سے سفارش کرائیں (تو اچھا ہو) تاکہ ہمیں اس جگہ سے راحت مل جائے، چنانچہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے کہیں گے: آپ وہ ذات ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا، اور آپ میں اپنی خصوصی روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، اس لیئے آپ ہمارے پروردگار سے ہماری سفارش کر دیجئے وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں اور وہ اپنی اس بھول کو یاد کریں گے اور فرمائیں گے نوح کے پاس جاتے جو اللہ تعالیٰ کے پہلے وہ رسول ہیں جنہیں اللہ جل شانہ نے مبعوث فرمایا، لوگ ان کے پاس جائیں گے۔ وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں اور وہ اپنی بھول یاد کرینگے، جاؤ ابراہیم کے پاس جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا تھا، چنانچہ لوگ ان کے پاس جائیں گے، وہ فرمائیں گے۔ میں اس کا اہل نہیں ہوں اور وہ اپنی بھول یاد کریں گے، موسیٰ کے پاس جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا، لوگ ان کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے میں اس کا اہل نہیں ہوں، وہ اپنی بھول یاد کریں گے[1]، جاؤ عیسیٰ کے پاس لوگ ان کے پاس

---

[1] حضرت آدم کی بھول درخت کا پھل کھانا تھا یہ تواضع اور عذر خواہی کے لیے فرمائیں گے۔ حضرت نوح کی بھول سے مراد بیٹے کے لیے نجات کی سفارش ہے حضرت ابراہیم کی بھول وہ تین باتیں جو انہوں نے توریۃً فرمائی تھیں ظاہر کچھ تھا ان

جائیں گے وہ فرمائیں گے میں اس کا اہل نہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اس لیے کہ ان کے اگلے پچھلے سب معاف کر دیئے گئے ہیں، لوگ میرے پاس آئیں گے، میں اپنے رب سے اجازت طلب کروں گا، اور جب پروردگارِ عالم کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا۔ وہ جب تک چاہیں گے مجھے سجدہ میں رکھیں گے پھر فرمایا جائے گا: اپنا سر اٹھا لیجئے، مانگیے آپ کو دیا جائے گا، کہیئے بات سنی جائے گی اور سفارش کیجئے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، چنانچہ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی ان الفاظ سے حمد و ثناء بیان کروں گا جو وہ مجھے سکھائیں گے، پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی، پھر میں لوگوں کو آگ سے نکالوں گا اور انہیں جنت میں داخل کر دوں گا، پھر دوبارہ جاؤں گا اور اسی طرح سجدہ میں گر جاؤں گا، تیسری یا چوتھی مرتبہ، یہاں تک کہ آگ میں اس کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا جسے قرآنِ کریم نے روک رکھا ہو۔

کی مراد کچھ اور تھی،

قسطلانی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دل میں سفارش کے لیے حضرت آدم اور اس کے بعد والوں کا خیال ڈالا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کا خیال شروع ہی سے نہ ڈالا حالانکہ ان میں وہ لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی سن رکھی تھی اور ان کو معلوم تھا کہ یہ سفارش آپ ہی کی خصوصیت ہے اس سے مقصد یہ تھا کہ تمام مخلوق کے سامنے آپ کی فضیلت مکانت اور درجہ اور اللہ جل شانہ سے انتہائی قرب کا اظہار ہو۔

ابوعبداللہ البخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت قتادہ اس موقع پر فرمایا کرتے تھے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص جس پر جہنم میں رہنا ہمیشہ کے لیے واجب ہو۔

امام بخاری نے کتاب الرقاق کے باب الصراط جسر جہنم (۸/۱۱۷-۱۱۸) اور اس کے بعد ذکر کیا ہے:

(۲۲۱) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارک تبلائی، اور بخاری نے کہا مجھ سے محمود نے حدیث بیان کی کہا: ہم سے عبدالرزاق نے حدیث بیان کی کہا: ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی انہوں نے عطاء بن یزید اللیثی سے انہوں نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کچھ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا قیامت کے روز ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا: کیا سورج کے سامنے جب بادل نہ ہو تو تم اس کے دیکھنے میں ایک دوسرے کے ساتھ دھکا پیل کرتے ہو[1]؟ عرض کیا: جی نہیں اے اللہ کے رسول! فرمایا: اس طرح تم قیامت کے روز اللہ تعالیٰ

[1] یعنی جب سورج کے سامنے بادل وغیرہ نہ ہوں تو ہر شخص بلا کسی سے تعارض کئے ہجوم اور دھکا پیل کے بغیر اسے آرام سے اپنی اپنی جگہ سے دیکھ لیتا ہے اسی طرح تم اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے، یا یہ کہ تم اسے دیکھتے ہو اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا اسی طرح دیدار باری میں ہوگا، ایک روایت میں ہے کہ کیا تم اس کے دیکھنے میں شک کرتے ہو۔ اسی طرح تمہیں بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی رؤیت ہوگی۔

کو دیکھو گے، اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا: جو جس کی عبادت کرتا ہو اس کی پیروی کرے، جو سورج کی پوجا کرتا ہوگا وہ اس کی پیروی کرے گا اور جو چاند کی عبادت کرتا ہوگا وہ اس کے پیچھے ہو لے گا اور جو طواغیت کو پوجتا ہوگا وہ ان کے پیچھے ہو لے گا[1] اور یہ امت بچ جائے گی اس میں منافقین بھی ہوں گے چنانچہ امت محمدیہ کے سامنے اللہ تعالیٰ اس صورت میں آئیں گے[2] جسے وہ پہچانتے نہ ہوں گے، وہ فرمائیں گے: میں تمہارا رب ہوں، وہ کہیں گے ہم اللہ تعالیٰ کے ذریعہ آپ سے پناہ مانگتے ہیں ہم اس جگہ رہیں گے جب تک ہمارے رب نہ آجائیں، جب ہمارے رب آجائیں گے تو ہم انہیں پہچان لیں گے، چنانچہ پھر اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اس صورت وشکل میں تشریف لائیں گے جسے وہ پہچانتے

[1] بتوں کو بھی کہا جاتا ہے اور شیطان کو بھی اور ہر اس سرکش کو بھی جو لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دے۔

[2] یہ متشابہات میں سے ہے سلف اس پر بلا کسی تاویل کے ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو حادث ہونے والی چیزوں سے منزہ مانتے ہیں اور کہتے ہیں اس کا مطلب اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، خلف یہاں تاویل کرتے ہیں اور جو حقیقی معنی تشبیہ کے موہم ہیں ان کے بجائے ایسے معنی بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے مناسب ہیں وہ کہتے ہیں آنے سے مراد ہے بندوں کے سامنے تجلی تاکہ وہ اسے بلا کسی کیفیت وانحصار کے دیکھ لیں، پہلی تجلی میں بعض فرشتے آئیں گے دوبارہ خود اللہ تعالیٰ تجلی فرمائیں گے جسے مومن پہچان لیں گے۔

ہوں گے اور فرمائیں گے: میں تمہارا رب ہوں، وہ کہیں گے (واقعی)
آپ ہمارے پروردگار ہیں، اور ان کی اتباع کریں گے، اور جہنم کا پل
لگا دیا جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس
کو سب سے پہلے میں عبور کروں گا، اور اس روز رسولوں کی زبان پر
یہ دعا ہوگی: اے اللہ محفوظ رکھیے گا، اے اللہ تعالیٰ محفوظ و سالم رکھئے
گا، اس پل پر ایسے کنڈے ہوں گے جیسے سعدان درخت کے کانٹے
کیا تم نے سعدان کے کانٹے نہیں دیکھے؟ عرض کیا: اے اللہ کے رسول!
کیوں نہیں، فرمایا: وہ کنڈے سعدان کے کانٹوں کی طرح ہوں گے
البتہ وہ کتنے بڑے ہوں گے اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے،
وہ لوگوں کے اعمال کے بموجب انہیں اچک لیں گے، انہیں سے
بعض ایسے ہوں گے جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں گے[1]
اور ان میں سے بعض پچھاڑ دیئے جائیں گے[2] پھر وہ نجات پا جائیں گے
یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ سے فارغ
ہو جائیں گے اور دوزخ سے ان لوگوں کو نکالنے کا ارادہ فرمائیں گے
جن کو ان لوگوں میں سے نکالنا ہوگا جو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیا کرتے

---

[1] اس سے کفار مراد ہے۔

[2] اس سے گناہ گار مومن مراد ہیں۔ ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ پھر لوگ اسے عبور کریں گے بعض صحیح سالم پار کر لیں گے، بعض زخمی ہوں گے پھر پار کریں گے، بعض وہاں روک دیئے جائیں گے اور بعض اس میں لڑھکا دیئے جائیں گے۔

تھے تو فرشتوں کو حکم دیں گے کہ انہیں نکال دو، فرشتے سجدہ کے
نشانات سے انھیں پہچانیں گے، اور اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر یہ حرام
کر دیا ہے کہ وہ انسان کے سجدہ کے نشانات کے مقامات کو جلائے،
لھذا وہ فرشتے انہیں اس حال میں نکالیں گے کہ وہ جل کر کوئلہ ہو
گئے ہوں گے، چنانچہ ان پر ایک پانی ڈالا جائے گا جس کو ماءِ حیات کہا
جاتا ہے، پھر یہ لوگ اس سے ایسے صاف ستھرے ہو کر نکلیں گے
جیسے سیلاب کے بعد پودا دانے سے نکلتا ہے[1] اور ایک ایسا شخص
رہ جائے گا جو دوزخ کی آگ کی طرف منہ کئے ہوتے ہوگا اور کہے گا:
اے رب اس کی لپیٹ نے میرے چہرے کو تباہ کر دیا ہے اور اس
کے شعلوں نے مجھے جلا ڈالا ہے اس لیے میرا چہرہ دوزخ کی طرف سے
پھیر دیجئے، وہ اللہ تعالیٰ سے برابر دعا مانگتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں
گے: اگر میں تیری دعا قبول کر لوں گا تو پھر تو مجھ سے اور کچھ مانگ
بیٹھے گا، وہ کہے گا: نہیں: آپ کی عزت و جلال کی قسم میں آپ
سے اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کروں گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس
کا چہرہ دوزخ کی طرف سے دوسری طرف پھیر دیں گے، وہ شخص پھر کہے
گا: اے رب مجھے جنت کے دروازے سے قریب فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ
فرمائیں گے، کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ تو مجھ سے اور کچھ سوال نہیں کرے
گا؟ اے ابن آدم تیرے لیے ہلاکت ہو تو کتنا غدر کرنے والا ہے، چنانچہ
وہ دعا کرتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے کہ اگر میں نے

---

[1] یعنی وہ دانہ جو سیلاب میں کوڑا کرکٹ کے ساتھ بہہ کر کسی جگہ گرتا ہے اور جلد ہی صاف ستھرا ہو کر اگ جاتا ہے۔

تیری یہ دعا قبول کرلی تو تو مجھ سے کچھ اور مانگ بیٹھے گا، وہ عرض
کرے گا: جی نہیں: آپ کی عزت و جلال کی قسم میں آپ سے اس
کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا، اور اللہ تعالیٰ سے بہت سے عہد و پیمان
اور وعدے کرے گا کہ وہ اس کے سوا اور کچھ نہ مانگے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ
اسے جنت کے دروازے کے قریب کر دیں گے، جب وہ جنت کی
نعمتوں کو دیکھے گا تو جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے وہ خاموش رہے
گا پھر کہے گا:[1] اے رب! مجھے جنت میں داخل فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ فرمائیں
گے: کیا تو نے یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ تو مجھ سے اور کچھ نہ مانگے گا؟
اے ابن آدم تیرے لیے ہلاکت ہو تو کتنا عہد شکن ہے، وہ کہے گا:
اے رب! آپ مجھے اپنی مخلوق میں سے سب سے زیادہ بدبخت نہ
بنائیں، پھر وہ اس طرح بار بار سوال کرتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ
تعالیٰ ہنس دیں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہنس دیں
گے تو اسے جنت میں داخلہ کی اجازت دے دیں گے، پھر جب وہ
جنت میں داخل ہو گا تو اس سے کہا جائے گا: فلاں چیز کی تمنا کر وہ
اس کی تمنا کرے گا، پھر کہا جائے گا: فلاں چیز کی تمنا کر، وہ اس کی تمنا
کرے گا، پھر کہا جائے گا: فلاں چیز کی تمنا کر، وہ اس کی تمنا کرے گا۔
یہاں تک کہ اس کی آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ اس سے

[1] شرم و حیا کی وجہ سے ایک زمانے تک خاموش رہے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے عفو و
درگزر کو دیکھتے ہوئے اس پر امید غالب آجائے گی اور اس کے فضل و کرم کے
سامنے اپنے عہد و پیمان پھر بھول بیٹھے گا اور پھر سوال کرے گا۔

فرمائیں گے: یہ سب تجھے دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی
اور بھی۔
حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ شخص جنت میں
سب سے اخیر میں داخل ہونے والا شخص ہو گا۔
راوی کہتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت
ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے تھے انہوں نے ان کی حدیث
میں کوئی تغیر نہیں کیا لیکن جب انہوں نے یہ فرمایا: یہ تیرے لیے
ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور تو حضرت ابوسعید نے فرمایا: میں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے: یہ تیرے
لیے ہیں اور اس کا دس گنا اور بھی، حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ
عنہ نے فرمایا: مجھے تو اس کے ساتھ اس جیسا اور بھی ہی یاد ہے[1]
اور امام بخاری نے اسے کتاب التوحید کے باب قول اللہ تعالیٰ
لما خلقت بیدی (۹ - ۱۲۱) اور اس کے بعد ذکر کیا ہے۔
(۳۲۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا:
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ
مؤمنوں کو اس طرح جمع فرمائیں گے، لوگ کہیں گے: اگر ہم کسی ذریعہ

[1] ان دونوں میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ
نے پہلے وہی حدیث سنی تھی جو بیان کی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور موقع
پر اللہ تعالیٰ کے مزید فضل و انعام کو بیان کیا گیا جسے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ
عنہ نے سنا اور بیان کیا، اس لیے دونوں میں کوئی منافات نہیں ہے۔

سے اپنے رب سے سفارش کرالیں (تو کتنا اچھا ہو) تاکہ ہمیں اس موقف کی پریشانی سے نجات مل جائے[1] چنانچہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے: اے آدم! کیا آپ لوگوں کو نہیں دیکھ رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا، اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا، اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھلائے، آپ ہمارے لیے رب سے سفارش کر دیجیے تاکہ وہ ہمیں اس مقام سے نجات دیدیں، وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں، اور ان کے سامنے اپنی اس بھول کا تذکرہ کریں گے جو ان سے صادر ہو گئی تھی، تم نوح کے پاس جاؤ اس لیے کہ وہ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے روئے زمین والوں کے پاس بھیجا، چنانچہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے

---

[1] یعنی قیامت میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع فرمائیں گے مؤمن بھی ہوں گے اور کافر بھی، مومن یہ کہیں گے کہ اگر ہم سفارش کرالیں تو اچھا ہوگا، چونکہ اہل ایمان اصحابِ عقل و بصیرت ہوتے ہیں اس لیے وہ تمام لوگوں کو طویل موقف سے نجات دلانے کا راستہ سوچیں گے تاکہ فیصلہ ہو کر ہر ایک اپنے انجام کو پہنچے اس لیے ان انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس جائیں گے ان سے سفارش کرانا چاہیں گے سب معذرت کر دیں گے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب کو موقف کی ہولناکی و پریشانی سے نجات دلائیں گے۔

انبیاء علیہم السلام کی طرف غلطیوں کی جو نسبت کی گئی ہے وہ تواضعاً ہے اور اس لیے کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کے لیے سیئات شمار ہوتی ہیں ورنہ انبیاء علیہ السلام گناہوں اور لغزشوں سے معصوم ہیں۔

میں اس کا اہل نہیں ہوں اور اپنی اس بھول کو یاد کریں گے جو ان سے سرزد ہو گئی تھی (فرمائیں گے) تم رحمٰن کے خلیل ابراہیم کے پاس جاؤ، لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں اور اپنی ان بھولوں کو یاد کریں گے جو ان سے صادر ہوئی تھیں (وہ فرمائیں گے) موسیٰ کے پاس جاؤ اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جنہیں اللہ تعالیٰ نے توراۃ عطا کی اور ان سے گفتگو و کلام فرمایا، چنانچہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے، وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں اور ان کے سامنے اپنی اس بھول کو یاد کریں گے جو ان سے صادر ہوئی تھی (وہ فرمائیں گے) تم اللہ کے بندے اور رسول اور اس کے کلمہ و روح عیسیٰ کے پاس جاؤ، چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے: میں اس لائق نہیں، تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جو بخشے بخشائے ہیں۔

چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے، میں اللہ جل شانہ کے پاس جاؤں گا، اپنے پروردگار سے اجازت چاہوں گا، مجھے ان کے پاس جانے کی اجازت دے دی جائے گی پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا، اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے مجھے سجدہ میں رکھیں گے، پھر مجھ سے ارشاد ہوگا: محمد اپنے سر کو اٹھا لیجیے، اور کہیے آپ کی بات سنی جائے گی۔ اور سوال کیجیے آپ کو دیا جائے گا اور سفارش کیجیے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، چنانچہ میں اپنے رب کی ان کلماتِ حمد سے تعریف کروں گا جو وہ مجھے سکھائیں گے، پھر میں سفارش

کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی، میں ان کو جنت میں داخل کر دوں گا، پھر میں واپس لوٹوں گا اور جب اپنے پروردگار کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے مجھے سجدہ میں چھوڑے رکھیں گے، فرمائیں گے: محمد سر اٹھائیے اور کہیئے بات سنی جائے گی، مانگیئے دیا جائے گا، اور سفارش کیجیے سفارش قبول کی جائے گی، چنانچہ میں اپنے رب کی ان تعریفی کلمات سے حمد و ثناء بیان کروں گا جو مجھے میرے رب سکھائیں گے، پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی اور میں ان کو جنت میں داخل کر دوں گا، پھر میں واپس لوٹوں گا اور جب اپنے پروردگار کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا، اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے مجھے سجدہ میں رکھیں گے پھر فرمایا جائے گا: محمد سر اٹھائیے، کہیئے بات سنی جائے گی، سوال کیجیے دیا جائے گا اور سفارش کیجیے سفارش قبول کی جائے گی، میں اپنے پروردگار کی ان توصیفی کلمات سے تعریف بیان کروں گا. جو میرے رب مجھے سکھائیں گے، پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لیے ایک حد بندی کر دی جائے گی، چنانچہ میں ان کو جنت میں داخل کر دوں گا، پھر واپس لوٹوں گا اور عرض کروں گا: اے میرے پروردگار! اب دوزخ میں صرف وہی باقی بچا ہے جسے قرآن کریم نے روکا ہے۔ اور اس پر ہمیشہ رہنا واجب ہو گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخ سے وہ شخص نکلے گا جس نے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو اور اس کے دل میں جو کے برابر بھی خیر و بھلائی ہو،

پھر جہنم سے وہ شخص نکلے گا جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو اور اس کے دل میں ایک گیہوں کے دانے کے برابر بھی خیر ہو، پھر دوزخ سے اس شخص کو نکالا جائے گا جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو اور اس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی خیر ہو۔

۱۔ روایات حدیث شفاعت از بخاری

ابو عبد اللہ بخاری رحمہ اللہ کتاب التوحید کے باب قول اللہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرۃ إلی ربہا ناظرۃ (۹-۱۲۷) اور اس کے بعد کے صفحات میں لکھتے ہیں:

(۳۳۳) حضرت جریر بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا چودھویں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم اپنے رب کو قیامت میں اس طرح دیکھو گے جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اس کے دیکھنے میں کسی سے دھکا پیل نہیں کرتے۔

★★★★

(۳۳۴) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا قیامت کے روز ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں ایک دوسرے کو ایذاء دیتے ہو؟ عرض کیا: جی نہیں اے اللہ کے رسول! فرمایا: کیا تم ایسے

سورج کے دیکھنے میں ایک دوسرے کو تکلیف دیتے ہو جس کے سامنے بادل نہ ہوں؟ عرض کیا: جی نہیں اے اللہ کے رسول، فرمایا: تم جل شانہ کو اسی طرح دیکھو گے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز لوگوں کو جمع فرمادیں گے۔ اور فرمائیں گے: جو شخص جس چیز کی عبادت کرتا ہو وہ اس کے پیچھے ہولے، چنانچہ جو سورج کی پوجا کرتا ہوگا وہ اس کے پیچھے ہولے گا، اور جو چاند کی پوجا کرتا ہوگا وہ اس کے پیچھے ہولے گا، اور جو بتوں وغیرہ کی عبادت کرتا ہوگا وہ ان کے پیچھے ہولے گا اور یہ امت باقی رہ جائے گی اس میں اس کی سفارش کرنے والے یا منافق (ابراہیم بن اسعد راوی کو شک ہے کہ کیا فرمایا) رہ جائیں گے، چنانچہ ان کے پاس اللہ جل شانہ تشریف لائیں گے اور فرمائیں گے: میں تمہارا پروردگار ہوں، وہ کہیں گے: ہم تو اسی جگہ رہیں گے جب تک ہمارے پروردگار نہ آجائیں جب وہ آجائیں گے تو ہم انہیں پہچان لیں گے، چنانچہ پھر اللہ تعالیٰ اپنی اس صورت میں تشریف لائیں گے جسے یہ لوگ پہچانتے ہوں گے اور فرمائیں گے کہ میں تمہارا رب ہوں، وہ کہیں گے: واقعی آپ ہمارے رب ہیں پھر ان کی پیروی کریں گے، اور جہنم کے درمیان پل صراط لگا دیا جائے گا، چنانچہ میں اور میری امت سب سے پہلے اسے پار کریں گے اس روز رسولوں کے سوا کوئی بات نہیں کرے گا اور اس روز رسولوں کی دعا بھی یہ ہوگی: اے اللہ سالم رکھیئے گا، محفوظ رکھیئے گا، اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی طرح کے کنڈے ہوں گے البتہ ان کی موٹائی کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا وہ لوگوں کو ان کے اعمال

کے بموجب اچک لیں گے، ان میں سے بعض ایسے ہوں گے جو اپنے اعمال کی بدولت تباہ ہو جائیں گے (یا اپنے اعمال کے اعتبار سے گرفتار ہوں گے)، یا ان میں سے ایسے مؤمن ہوں گے جو اپنے عمل کی وجہ سے باقی رہیں گے یا اپنے عمل کی وجہ سے تباہ ہو جائیں گے، اور ان میں سے بعض ایسے ہوں گے جن کا جسم زخمی ہوگا یا ان کو ان کے کرتوتوں کا بدلہ دیا گیا ہوگا یا اس طرح کے اور دوسرے پھر اللہ تعالیٰ تجلی فرمائیں گے، یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلے سے فارغ ہو جائیں گے[1] اور دوزخ والوں میں سے جسے چاہیں گے اپنے فضل ورحمت سے دوزخ سے نکالنا چاہیں گے تو فرشتوں کو حکم دیں گے کہ جہنم کی آگ سے ہر اس شخص کو نکال دیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو اور جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرنا چاہتے ہوں اور وہ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہو، چنانچہ وہ فرشتے دوزخ میں انہیں سجدہ کے آثار سے پہچانیں گے، آگ انسان کا ہر حصہ کھالے گی سوائے آثار سجود کے[2]، چنانچہ وہ دوزخ سے اس حال میں نکلیں گے کہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، پھر ان پر آبِ حیات ڈالا جائے گا اور وہ اس کے تلے ایسے اگیں گے جیسے بارش کے کوڑا کرکٹ میں دانہ اگتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے

---

[1] ابن المنیر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف جب فارغ ہونے کی نسبت کی جائے تو اس کے معنی فیصلہ کرنے کے ہوتے ہیں مراد یہ ہے کہ موحدین کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل فرمادیں گے اور دوزخ والوں کو دوزخ میں بھیج دیا جائیگا۔

[2] سجدہ کی جگہ یعنی پیشانی یا وہ حصے جو سجدہ کرتے وقت زمین پر لگتے ہیں یعنی پیشانی دونوں ہاتھ دو گھٹنے دو پاؤں۔

درمیان فیصلہ سے فارغ ہوجائیں گے، ان میں سے ایک شخص ایسا باقی
رہ جائے گا جس نے اپنا چہرہ آگ کی طرف کیا ہوگا وہ جہنمیوں میں سے
سب سے اخیر میں جنت میں داخل ہوگا، وہ کہے گا: اے میرے
پروردگار! میرے چہرے کو جہنم کی طرف سے ہٹا دیجئے اس لیے
کہ اس نے تو مجھے تباہ کر دیا ہے اور اس کی لپٹ نے مجھے جلا ڈالا
ہے، وہ اللہ جل شانہ سے اس وقت تک درخواست کرتا رہے
گا جب تک اللہ تعالیٰ یہ چاہیں گے کہ وہ دعا کرتا رہے، پھر اللہ
تعالیٰ فرمائیں گے: اگر تمہاری یہ دعا قبول کر لی جائے تو پھر تم اور
دوسری چیزیں مانگ بیٹھو گے؟ وہ کہے گا: جی نہیں آپ کے عزت
وجلال کی قسم میں آپ سے اور کچھ نہ مانگوں گا، اور اس سلسلہ
میں اپنے پروردگار سے بہت سے عہد وپیمان کرے گا، چنانچہ
اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ جہنم کی طرف سے ہٹا دیں گے،

پھر جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اور اسے دیکھے گا تو
جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے کہ وہ خاموش رہے تو وہ خاموش
رہے گا پھر کہے گا: اے میرے پروردگار! مجھے جنت کے دروازے
کے پاس کر دیجئے، اللہ جل شانہ اس سے فرمائیں گے: کیا تو نے عہد وپیمان
نہیں کیا تھا کہ تجھے جو کچھ دیا جا چکا ہے اس کے بعد تو مجھ سے اور
کچھ قطعاً نہ مانگے گا؟ ہلاکت ہو تیرے لیے اے انسان! تو کتنا غدار
ہے، وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا
رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اگر تیری یہ دعا قبول کر
لی گئی تو تو اور کچھ مانگ بیٹھے گا؟ وہ کہے گا: نہیں آپ کی عزت و

جلال کی قسم میں آپ سے اور کچھ نہ مانگوں گا، اور اس سلسلہ
میں اللہ تعالیٰ سے بہت سے وعدے اور عہد وپیمان کرے گا، چنانچہ
اللہ تعالیٰ اسے جنت کے دروازے کے سامنے کر دیں گے، چنانچہ
جب وہ جنت کے دروازے پر کھڑا ہوگا تو جنت کھل کر اس
کے سامنے آجائے گی اور وہ اس میں موجود نعمتوں اور خوشیوں
کو دیکھے گا، پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے وہ شخص خاموش رہے
گا پھر کہے گا: اے رب! مجھے جنت میں داخل فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ
فرمائیں گے، کیا تو نے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ تجھے جو دیا جا چکا اس کے
سوا اور کچھ نہ مانگے گا؟ اے ابن آدم تیرے لیے ہلاکت ہو تو کتنا
عہد شکن ہے، وہ کہے گا اے میرے رب! میں آپ کی مخلوق کا
بدبخت ترین آدمی تو نہ بنوں [1]، وہ اسی طرح دعا مانگتا رہے گا حتی کہ

---

[1] یعنی اہل توحید جس میں وہ دوسروں کا شریک ہے ان میں سب سے بدبخت
تو نہ بنے۔ طیبی لکھتے ہیں: گویا وہ یہ کہے گا کہ: اے رب میں نے اگرچہ آپ
سے عہد کیا تھا وعدہ کیا تھا لیکن میں نے آپ کے عفو وکرم اور رحمت میں جب
غور کیا اور آپ کا فرمان مبارک:

"وَلَا تَايْئَسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ لَا يَايْئَسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ" سورہ یوسف - ۸۷

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اللہ کی رحمت سے مایوس تو بس کافر لوگ ہی ہوتے ہیں۔

جب سامنے آیا تو میں ان کافروں میں سے تو نہیں ہوں جو آپ کی رحمت سے
مایوس ہیں، اس لیے میں نے آپ کی رحمت وکرم میں طمع کرکے سوال کیا ہے، اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائیں گے تو اس سے فرمائیں گے: جنت میں داخل ہو جا، جب وہ شخص جنت میں داخل ہو گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے تو تمنا کر، وہ اللہ تعالیٰ سے مانگے گا اور تمنا کرے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے یاد دلائیں گے اور اس سے فرمائیں گے کہ تو فلاں چیز مانگ، فلاں چیز کی تمنا کر، یہاں تک کہ جب اس کی تمام آرزوئیں پوری ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: تجھے یہ سب کچھ بھی دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی۔

عطاء بن یزید کہتے ہیں: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی بیان کردہ حدیث کے کسی حصہ پر اعتراض و نکیر نہیں فرما رہے تھے، یہاں تک کہ جب حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ: اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے یہ فرمائیں گے: تجھے یہ بھی دیا جاتا ہے اور اتنا ہی اور بھی، تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور اس کے ساتھ اس کا دس گنا اور بھی، اے ابو ہریرۃ، حضرت ابو ہریرۃ نے فرمایا: مجھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فرمان مبارک یاد ہے کہ: تمہارے لیے یہ ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی، حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں

کو اس کی یہ بات پسند آجائے گی اور اس سے خوش ہو جائیں گے اور پھر وہ دعا کرتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو کر اسے جنت عطا فرما دیں گے۔ واللہ اعلم

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ یاد کیا ہے: کہ یہ سب کچھ تجھے دیا جاتا ہے اور اس کا دس گنا اور بھی، حضرت ابو ہریرۃ نے فرمایا: چنانچہ جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والا شخص یہی ہو گا۔

★★★★

حدیثِ شفاعت از صحیح بخاری

جسے امام بخاری نے کتاب التوحید کے باب قول اللہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ (۹-۱۲۹) اور اس کے بعد ذکر کیا ہے:

(۴۳۵) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! قیامت کے روز کیا ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ ارشاد فرمایا: چاند و سورج جب صاف اور بغیر بادل وغیرہ کے ہو تو کیا اس کے دیکھنے میں تم لوگ ایک دوسرے کو کثرت مجمع کی وجہ سے تکلیف دیتے ہو؟ ہم نے عرض کیا: جی نہیں! فرمایا: اس روز تم اپنے پروردگار کو دیکھنے میں ایک دوسرے سے دھکا پیل نہیں کرو گے مگر ایسی جیسی چاند سورج کے دیکھنے کے لیے کرتے ہو، پھر فرمایا: ایک منادی ندا دے گا: ہر قوم اس کے پاس چلی جائے جس کی وہ عبادت کرتی ہو، صلیب والے صلیب کے پاس چلے جائیں گے، اور بت پرست بتوں کے پاس، اور ہر غیر اللہ کی عبادت کرنے والا اپنے معبود کے پاس چلا جائے گا یہاں تک کہ صرف اللہ جل شانہ کی عبادت کرنے والے نیک و بد رہ جائیں گے، اور باقی ماندہ رہنے والے کچھ اہلِ کتاب میں سے ہوں گے، پھر جہنم کو لایا جائے گا اور اس کو اس طرح پیش کیا جائے گا جس طرح سراب ہوتی ہے،

اور یہود سے کہا جائے گا: تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم اللہ کے بیٹے حضرت عزیر کی عبادت کیا کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا: تم نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ کی نہ بیوی تھی نہ بچہ ہے، تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے: ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں سیراب فرما دیں[1] ان سے کہا جائے گا: پی لو، چنانچہ وہ جہنم میں ایک دوسرے پر گرنے لگیں گے، پھر نصاریٰ سے کہا جائے گا: تم کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: ہم اللہ کے بیٹے حضرت عیسیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا: تم نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ کی نہ بیوی ہے نہ لڑکا، تم کیا چاہتے ہو وہ کہیں گے: ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں سیراب فرما دیں، چنانچہ ان سے کہا جائے گا: پی لو، وہ جہنم میں ایک دوسرے پر گرنے لگیں گے یہاں تک کہ صرف وہ باقی بچے گا جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کرتا ہو خواہ نیک ہو یا بدکردار۔

ان سے کہا جائے گا: سب لوگ چلے گئے تم کیوں رکے ہوئے ہو؟ وہ کہیں گے، ہم اس وقت ان سے جدا اور الگ رہے جب ہم آج سے زیادہ ان کے محتاج تھے[2] اور ہم نے منادی کی یہ ندا

---

[1] یعنی ہم سخت پیاسے ہیں پانی مانگتے ہیں، ان سے کہا جائے گا جاؤ پی لو، آگ ان کو سراب کی طرح نظر آئے گی۔ اس کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہو گا چنانچہ وہ اس میں گر پڑیں گے۔

[2] یعنی دنیا میں ہمیں اپنے عزیز و اقارب اور دوستوں ساتھیوں کی زیادہ

سنی تھی کہ ہر قوم اپنے معبود کے پاس چلی جائے، ہم تو اپنے پروردگار کے منتظر ہیں، فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ پہلی مرتبہ ان کے پاس اس صورت میں آئیں گے جسے وہ پہچانتے نہیں، اور فرمائیں گے: میں تمہارا پروردگار ہوں، وہ کہیں گے: آپ ہمارے پروردگار ہیں، اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی بات نہ کرے گا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان پہچان کے لیے کوئی نشانی مقرر ہے؟ وہ کہیں گے: ساق (پنڈلی) مقرر ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کشف ساق فرمائیں گے[1] اس کو دیکھ کر ہر مؤمن سجدہ میں چلا جائے گا،

ضرورت تھی ہمیں ان سے بائیکاٹ کرنے کا خوف تھا لیکن اس وقت ہم ان سے نہ ملے، ان کے ساتھ دوستی نہ کی، ان کے باطل اعتقاد کی وجہ سے ہم ان سے دور رہے تو اب جبکہ آخرت میں ہم ان سے مستغنی بھی ہیں ان سے کسی فائدہ و نفع کی بھی توقع نہیں اب ان کے ساتھ کس طرح مل جائیں۔

[1] بعض حضرات کہتے ہیں ساق ذات کے معنی میں ہے یعنی اپنی مقدس ذات کی تجلی فرمائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما یوم یکشف عن ساق کے بارے میں فرماتے ہیں: اس سے معاملہ کی شدت مراد ہے، اہل عرب کہتے ہیں: قامت الحرب علی ساق یعنی جنگ نہایت شدید ہو گئی، اور اس کی اصل یہ ہے کہ وہ دوشیزائیں جو پردے کا بہت اہتمام کرتی ہیں جب مصیبت بڑھ جاتے اور حالات بہت خراب ہو جائیں تو وہ پنڈلی کھول کر بھاگتی ہیں اس لیے پنڈلی کھولنا اس بات سے کنایہ ہو گیا کہ ہولناکی بہت بڑھ گئی ہے۔ پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے۔

اور وہ باقی رہ جائے گا جو دکھاوے اور ریاکاری کے لیے سجدہ کیا کرتا تھا، وہ سجدہ کرنے کے لیے جھکنا چاہے گا لیکن اس کی پیٹھ لکڑی کی طرح ہو جائے گی، پھر پل صراط کو لایا جائے گا اور اسے جہنم پر لگا دیا جائے گا،

ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! پل صراط کیا ہے! فرمایا: لڑکھڑانے اور پھسلانے والی جگہ ہے، اس پر اچکنے والے کڑے اور کنڈے ہوں گے اور کانٹوں والی گھانس ہوگی جو اوپر سے پھیلی ہوتی اور نیچے سے تپلی ہوگی، اس میں ٹیڑھے مڑے ہوئے کانٹے ہوں گے ایسے کانٹے جیسے سرزمین نجد میں ہوتے ہیں جن کو سعدان کہا جاتا ہے، مومن اس پل صراط پر آنکھ جھپکنے اور بجلی اور تیز ہوا اور بہترین تیز رفتار گھوڑوں اور اونٹنیوں کی طرح گزرے گا، کچھ نجات پانے والے ایسے ہوں گے جو صحیح سالم رہیں گے، کچھ نجات پانے والے ایسے ہونگے جو زخمی ہوں گے ران کنڈوں کی وجہ سے ان کا گوشت پھٹ جائے گا، اور کچھ جہنم کی آگ میں گر پڑیں گے حتاکہ ان نجات پانے والوں میں سے آخری آدمی گھسٹتا ہوا گزرے گا،[1] اے مومنو تم اس حق کے بارے

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ساق سے مراد نور ہے، وہ الطاف ربانی اور فوائد جو مومنوں کے لیے حاصل ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ ابن فورک نے کہا ہے، یا یہ مومنوں کے لیے رحمت اور کافروں کے لیے سزا ہوگی جیسا کہ مہلب نے کہا ہے۔

[1] مومن پل صراط پر سے مختلف طرح سے گزریں گے بعض ایسے گزریں گے

میں جو تمہارے سامنے کھل کر آجائے مجھ سے اس سے زیادہ سوال کرنے والے نہ ہوگے جو سوال مومن اس دن جبار و قہار سے کریں گے جب وہ یہ دیکھیں گے کہ وہ تو نجات پا گئے اور ان کے بھائی رہ گئے تو وہ عرض کریں گے: اے ہمارے پروردگار ہمارے کچھ بھائی رہ گئے ہیں وہ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے اور ہمارے ساتھ (نیک) کام کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، جاؤ جس کے دل میں تم ایک دینار کے برابر بھی ایمان دیکھو اسے جہنم سے نکال دو،[1] اور اللہ تعالیٰ آگ کے لیے ان کی صورتیں حرام کر دے گا چنانچہ وہ ان کے پاس آئیں گے ان میں سے بعض آگ میں قدم تک چھپے ہوں گے اور بعض نصف پنڈلیوں تک، یہ لوگ جن کو پہچان لیں گے انہیں وہاں سے نکال لیں گے، پھر واپس لوٹیں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جاؤ جس کے دل میں نصف دینار کے برابر بھی ایمان ہو اسے وہاں سے نکال دو، یہ جائیں گے اور جسے پہچانیں گے اسے نکال

جیسے کہ آنکھ جھپکتی ہے، بعض چمکنے والی بجلی کی طرح گزریں گے اور بعض تیز آندھی کی طرح، بعض تیز رفتار گھوڑوں کی طرح، بعض اونٹوں کی طرح، بعض آرام سے گزر جائیں گے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی بعض کا گوشت کنڈوں سے پھنسنے الجھنے کی وجہ سے جگہ جگہ سے پھٹ جائے گا، بعضے جہنم میں گر جائیں گے اور نجات پانے والوں میں سے آخری شخص گھسٹتا ہوا گزرے گا۔

[1] یعنی اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول فرمائیں گے اور ان کو حکم دیں گے کہ جن کو پہچانتے ہو انہیں جہنم سے نکال دو۔

لائیں گے، پھر واپس لوٹیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جاؤ جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو نکال لاؤ، لہٰذا یہ جسے پہچانتے ہوں گے اسے وہاں سے نکال لائیں گے:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم اس کی تصدیق نہ کرتے ہو تو یہ آیت پڑھو:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضٰعِفْهَا))	بے شک اللہ ایک ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرے گا اور اگر ایک نیکی ہو گی تو اسے دوگنا کر دے گا۔
النساء - ۴۰	

چنانچہ انبیاء علیہم السلام، فرشتے اور مؤمنین سفارش کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اب میری شفاعت باقی رہ گئی ہے[1] چنانچہ دوزخ سے ایک مٹھی بھریں گے اور وہاں سے ایسی قوموں کو نکالیں گے جو جل کر کوئلہ بن چکے ہوں گے، انہیں اس نہر میں ڈال دیا جائے گا جو جنت کے دروازوں پر ہو گی جس کو آبِ حیات کہا جاتا ہے چنانچہ یہ اس کے کناروں پر اس طرح اگیں گے جس طرح دانا سیلاب کے کوڑا کرکٹ میں اگتا ہے، تم نے چٹان کے کنارے یا درخت کے برابر میں اگتے ہوتے دیکھا ہو گا، پھر جو سورج کی جانب دھوپ میں ہوتا ہے وہ سبز ہوتا ہے اور جو سایے میں ہوتا ہے وہ سفید ہوتا ہے،

---

[1] پچھلی سفارشوں کے اعتبار سے سفارش فرمایا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کی سفارش کے بغیر جہنم سے نجات عطا فرمائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جن میں صرف ایمان پایا جاتا ہو گا۔

وہ وہاں سے اس طرح نکلیں گے جیسے موتی، اور ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے جائیں گے، وہ جنت میں داخل ہوں گے: تو جنت والے کہیں گے: یہ رحمٰن کے آزاد کردہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے بغیر کسی عمل کئے اور پہلے سے نیکی ذخیرہ آگے بھیجے ہوتے جنت میں داخل فرمایا ہے، چنانچہ ان سے کہا جائے گا: تمہارے لیے یہ سب کچھ ہے جو تم نے دیکھا اور اتنا ہی اور بھی۔

★★★★

حدیثِ شفاعت از صحیح بخاری

اسے امام بخاری نے کتاب التوحید کے باب قول اللہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرۃ إلی ربہا ناظرۃ (۹-۱۳۱) اور اس کے بعد ذکر کیا ہے:

ابو عبداللہ بخاری کہتے ہیں:

(۲۲۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز مؤمنوں کو روک لیا جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ اس کی وجہ سے فکر میں پڑ جائیں گے اور کہیں گے: اگر ہم کسی سے اپنے پروردگار سے سفارش کرالیں (تو اچھا ہو) تاکہ ہمیں اس جگہ سے راحت وچھٹکارا ملے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: آپ حضرت آدم ہیں، لوگوں کے جدِ امجد ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا ہے، اور آپ کو اپنی جنت میں سکونت عطا کی۔ اور آپ کو فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کا نام سکھایا، آپ اپنے پروردگار سے سفارش کر دیجئے تاکہ وہ ہمیں اس مقام کی پریشانی سے چھٹکارا عطا کر دیں،

فرمایا: وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں فرمایا: اور وہ
اپنی اس بھول کو یاد کریں گے جو ان سے درخت کا پھل کھانے
کے سلسلہ میں سرزد ہو گئی تھی حالانکہ انہیں اس سے منع کر دیا گیا تھا
(وہ فرمائیں گے) تم حضرت نوح کے پاس جاؤ پہلے وہ نبی جنہیں
اللہ تعالیٰ نے روئے زمین والوں کے پاس بھیجا، لوگ حضرت نوح
علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں اور
وہ اپنی وہ بھول یاد کریں گے جو ان سے اپنے رب سے بلا علم کے
سوال کے سلسلہ میں صادر ہو گئی تھی (وہ کہیں گے) آپ لوگ اللہ تعالیٰ
کے خلیل کے پاس جائیں، فرمایا: وہ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے
وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں اور وہ تین وہ کلمات یاد کریں گے
جو انہوں نے توریۃً کہے تھے (ظاہر کچھ تھا ان کی مراد ان سے کچھ اور تھی)[1]
اور وہ کہیں گے: تم لوگ موسیٰ کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے
ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی اور ان سے سرگوشی فرما کر گفتگو
کی، فرمایا: وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں
گے میں اس کا اہل نہیں ہوں اور وہ اپنی وہ بھول یاد کریں گے جو اس
قبطی کو مارنے کے سلسلہ میں صادر ہوئی تھی (وہ فرمائیں گے) تم عیسیٰ
کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے، رسول اور اس کی روح و

---

[1] اور وہ یہ ہیں ۱۔ إِنِّي سَقِيمٌ (میں بیمار ہوں) ۲۔ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا (یہ کام ان کے اس بڑے نے کیا ہے) ۳۔ حضرت سارہ کے بارے میں فرمایا یہ میری بہن ہیں یہ جھوٹ نہ تھے لیکن بظاہر جھوٹ معلوم ہوتے تھے اس لیے ان پر گرفت کا ڈر ہوا۔

کلمہ ہیں، فرمایا: یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے،
وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں، تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کے پاس جاؤ جو اللہ جل شانہ کے ایسے بندے ہیں جن کے اگلے
پچھلے سب اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیئے ہیں، چنانچہ وہ میرے
پاس آئیں گے۔

میں اپنے پروردگار سے ان کے دربار میں حاضری کی اجازت طلب
کروں گا، مجھے وہاں داخلے کی اجازت مل جائے گی، پھر جب میں
انہیں دیکھوں گا تو سجدے میں گر جاؤں گا، اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں
گے مجھے سجدے میں چھوڑے رکھیں گے پھر فرمائیں گے: محمد سر اٹھائیے
اور کہیئے بات سنی جائے گی، سفارش کیجیے سفارش قبول کی جائے گی،
اور مانگیئے آپ کو دیا جائے گا فرمایا: پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا، اور
اپنے رب کی ان کلمات حمد سے تعریف بیان کروں گا جو اللہ تعالیٰ
مجھے سکھائیں گے، پھر میں سفارش کروں گا اور میرے لیے ایک
حد بندی کر دی جائے گی، میں وہاں سے نکل کر انہیں جنت میں
داخل کروں گا۔

قتادہ کہتے ہیں: میں نے انہیں یہ کہتے بھی سنا: میں وہاں
سے نکلوں گا اور انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر دوں گا،
پھر واپس لوٹوں گا اور اپنے رب کے دربار میں حاضری کی اجازت
طلب کروں گا مجھے وہاں داخلے کی اجازت مل جائے گی، جب
میں اللہ جل شانہ کا دیدار کروں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ
جب تک چاہیں گے مجھے سجدے میں پڑا رکھیں گے پھر فرمائیں گے:

محمد سر اٹھائیے، اور کہیئے بات سنی جائے گی، سفارش کیجیے سفارش قبول کی جائے گی، اور مانگیئے دیا جائے گا، فرمایا: میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنی رب کی ان کلماتِ توصیف سے حمد و ثناء کروں گا جو وہ مجھے سکھائیں گے، فرمایا: پھر میں سفارش کروں گا اور میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی، میں یہاں سے رخصت ہو کر آگ سے لوگوں کو نکالوں گا اور جنت میں داخل کر دوں گا، پھر تیسری مرتبہ واپس جاؤں گا اور اپنے رب کے دربار میں حاضری کی اجازت چاہوں گا، مجھے داخلہ کی اجازت مل جائے گی، پھر جب میں انہیں دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا، اللہ تعالیٰ جب چاہیں گے مجھے سجدہ میں رکھیں گے پھر فرمائیں گے: محمد سر اٹھائیے اور کہیئے بات سنی جائے گی، سفارش کیجیے سفارش قبول کی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا، فرمایا: پھر میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی ان کلمات سے تعریف کروں گا جو وہ مجھے سکھائیں گے، فرمایا: پھر میں سفارش کروں گا، میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی، میں وہاں سے نکل کر انہیں جنت میں داخل کر دوں گا۔

قتادہ کہتے ہیں: میں نے سنا یہ فرمایا: میں وہاں سے نکلوں گا اور انہیں دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کردوں گا، یہاں تک کہ دوزخ میں اس کے سوا کوئی نہ بچے گا جسے قرآن کریم نے روکا ہو یعنی جہنم میں ہمیشہ رہنا اس پر واجب ہو گیا[1] فرمایا: پھر

---

[1] یعنی کفار جن کے لیے جہنم میں ابدی ٹھکانہ ہے فرمایا:

یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

«عَسَىٰٓ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا» الإسراء-۷۹

عجب کیا کہ آپ کا پروردگار آپ کو مقامِ محمود میں جگہ دے۔

«خٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا» النساء-۵۷ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ مغفرت کے اہل ہی نہیں ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِۦ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَن يَشَآءُ» النساء-۱۱۶

یقیناً اور اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے (اور) اس کے سوا اور گناہوں کو) بخش دے گا جس کے لیے منظور ہوگا۔

⁂ ⁂ ⁂

اس لیے ان کافروں کی سفارش کی کوئی جرأت ہی نہیں کر سکتا، اس کا کوئی سفارشی ہی نہ ہوگا ارشادِ خداوندی ہے:

«مَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ» المومن-۱۸

ظالموں کا نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ سفارشی جس کی بات مان ہی لی جائے۔

اور اگر بالفرض ان کے لیے کوئی سفارش کر بھی لے تو وہ غیر مقبول ہوگی فرمایا:

«فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَٰعَةُ الشّٰفِعِينَ» المدثر-۴۸

سو ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش (کوئی) نفع نہ دے گی۔

فرمایا: یہ وہ مقامِ محمود ہے جس کا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اور امام بخاری نے اسے کتاب التوحید کے باب کلام الرب عزوجل
یوم القیامۃ مع الانبیاء (۹-۱۴۶) اور اس کے بعد ذکر کیا ہے:

(۴۲۷) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: جب قیامت کا دن ہوگا تو مجھے
سفارشی بنایا جائے گا میں کہوں گا: اے رب! جنت میں ہر اسی شخص
کو داخل فرما دیجیے جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو چنانچہ
وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے پھر میں کہوں گا: جنت میں اسے داخل
کر دیں جس کے دل میں کچھ بھی ایمان ہو[1]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ
نے فرمایا: گویا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کو دیکھ رہا ہوں[2]

---

[1] یعنی ایمان کے قبول ہونے کے لیے جس تصدیق قلبی کی ضرورت ہے
اتنے ایمان پر ہی جنت میں داخل فرما دیجیے

[2] یعنی انگلی سے ذرا سے ایمان کی طرف اشارہ کیا، اور روایتوں
میں "جنت میں داخل کر دیں جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو" یہ
اللہ تعالیٰ کا جملہ بتلایا گیا ہے۔ بعض حضرات نے تطبیق یوں دی ہے کہ پہلے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سوال فرمائیں گے پھر اللہ تعالیٰ جواب
میں یہی فرمائیں گے۔

حدیثِ شفاعت از صحیح بخاری

جسے ابو عبداللہ بخاری نے کتاب التوحید کے باب کلام الرب عزوجل
یوم القیامۃ مع الانبیاء وغیرھم (۹-۱۴۶) اور اس کے بعد کے صفحات
میں ذکر کیا ہے:

(۴۲۸) معبد بن ہلال العنزی نے بیان کرتے ہیں کہ بصرہ کے ہم
کچھ لوگ جمع ہو کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، ہم
اپنے ساتھ ثابت بنانی کو بھی ان کے پاس لے گئے تھے تاکہ وہ ان
سے ہمارے لیے حدیثِ شفاعت کے بارے میں سوال کریں، ہم نے
کیا دیکھا وہ اپنے محل میں ہیں، اور ہم نے انہیں چاشت کی نماز پڑھتے
ہوئے پایا، ہم نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی انہوں نے ہمیں
اجازت دے دی وہ اپنے بستر پہ تھے، ہم نے ثابت سے کہا:
حدیث شفاعت سے قبل ان سے کسی بات کے بارے میں نہ پوچھنا،
انہوں نے کہا: اے ابوحمزہ! بصرہ کے رہنے والے آپ کے بھائی
آپ کے پاس آتے ہیں آپ سے شفاعت سے متعلق حدیث کے
بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں، انہوں نے فرمایا: ہم سے حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ
مضطرب و بے قرار ہو جائیں گے[1] پھر وہ حضرت آدم کے پاس
آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ اپنے رب سے ہماری سفارش

---

[1] یعنی اس دن کی ہولناکی کی شدت کی وجہ سے مضطرب و پریشان ہو جائیں گے۔

کر دیجیے، وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں البتہ تم ابراہیم خلیل الرحمان
کے پاس جاؤ، لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے
وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں تم موسیٰ کے پاس جاؤ، وہ
اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس
جائیں گے وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں تم عیسیٰ کے پاس جاؤ
وہ اللہ تعالیٰ کی روح اور کلمہ (کن فیکون سے پیدا ہوئے) ہیں، لوگ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے: میں اس کا اہل نہیں تم محمد (صلی اللہ
علیہ وسلم) کے پاس جاؤ، وہ میرے پاس آئیں گے میں ان سے کہوں
گا: یہ سفارش میں کروں گا، چنانچہ اپنے رب سے اجازت طلب
کروں گا مجھے اجازت دی جائے گی، اور اللہ تعالیٰ میرے ایسے توصیفی
کلمات میرے دل میں ڈالیں گے جن سے میں ان کی تعریف بیان
کروں گا جو اب میرے ذہن میں نہیں ہیں، میں ان تعریفی کلمات سے
حمد و ثناء بیان کروں گا اور اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا،
مجھ سے ارشاد ہوگا: اے محمد اپنا سر اٹھایئے اور کہیئے آپ کی بات
سنی جائے گی، مانگیئے آپ کو دیا جائے گا، اور سفارش کیجیے سفارش
قبول کی جائے گی، میں کہوں گا: اے رب میری امت پر رحم کھایئے،
میری امت کو بچا لیجیے، ارشاد ہوگا: اے محمد جایئے اور دوزخ سے
ہر اس شخص کو نکال لیجیے جس کے دل میں ایک جو کے برابر بھی
ایمان ہو، چنانچہ میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا، پھر واپس لوٹوں
گا اور انہی توصیفی کلمات سے حمد و ثناء بیان کروں گا پھر سجدہ میں گر
جاؤں گا، ارشاد ہوگا: اے محمد اپنا سر اٹھایئے اور کہیئے آپ کی

بات سنی جائے گی، سوال کیجیے دیا جائے گا، اور سفارش کیجیے سفارش
قبول کی جائے گی، میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت کی
حفاظت فرمایئے، میری امت پر رحم فرمایئے، فرمائیں گے جایئے
اور جس کے دل میں ایک ذرہ یا رائی کے برابر بھی ایمان ہو اسے جہنم سے
نکال لیجیے، چنانچہ میں جاؤں گا اور ایسا ہی کروں گا، پھر واپس لوٹ
کر آؤں گا، اور انہی تعریفی کلمات کے ذریعے حمد و ثناء بیان کروں گا پھر
سجدہ میں گر جاؤں گا، فرمائیں گے: اے محمد! اپنا سر اٹھایئے، بات
کیجیے سنی جائے گی، سوال کیجیے دیا جائے گا اور سفارش کیجیے سفارش
قبول کی جائے گی، میں کہوں گا: اے میرے رب! میری امت کی
حفاظت فرمایئے، اے میرے پروردگار! میری امت پر رحم فرمایئے۔
فرمائیں گے: جاؤ اور جس کے دل میں رائی کے دانے سے بھی کم سے
کم ایمان ہو اسے وہاں سے نکال دو، میں جاؤں گا اور ایسا ہی
کروں گا۔

پھر جب ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس سے نکلے تو میں نے
اپنے بعض ساتھیوں سے کہا: اگر ہم حضرت حسن (بصری) کے پاس
سے ہوتے چلیں (تو کیا ہی اچھا ہو) وہ ابو خلیفہ کے گھر روپوش تھے[1]
ہم ان سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ والی بیان کی ہوئی حدیث
بھی ذکر کر دیں گے، چنانچہ ہم ان کے پاس گئے انہیں سلام کیا انہوں
نے ہمیں اجازت دے دی، ہم نے ان سے کہا: اے ابو سعید! ہم

[1] حضرت حسن بصری حجاج بن یوسف ثقفی کے خوف سے روپوش ہو گئے تھے۔

آپ کے پاس آپ کے برادر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس سے آئے ہیں، شفاعت کے سلسلہ میں انہوں نے جیسی حدیث ہم سے ذکر کی ہے ایسی حدیث ہم نے نہیں سنی، انہوں نے فرمایا: تبلاؤ وہ کیا ہے؟ ہم نے وہ حدیث ان کے سامنے بیان کر دی۔ اور اس حصہ تک جب سنا چکے تو انہوں نے فرمایا: اور تبلاؤ، ہم نے ان سے کہا: انہوں نے اتنی ہی تبلائی تھی اس پر اضافہ نہیں کیا تھا، انہوں نے فرمایا: انہوں نے مجھ سے پوری حدیث بیس سال قبل بیان کی تھی اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ بھول گئے یا پسند ہی نہیں فرمایا کہ تم لوگ اس پر اعتماد کر کے بیٹھ جاؤ گے، ہم نے کہا: اے ابو سعید: وہ حصہ ہمیں سنا دیجئے، تو وہ ہنس دیئے اور فرمایا: انسان جلد باز پیدا ہوا ہے میں نے تمہارے سامنے یہ تذکرہ ہی اسے لیے کیا تھا تاکہ تمہیں یہ حدیث سنا دوں، انہوں (حضرت انس) نے مجھ سے بھی اسی طرح حدیث بیان کی تھی جس طرح تم سے بیان کی تھی، اس میں فرمایا: پھر میں چوتھی مرتبہ لوٹ کر جاؤں گا اور انہی تعریفی کلمات سے حمد و ثنا بیان کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر جاؤں گا، فرمایا جائے گا: اے محمد اپنا سر اٹھایئے، بات کہیئے سنی جائے گی، سوال کیجئے دیا جائے گا اور سفارش کیجئے سفارش قبول کی جائے گی، میں کہوں گا: اے رب! مجھے اس شخص کے بارے میں اجازت دے دیجئے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو، فرمائیں گے: میری عزت جلال اور عظمت و کبریائی کی قسم! میں جہنم سے اس شخص کو ضرور نکالوں گا

جس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہو[1]

۲- احادیث شفاعت از صحیح مسلم

باب اثبات رؤیۃ المؤمنین فی الآخرۃ لربہم سبحانہ وتعالیٰ ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۲-۱۰۷)

(۳۳۹) عطاء بن یزید اللیثی سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ خبر دی ہے کہ چند حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا قیامت کے روز ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں جمگھٹ لگاتے یا دھکا پیل کرتے ہو، عرض کیا: جی نہیں اے اللہ کے رسول، فرمایا: کیا تم ایسا سورج دیکھنے میں ایک دوسرے کو تکلیف پہنچاتے ہو جس کے درمیان بادل حائل نہ ہوں؟ عرض کیا: جی نہیں، فرمایا: تم اپنے رب کو بھی اسی طرح دیکھو گے، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو جمع کر دیں گے اور فرمائیں گے: جو شخص جس کی عبادت کرتا ہو اس کی پیروی کرے، سورج کی پوجا کرنے والے اس کے پیچھے ہولیں گے اور

---

[1] یعنی جس نے ایمان ویقین کے ساتھ دل سے کلمہ پڑھا ہو، منافقوں کی طرح صرف زبان سے پڑھنا کوئی فائدہ نہ پہنچائے گا اسی لیے دوسری روایت میں آتا ہے کہ قیامت کے روز میری شفاعت سے سب سے زیادہ سرخرو وہ ہوگا جو لا الٰہ الا اللہ دل کے یقین وتصدیق کے ساتھ پڑھے۔

چاند کی عبادت کرنے والے اس کی اتباع کریں گے اور بتوں وغیرہ کی
پوجا پاٹ کرنے والے ان کے ساتھ ہو جائیں گے، اور یہ اُمت باقی
رہ جائے گی اس میں منافقین بھی ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس
اس صورت میں آئیں گے جس میں وہ پہچانتے نہ ہوں گے اور فرمائیں گے
میں تمہارا رب ہوں، وہ کہیں گے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے ذریعے آپ سے
پناہ مانگتے ہیں ہم اس وقت تک یہیں رہیں گے جب تک ہمارے
رب نہیں آجاتے۔ جب ہمارے رب آجائیں گے تو ہم ان کو پہچان
لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس اس صورت میں تشریف لائیں گے
جسے وہ پہچانتے ہوں گے اور فرمائیں گے: میں تمہارا پروردگار ہوں،
وہ کہیں گے: آپ ہی ہمارے پروردگار ہیں، لہٰذا ان کی پیروی کریں
گے۔

اور جہنم کے اوپر پل لگا دیا جائے گا میں اور میری امت سب
سے پہلے اسے پار کریں گے، اور اس روز رسولوں کے سوا اور کوئی بات
نہیں کرے گا اور رسولوں کی زبان پر بھی یہ ہوگا: اے اللہ سالم رکھیے،
محفوظ رکھیے، اور جہنم میں ایسے کنڈے ہوں گے جیسے سعدان کے کانٹے
ہوتے ہیں، کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ عرض کیا: جی ہاں
اے اللہ کے رسول، فرمایا: وہ کنڈے سعدان کے کانٹوں کی طرح
ہوں گے البتہ ان کی ضخامت اور حجم کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی
کو نہیں ہے، وہ کنڈے لوگوں کو ان کے اعمال (بد) کی وجہ سے اچک
لیں گے، پھر ان میں سے ایسے بھی ہوں گے جو اپنے اعمال کی وجہ سے
بچ جائیں گے اور ان میں ایسے بھی ہوں گے جنہیں بدلہ دیا جائے گا حتاکہ

وہ نجات پا جائیں، یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان
فیصلہ سے فارغ ہو جائیں گے اور دوزخ والوں میں سے اپنے فضل و
رحمت سے جسے نکالنا چاہیں گے تو فرشتوں کو حکم دیں گے کہ دوزخ
سے ہر اس شخص کو نکال دیں جو اللہ جل شانہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا
ہو، جس پر اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمانا چاہیں گے ان لوگوں میں سے جو لا الٰہ
الا اللہ کہتے ہوں، فرشتے انہیں دوزخ میں پہچان لیں گے، وہ ان کو
سجدہ کے نشانات سے پہچانیں گے، آگ انسان کا سارا جسم کھا جائے
گی سوائے سجدہ کے مقامات کے، اللہ تعالیٰ نے آگ پر سجدہ کے مقامات
کو کھانا حرام کر دیا ہے، چنانچہ وہ آگ سے نکلیں گے ایسی حالت میں کہ
وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، ان پر آب حیات ڈالا جائے گا تو وہ
اس سے ایسے اگیں گے جیسے بارش کے کوڑا کرکٹ میں دانہ بہ کر اگ آتا ہے،
پھر اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ سے فارغ ہو جائیں گے،
اور ایک ایسا شخص باقی رہ جائے گا جس کا چہرہ جہنم کی طرف ہوگا، اور
وہ جنت والوں میں سے سب سے اخیر میں جنت میں داخل ہوگا،
وہ عرض کرے گا: اے رب! میرا چہرہ دوزخ کی آگ کی طرف سے
دوسری طرف پھیر دیجیے اس لیے کہ اس کی گرم ہوا نے مجھے جھلسا دیا
ہے اور اس کی لپیٹ نے مجھے جلا ڈالا ہے، جب تک اللہ تعالیٰ
چاہیں گے وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا، پھر اللہ تبارک و تعالیٰ
فرمائیں گے: اگر میں تیری یہ دعا قبول کر لوں تو تو مجھ سے اور کچھ مانگ
بیٹھے گا؟ وہ کہے گا: میں آپ سے اور کچھ نہیں مانگوں گا، اور
اللہ تعالیٰ سے خوب وعدہ اور عہد کرے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کے

چہرے کو دوزخ کی طرف سے پھیر دیں گے، پھر جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا اور اسے دیکھ لے گا تو جب تک خدا چاہے گا وہ خاموش رہے گا پھر کہے گا: اے رب! ذرا مجھے جنت کے دروازے کے قریب کر دیجئے، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: کیا تو نے یہ عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ تو اس کے سوا کسی اور چیز کا سوال نہیں کرے گا جو میں نے تجھے دے دی ہے؟ اے ابن آدم تیرے لیے ہلاکت ہو تو کتنا غدار ہے، وہ کہے گا: اے رب! اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: اگر میں نے تجھے یہ دے دیا تو پھر تو مجھ سے اور کچھ مانگ بیٹھے گا؟ وہ کہے گا: جی نہیں! آپ کی عزت و جلال کی قسم، اور اللہ تعالیٰ سے خوب عہد و پیمان کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کے دروازے کے قریب کر دیں گے، جب وہ جنت کے دروازے پر کھڑا ہوگا تو جنت اس کے سامنے کشادہ ہو کر آجائے گی اور وہاں موجود خیر و بھلائی اور خوشی و سرور دیکھے گا اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہیں گے کہ وہ خاموش رہے وہ خاموش رہے گا، پھر کہے گا: اے میرے رب! مجھے جنت میں داخل فرما دیجئے، اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: کیا تو نے عہد و پیمان نہیں کیا تھا کہ تو اس کے سوا اور کچھ نہ مانگے گا جو تجھے دیا جا چکا ہے؟ اے ابن آدم تیرے لیے ہلاکت ہو تو کتنا غدار ہے، وہ کہے گا اے رب! میں آپ کی مخلوق کا بدبخت ترین فرد تو نہ بنوں۔ اور پھر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جائیں گے، پھر جب اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو جائیں گے تو فرمائیں گے: تو

جنت میں داخل ہو جا، اور جب وہ جنت میں داخل ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: تو تمنا کر، وہ اپنے پروردگار سے سوال اور تمنا کرے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے یاد دلائیں گے کہ فلاں فلاں چیز مانگ یہاں تک کہ جب اس کی تمنائیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: تجھے یہ سب کچھ دیا جاتا ہے اور اس کا مثل اس کے ساتھ اور بھی۔

عطاء بن یزید کہتے ہیں: اور حضرت ابو سعید حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھے تھے انہوں نے ان کی حدیث پر کوئی رد نہیں کیا یہاں تک کہ جب حضرت ابو ہریرۃ نے بیان کیا کہ اللہ عز و جل اس شخص سے فرمائیں گے: اور اس کا مثل اس کے ساتھ اور بھی تو حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کا دس گنا اس کے ساتھ اور بھی اے ابو ہریرۃ، حضرت ابو ہریرۃ نے فرمایا: میں نے یہی الفاظ یاد کئے ہیں کہ تجھے یہ بھی دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی، حضرت ابو سعید نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ فرمان مبارک یاد کیا ہے: تجھے یہ بھی دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا دس گنا اور بھی، حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ شخص جنت میں داخل ہونے والوں میں سب سے آخری آدمی ہوگا۔

★★★★

شفاعت کے بارے میں صحیح مسلم کی باقی روایات

(۳۴۰) حضرت ھمام بن منبہ سے مروی ہے فرمایا: یہ وہ احادیث

ہیں جو حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سن کر ہم سے بیان کی تھیں جن میں سے یہ بھی ہے:

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں تم میں سے
ایک شخص کا کم از کم ٹھکانہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے:
تمنا کر، وہ تمنا کرے گا اور تمنا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے:
کیا تو نے تمنا کرلی؟ وہ کہے گا: جی ہاں۔ فرمائیں گے: تجھے وہ بھی دیا جاتا
ہے جس کی تو نے تمنا کی اور اتنا ہی اس کے ساتھ اور بھی۔

★★★★

(۴۱۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول!
کیا قیامت کے روز ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! فرمایا: کیا تم دوپہر کو اس سورج کے دیکھنے
میں دھکا پیل کرتے ہو جس کے سامنے بادل نہ ہو؟ اور کیا تم چودھویں
رات کے اس چاند کے دیکھنے میں تکلیف محسوس کرتے ہو یا ایک دوسرے
کو تکلیف پہنچاتے ہو، جب کہ اس کے سامنے بادل نہ ہوں؟ عرض
کیا: جی نہیں اے اللہ کے رسول، فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیدار
میں تم کوئی تکلیف نہیں محسوس کروگے مگر ویسی ہی جیسے چاند سورج
میں سے کسی ایک کے دیکھنے میں محسوس کرتے ہو، جب قیامت
کا دن ہوگا تو ایک ندا دینے والا ندا دے گا: چاہیئے کہ ہر قوم اس کی
اتباع کرے جس کی عبادت کیا کرتی تھی، لہٰذا کوئی ایسا شخص باقی نہیں
رہے گا جو بتوں و پتھروں وغیرہ میں سے کسی غیر اللہ کی عبادت کرتا ہو

مگر یہ کہ وہ سب جہنم میں گر جائیں گے، یہاں تک کہ جب صرف اللہ
تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہی رہ جائیں گے خواہ وہ نیک ہوں یا فاجر
اور اہل کتاب کے باقی ماندہ کچھ لوگ تو پھر یہود کو بلایا جائے گا اور
ان سے کہا جائے گا: تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم
اللہ تعالیٰ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے، ان سے کہا جائے
گا: تم نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بیوی بنائی ہے اور نہ کوئی لڑکا
تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پیاسے ہیں، ہمیں
سیراب کر دیجیے، ان کی طرف اشارہ کیا جائے گا کہ کیا تم سیراب نہ ہوگے؟
چنانچہ وہ آگ کی طرف اس طرح جمع ہوں گے جیسے کہ وہ سراب ہو، اس
آگ کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہوگا اور وہ آگ میں گر جائیں گے۔

پھر عیسائیوں کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا: تم کس
کی عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت
کیا کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا: تم نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ نے
نہ بیوی بنائی ہے نہ بیٹا، اور ان سے کہا جائے گا: تم کیا چاہتے ہو؟
وہ کہیں گے: اے ہمارے رب ہم پیاسے ہو گئے ہیں ہمیں سیراب کر
دیجیے فرمایا: ان کی طرف اشارہ کیا جائے گا کہ کیا تم پانی پینے نہ جاؤ
گے؟ چنانچہ وہ جہنم کی طرف اکٹھا ہو جائیں گے وہ سراب کی طرح معلوم
ہوگی[1] اس کا بعض بعض کو ہضم کر رہا ہوگا، وہ دوزخ میں گر جائیں

---

[1] کافر جہنم کے پاس آئیں گے، پیاسے ہوں گے اسے پانی سمجھیں گے، اس
میں گریں گے اس کی شدت اور تیزی کی وجہ سے بعض بعض کو ختم کر رہا ہوگا۔

گے یہاں تک کہ جب صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جو اللہ جل شانہ
کی عبادت کرتے تھے نیک ہوں یا فاجر تو ان کے پاس رب العالمین
سبحانہ وتعالیٰ اس سے کم نور والی صورت میں تشریف لائیں گے جس میں
انہوں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا، فرمایا: تم کس بات کا انتظار کر رہے
ہو؟ ہر امت اس کی پیروی کرے جس کی عبادت کیا کرتی تھی، وہ
عرض کریں گے: اے ہمارے رب دنیا میں ہم نے لوگوں کو اس وقت
چھوڑ دیا تھا جب ہم ان کے زیادہ محتاج تھے اور اس وقت ہم
ان کے ساتھ نہ رہے، فرمائیں گے: میں تمہارا رب ہوں، وہ کہیں
گے: ہم اللہ تعالیٰ کے ذریعے آپ سے پناہ مانگتے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ
کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے (دو یا تین مرتبہ کہیں گے) یہاں تک
کہ قریب ہو گا کہ ان میں سے بعض اپنی بات سے پھر جائیں، اللہ
تعالیٰ فرمائیں گے: کیا تمہارے اور تمہارے معبود کے درمیان کوئی
ایسی نشانی مقرر ہے جس سے تم اسے پہچان لو؟ وہ کہیں گے: جی ہاں
اللہ تعالیٰ کشف ساق (تجلی) فرمائیں گے، اور پھر کوئی ایسا شخص باقی
نہ رہے گا جو اللہ تعالیٰ کے لیے خود بخود سجدہ کرتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ
اسے سجدہ کی اجازت دے دیں گے، اور کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے
گا جو ریاکاری یا مسلمانوں کے خوف سے سجدہ کرتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ
اس کی پشت کو تختہ کی طرح بنا دیں گے، جب بھی وہ سجدہ کرنا چاہے
گا کمر کے بل گر پڑے گا، پھر وہ اپنا سر اٹھائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی
اس شکل میں نمودار ہوں گے جس میں انہوں نے اسے پہلی مرتبہ دیکھا تھا
اور فرمائیں گے: میں تمہارا رب ہوں، وہ کہیں گے، واقعی آپ ہمارے

پروردگار ہیں۔

پھر جہنم پر پل صراط لگا دیا جائے گا اور شفاعت کا وقت آجائے
گا، اور لوگ یا انبیاء علیہم السلام کہیں گے: اے اللہ سالم و محفوظ
رکھیئے گا، حفاظت فرمائیے گا، پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! پل
صراط کیا ہے؟ فرمایا: پھسلانے اور لڑکھڑانے والا جس میں اچکنے والے
لوہے اور کنڈے لگے ہوں گے اور کانٹے دار گھانس ہو گی جو نجد
میں ہوتی ہے اس میں کانٹے ہوں گے جن کو سعدان کہا جاتا ہے،
مؤمن اس پل پر ایسے گزریں گے جیسے آنکھ کا جھپکنا اور جیسے بجلی
کی چمک، اور جیسے تیز ہوا، اور جیسے پرندہ، اور جیسے عمدہ تیز رفتار
گھوڑے اور اونٹ، بعض نجات پانے والے صحیح سالم رہنے والے
ہوں گے، اور بعض ایسے ہوں گے جو زخمی ہو کر چھوٹ جائیں گے
اور بعض جہنم میں گر جائیں گے، یہاں تک کہ جب مؤمن آگ سے
چھٹکارا حاصل کر لیں گے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے دست
قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی بھی اپنا حق یوں پورا وصول
کرنے میں ان مؤمنوں سے زیادہ تیز نہ ہو گا جو قیامت کے روز
اپنے ان بھائیوں کے لیے مطالبہ کریں گے جو آگ میں ہوں گے۔ وہ
مؤمن کہیں گے: اے ہمارے رب! یہ ہمارے ساتھ روزے
رکھتے، نماز پڑھتے اور حج کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا: تم
جسے پہچانتے ہو اسے نکال لو، چنانچہ ان کی صورتیں آگ پر حرام کر دی
جائیں گی، مسلمان بہت سی مخلوق کو جہنم سے نکالیں گے جن میں سے
بعض کی پنڈلی تک، اور کسی کے گھٹنوں تک، پھر وہ کہیں گے: اے

ہمارے رب! اب جہنم میں کوئی ایک بھی ایسا شخص نہیں رہا جس کے نکالنے کا آپ نے ہمیں حکم دیا ہے، فرمائیں گے: جاؤ جس کے دل میں تم ایک دینار کے برابر بھی خیر دیکھو اس کو وہاں سے نکال دو، چنانچہ وہ بہت سی مخلوق کو نکال دیں گے، پھر کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم نے جہنم میں کسی ایک ایسے شخص کو بھی نہیں چھوڑا جس کے نکالنے کا آپ نے حکم دیا ہو، اللہ تعالیٰ پھر فرمائیں گے جاؤ جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر خیر ہو اسے وہاں سے نکال دو، چنانچہ بہت سی مخلوق کو نکال لیں گے پھر کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! جہنم میں ہم نے کوئی ایسا آدمی نہیں چھوڑا جس کا آپ نے ہمیں حکم دیا ہو، اللہ تعالیٰ پھر فرمائیں گے: جاؤ جس کے دل میں خیر کا ایک ذرہ بھی ہو اسے نکال دو، چنانچہ بہت سی مخلوق کو نکال دیں گے پھر کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے وہاں ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑا جس کے نکالنے کا آپ نے ہمیں حکم دیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جاؤ جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی خیر ہو اسے بھی نکال دو، چنانچہ ایک بڑی مخلوق کو وہاں سے نکال دیں گے پھر کہیں گے: اے ہمارے پروردگار ہم نے وہاں (جہنم میں) کسی خیر کو نہیں چھوڑا۔

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اگر تم اس حدیث کے سلسلہ میں میری تصدیق نہیں کرتے تو پھر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:

«إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا»

النساء - ۴۰

بے شک اللہ ایک ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرے گا اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے اجر عظیم دے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: فرشتوں نے سفارش کر لی، نبیوں نے سفارش کر لی، اور مؤمنوں نے سفارش کر لی اب ارحم الراحمین میں ہی رہ گیا ہوں، چنانچہ ایک مٹھی بھر کر دوزخ سے ایک ایسی قوم کو نکال دیں گے جنہوں نے کبھی کوئی خیر نہیں کی ہوگی، اور وہ جل کر کوئلہ بن چکے ہوں گے، پھر انہیں جنت کے کنارے پر اس نہر میں ڈال دیں گے جسے نہر حیات کہا جاتا ہے، وہ اس سے ایسے نکلیں گے جیسے سیلاب کے کوڑا کرکٹ میں دانا اگتا ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ پتھر یا درخت کے پاس ہوتا ہے، جو دھوپ میں ہو وہ زرد یا ہرا سا ہوتا ہے جو سائے میں ہو وہ سفید ہوتا ہے، انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آپ جنگل میں جانور چرایا کرتے تھے، فرمایا: وہ لوگ وہاں سے ایسے صاف ستھرے بن کر نکلیں گے جیسے موتی، ان کے گلے میں طوق پڑے ہوں گے، اہل جنت ان کو پہچان لیں گے (وہ کہیں گے) یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلا کسی عمل اور پہلے سے آگے بھیجی ہوئی نیکی کے جنت میں داخل کیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جنت میں داخل ہو جاؤ، تم جس چیز کو دیکھو گے وہ تمہاری ہے، وہ کہیں گے: اے

ہمارے پروردگار! آپ نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو دو جہان میں کسی کو نہیں عطا کیا، ان سے فرمایا جائے گا: تمہارے لیے میرے پاس اس سے بھی افضل و اعلیٰ ہے، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! اس سے افضل اور کیا چیز ہوگی؟ فرمائیں گے: میری رضا و خوشنودی لہٰذا اب میں تم پر اس کے بعد کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں: بغیر کسی عمل اور بلا کسی خیر کے کام کے کئے ہوتے جسے انہوں نے آگے بھیجا ہو، پھر ان سے کہا جائے گا: تمہارے لیے وہ ہے جو تم نے دیکھا اور اس جتنا اور بھی۔

اور امام مسلم باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين من النار[1] (۲-۱۲۸) پر کہتے ہیں ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی:

---

[1] امام نووی لکھتے ہیں: قاضی عیاض فرماتے ہیں: اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عقلاً شفاعت جائز ہے اور ادلہ قرآنیہ و احادیثیہ کی وجہ سے واجب امر ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

«يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا» طٰہٰ - ۱۰۹

اس روز شفاعت (کسی کو) نفع نہ دے گی مگر اس شخص کو جس کے حق میں خدائے رحمٰن نے اجازت دے دی ہو اور اس کے حق میں اس نے پسند کر لیا ہو۔

اور فرمایا

«وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ» الانبیاء - ۲۸

اور وہ شفاعت بھی نہیں کر سکتے (کسی کی) بجز اسکے کہ جس کیلئے (اللہ کی) مرضی ہو۔

اور اس کے علاوہ اس جیسی دوسری آیات، اور ذخیرۂ احادیث میں اتنی تعداد مروی ہے جو مجموعہ کے اعتبار سے حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں جن سے آخرت میں سفارش کے ہونے اور گناہگاروں کے لیے شفاعت کے ہونے کا ثبوت ملتا ہے اس پر سلف و خلف وغیرہ اہل سنت کا اجماع ہے۔ خوارج اور بعض معتزلہ اس کے قائل نہیں ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ گناہگار دوزخ میں رہیں گے اور درج ذیل آیت سے استدلال کرتے ہیں:

«فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ» المدثر - ۴۸

سو ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش (کوئی) نفع نہ دے گی۔

اور فرمایا:

«مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ» المؤمن - ۱۸

ظالموں کا نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ سفارشی جس کی بات مان ہی لی جائے۔

حالانکہ یہ آیات کافروں کے بارے میں ہیں:

احادیثِ شفاعت میں وہ یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ سفارشات درجات کی بلندی کے لیے ہوں گی، لیکن یہ تاویل لغو و باطل ہے اور احادیث کے الفاظ ان کے مذہب کے بطلان پر صریح طور پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ یہاں احادیث میں بھی مذکور ہے کہ کافر کے علاوہ مومنوں کو دوزخ سے نکالا جائے گا۔

شفاعت کی پانچ قسمیں ہیں:

۱۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور یہ ہے فیصلہ کے لیے شفاعت تاکہ موقف کی ہولناکی اور شدت سے نجات ملے جلد از جلد حساب کتاب ہو۔

(۳۴۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں داخل فرمائیں گے، جسے چاہیں گے اپنی رحمت سے داخل فرما دیں گے، اور دوزخ والوں کو دوزخ میں داخل کرنے کے بعد فرمائیں گے: دیکھو جس کے دل میں تم ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان پاؤ اسے دوزخ سے نکال لو، چنانچہ انہیں وہاں سے نکالا جائے گا کوئلے کی طرح ہوں گے جل چکے ہوں گے، پھر انہیں نہر حیات یا نہر حیا (بارش) میں ڈال دیا جائے گا، وہ اس میں ایسے اگیں گے جیسے دانا سیلاب کے کنارے پر اگتا ہے کیا تم نے اسے دیکھا نہیں کہ وہ کس طرح زرد رنگ کا گٹھا ہوا سا ہوتا ہے۔

مسلم نے اسے مذکورہ بالا باب میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ

۲۔ جنت میں ایک قوم کو بلا حساب داخل کرنے کی سفارش، یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوگی۔

۳۔ ان لوگوں کے لیے شفاعت جنہوں نے اپنے لیے جہنم کو واجب کر لیا ہوگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جو مومن اللہ چاہیں گے ان کے لیے سفارش کریں گے۔

۴۔ ان گناہگاروں کے لیے شفاعت جو دوزخ میں داخل ہو چکے ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم، فرشتوں اور صالح مومنوں کی سفارش سے نکالا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھا ہوگا اسے جہنم سے نکالیں گے۔

۵۔ جنت والوں کے رفع درجات کی شفاعت اس کا معتزلہ بھی انکار نہیں کرتے اور اسی طرح میدان حشر کی شفاعت کے بھی وہ منکر نہیں ہیں۔

قسطلانی (۲-۱۳۱) امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

(۳۴۳) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: لیکن وہ دوزخ والے جو وہاں رہنے والے ہوں گے وہ نہ اس میں رہیں گے نہ زندہ ہوں گے [1] لیکن کچھ لوگ ایسے ہوں گے جنہیں ان کے گناہوں (یعنی خطایا) کی وجہ سے دوزخ کی آگ پہنچے گی، اللہ تعالیٰ انہیں ایک مرتبہ مارے گا [2] یہاں تک کہ

---

[1] یعنی وہ کافر جو ہمیشہ اس میں رہیں گے وہ اس میں نہ کبھی مریں گے نہ انہیں ایسی زندگی نصیب ہوگی جس سے فائدہ اٹھا سکیں اور راحت و آرام سے رہ سکیں ارشاد خداوندی ہے۔

(لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَفُورٍ) فاطر- ۳۶

تو ان کی قضا آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ ان سے دوزخ کا عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا ایسی ہی سزا ہم ہر کافر کو دیتے ہیں۔

اور فرمایا:

(لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ) طہ-۷۴ اس میں وہ نہ مرے گا اور نہ جئے گا۔

[2] قاضی عیاض لکھتے ہیں: اس کی دو شکلیں ہیں۔

۱۔ حقیقی موت

۲۔ حقیقی موت مراد نہ ہو بلکہ یہ مراد ہو کہ ان سے احساس الم ختم کر دیا جائے گا، یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو ہلکا درد والم ہو۔ موت سے حقیقی موت مراد ہے اس کے بعد جہنم میں ڈالا جائے گا جل کر کوئلہ ہو جائیں گے پھر وہاں سے نکال کر نہر حیات میں ڈالا جائے گا۔

جب وہ کوئلہ بن جائیں گے تو سفارش کی اجازت دی جائے گی
انہیں جماعت در جماعت لایا جائے گا اور جنت کی نہروں میں پھیلا
دیا جائے گا، پھر ارشاد ہوگا: اے اہل جنت ان پر پانی بہا دو، وہ
اس طرح اگیں گے جس طرح وہ دانہ اگتا ہے جو سیلاب کے کوڑا کرکٹ میں
گر جاتا ہے، ایک صاحب نے عرض کیا: ایسا معلوم ہوتا ہے گویا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جنگل و دیہات میں رہا کرتے ہوں۔

(۴۴۴) امام مسلم رحمۃ اللہ اسی باب میں لکھتے ہیں ملاحظہ ہو حاشیہ
قسطلانی (ص ۱۳۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں جانتا ہوں کہ جہنم سے
سب سے آخر میں کس شخص کو نکالا جائے گا اور جنت میں سب سے آخر
میں کون داخل ہوگا؟ ایک شخص ہوگا جو دوزخ سے گھسٹتا ہوا نکلے گا
اللہ تبارک و تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: جا جنت میں داخل ہو جا،
فرمایا: وہ وہاں آئے گا اس کو یہ محسوس ہوگا کہ جنت بھری ہوئی
ہے، وہ واپس لوٹ جائے گا اور عرض کرے گا: اے رب! میں
نے اسے بھرا ہوا پایا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جاؤ جنت میں داخل
ہو جاؤ، چنانچہ وہ وہاں آئے گا اور اس کو پھر یہی محسوس ہوگا کہ وہ
بھری ہوئی ہے، وہ واپس لوٹ جائے گا اور عرض کرے گا، اے رب!
وہ تو بہت بھری ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ارشاد فرمائیں گے:
جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ اس لیے کہ تمہارے لیے دنیا جتنا اور
اس کا دس گنا اور بھی ہے یا یہ فرمایا: دنیا کا دس گنا تمہارے

لیے ہے، فرمایا: وہ عرض کرے گا: اے بادشاہ ذات! کیا آپ
مجھ سے مذاق فرما رہے ہیں یا میرے ساتھ ہنسی ٹھٹھا کر رہے ہیں؟[۱]

---

[۱] اس بارے میں تین قول ہیں:

۱۔ یہ مقابلۃً منہ سے نکلا چونکہ اس نے بار بار عہد کیا تھا کہ کچھ نہ مانگے گا
لیکن پھر وعدہ خلافی کی تو اس کا غدر گویا مذاق کے قائم مقام شمار کیا اور
مذاق کا عوض مذاق قرار دیا اور فرمایا: کیا آپ مجھے طمع دلا کر سزا
دے رہے ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ سے مذاق واستہزاء کی نفی کرنا چونکہ اس سے یہ چیز صادر
ہو ہی نہیں سکتی گویا وہ یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ میرا مذاق
نہیں اڑا سکتے اس لیے کہ آپ رب العالمین ہیں اور آپ نے مجھے جو عطا
فرمایا ہے وہ حق ہے، لیکن تعجب خیز بات یہ ہے کہ آپ نے مجھے یہ
سب کچھ عطا فرمایا حالانکہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔

۳۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس شخص سے خوشی و سرور
اور خلاف توقع ایسی چیز کے ملنے کی وجہ سے یہ کلام صادر ہوا جو
اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی، اس لیے اپنی زبان پر قابو نہ رکھ
سکا اور خوشی میں یہ کلمات اس کے منہ سے نکل گئے ان کی حقیقت مراد
نہیں ہے، بلکہ جیسے دنیا میں مخلوق سے بات کرتا تھا حسب عادت وہی
انداز یہاں بھی اختیار کر بیٹھا، اور یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا حدیث
میں آتا ہے کہ ایک شخص خوشی سے اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا اور یوں گویا
ہوا: آپ میرے بندے ہیں میں آپ کا رب ہوں۔

فرمایا: میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہنس دیئے
یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں، فرمایا: کہا جاتا تھا کہ یہ شخص
جنت میں سب سے کم مرتبہ والا ہوگا۔

★★★★

(۳۴۵) ایک اور روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ سے اسی طرح مروی ہے البتہ انہوں نے یہ فرمایا: ایک شخص وہ
ہوگا جو گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا، اس سے کہا جائے گا: جا جنت
میں داخل ہوجا، وہ جائے گا اور جنت میں داخل ہوجائے گا، وہ
یہ دیکھے گا کہ لوگوں نے پہلے سے جگہوں کو اپنے قبضے میں لے لیا ہے،
اس سے کہا جائے گا: کیا تمہیں وہ زمانہ بھی یاد ہے جو تم پر گزر چکا؟
وہ عرض کرے گا: جی ہاں! اس سے کہا جائے گا: تو تمنا و آرزو کر،
چنانچہ وہ تمنا کرے گا، اس سے کہا جائے گا: تجھے وہ دیا جاتا ہے
جس کی تو نے تمنا کی اور دنیا کا دس گنا اور بھی، فرمایا: وہ کہے گا: کیا آپ
مجھ سے مذاق فرمارہے ہیں۔ آپ تو بادشاہ ہیں؟ فرمایا: میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ آپ کی
داڑھیں ظاہر ہوگئیں۔

حدیث شفاعت اور جنت میں آخری داخل ہونے والے شخص
والی حدیث کا تابع از صحیح مسلم فرماتے ہیں:

(۳۴۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
جنت میں سب سے اخیر میں جو شخص داخل ہوگا وہ کبھی چلے گا کبھی

منہ کے بل گر پڑے گا اور کبھی دوزخ کی آگ اس کے چہرے کو جلا
دے گی، جب وہ اس سے آگے بڑھ جائے گی تو دوزخ کی
طرف متوجہ ہوکر اس سے کہے گا: برکت والی ہے وہ ذات جس
نے مجھے تجھ سے نجات دلائی، اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ نعمت عطا کی
ہے جو اگلوں پچھلوں میں سے کسی کو عطا نہ کی ہوگی، پھر ایک درخت
اس کے سامنے کر دیا جائے گا وہ کہے گا: اے رب! مجھے اس
درخت کے قریب کر دیجیے تاکہ میں اس کے سایے سے فائدہ اٹھا
لوں اور اس کے پانی سے سیرابی حاصل کرلوں، اللہ عز وجل فرمائیں
گے: اے ابن آدم! ممکن ہے اگر میں تمہاری یہ خواہش پوری کردوں
تو تم مجھ سے اور کچھ مانگ بیٹھو گے، وہ کہے گا: جی نہیں! اے میرے
رب (ایسا نہ ہوگا) اور اللہ تعالیٰ سے عہد کرے گا کہ اس کے سوا
کچھ اور نہ مانگے گا، اور اللہ تعالیٰ اسے معذور سمجھیں گے اس لیے کہ
وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس پر صبر نہ کر سکے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ
اسے اس درخت کے قریب کر دے گا، وہ اس کے سایہ سے
فائدہ اٹھائے گا اور اس کے پانی سے پانی پیئے گا، پھر اس کے
سامنے ایک اور درخت آئے گا جو پہلے سے زیادہ عمدہ ہوگا، وہ
کہے گا: اے رب! مجھے اس درخت کے قریب کر دیجیے تاکہ اس
کا پانی پی لوں اور اس کے سایے سے سایہ حاصل کرلوں، میں آپ
سے اس کے علاوہ اور کچھ نہ مانگوں گا:

اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ
نہیں کیا تھا کہ مجھ سے اس کے علاوہ اور کچھ نہ مانگے گا؟ اور فرمائیں گے:

اگر میں نے تجھے اس کے قریب کر دیا تو تو مجھ سے اور کچھ مانگ بیٹھے گا، اور اللہ تعالیٰ اسے معذور سمجھیں گے اس لیے کہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس پر وہ صبر نہ کر سکے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے اس کے قریب کر دیں گے، وہ اس درخت کے سایے میں بیٹھے گا، اس کا پانی پیے گا، جنت کے دروازے پر اس کے سامنے ایک اور درخت نمودار ہوگا جو پہلے والے دونوں درختوں سے زیادہ بہتر ہوگا، وہ کہے گا: اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دیجیے تاکہ اس کے سایے میں بیٹھوں، اس کا پانی پیوں۔ میں آپ سے اس کے سوا اور کچھ نہ مانگوں گا، فرمائیں گے: اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ اس کے سوا مجھ سے اور کچھ نہ مانگے گا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں اے پروردگار! بس یہ دعا اور قبول کر لیجیے اب اس کے بعد اور کچھ نہ مانگوں گا، اور اللہ تعالیٰ اسے معذور سمجھیں گے اس لیے کہ وہ ایسی چیز دیکھ رہا ہوگا جس سے صبر نہ کر سکتا ہوگا، لہذا اسے اس درخت کے قریب کر دیں گے، پھر جب اسے اس درخت کے قریب فرما دیں گے، وہ جنت والوں کی آواز سنے گا اور عرض کرے گا: اے رب! مجھے جنت میں داخل فرما دیجیے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے ابن آدم! تیرا پیٹ کون بھرے گا! اگر تو مجھ سے اور کچھ نہ مانگے، کیا تجھے یہ پسند ہے کہ میں تجھے دنیا اور اس کے ساتھ اس کا مثل اور بھی دے دوں؟ وہ کہے گا: اے رب کیا آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہو حالانکہ آپ تو رب العالمین ہیں؟ یہ فرما کر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہنسنے لگے

اور فرمایا: کیا تم مجھ سے پوچھتے نہیں کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ ہم نے ان سے پوچھا آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ فرمایا: اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہنسے تھے، صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: رب العالمین کے ہنسنے کی وجہ سے جب اس شخص نے یہ کہا کہ: کیا آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں حالانکہ آپ تو رب العالمین ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا ہوں، میں تو جو چاہوں کر سکتا ہوں۔

★★★★

میں کہتا ہوں: یہاں تک کہ میں نے ان روایات کا اکثر حصہ ذکر کر دیا ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ذکر کی ہے اور اس کے علاوہ بہت سی روایات رہ گئی ہیں لیکن ان میں اور جو میں نے یہاں نقل کی ہیں ان میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے، اس لیے انہی پر اکتفا کرتا ہوں، لیکن یہ بات یاد رہے کہ عام طور سے جو روایات میں نے ذکر کی ہیں ان میں زیادتی یا اسلوب کا ایسا فرق ہے جس سے دوسری روایت مستغنی نہیں کر سکتی، یہاں بہت سی روایات ذکر کرنے کا یہی سبب ہے۔ البتہ بعض وہ روایات جنہیں میں نے ذکر نہیں کیا ہے ان میں ایسی زیادتی پائی جاتی ہے جس کا ذکر کرنا ضروری ہے اور وہ یہ:

فرمایا: پھر وہ اپنے گھر میں داخل ہوگا تو بڑی آنکھوں والی حوروں میں سے اس کی دو بیویاں اس کے پاس آئیں گی اور اس سے کہیں گی: تمام تعریفیں اس اللہ جل شانہ کے لیے ہیں جس نے تمہیں ہمارے لیے زندہ رکھا اور ہمیں تمہارے لیے، فرمایا! وہ کہے گا جو

کچھ مجھے دیا گیا ہے ایسا کسی کو نہیں دیا گیا ہو گا۔

★★★★

۳- حدیثِ شفاعت از سننِ نسائی

باب زیادۃ الإیمان (۸-۱۱۲، ۱۱۳)

(۴۴۷) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا میں اپنے حق کے حاصل کرنے کے لیے کوئی شخص اتنا جھگڑا نہیں کرے گا جتنا جھگڑا مؤمنین اپنے پروردگار سے اپنے ان بھائیوں کے لیے کریں گے جو جہنم میں داخل کیے جا چکے ہوں گے، فرمایا: وہ کہیں گے: اے ہمارے پروردگار ہمارے بھائی ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے اور ہمارے ساتھ حج کرتے تھے آپ نے انہیں دوزخ میں داخل فرما دیا؟! فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جاؤ جن کو پہچانتے ہو ان کو وہاں سے نکال لاؤ، فرمایا: وہ ان کے پاس آئیں گے اور انہیں ان کی شکلوں سے پہچان لیں گے، ان میں کسی کو آگ نے نصف پنڈلیوں تک کھایا ہو گا اور بعض کو ٹخنوں تک یہ انہیں وہاں سے نکال لیں گے، اور کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم نے ان لوگوں کو نکال دیا ہے جن کے نکالنے کا آپ نے ہمیں حکم دیا ہے، فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ان لوگوں کو نکال دو جن کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان ہو، پھر فرمایا: جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر ہو حتاکہ فرمائیں گے: جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو، ابو سعید کہتے ہیں: جو تصدیق نہ کرتا ہو

ہو اسے یہ آیت پڑھنا چاہیئے:

((إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا)) النساء - ۴۸

اللہ اس کو تو بے شک نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے لیکن اس کے علاوہ جس کسی کو بھی چاہے گا بخش دے گا.....!

★★★★

۴- حدیثِ شفاعت از جامع ترمذی

باب ما جاء فی الشفاعۃ (۲-۷۰)، اور اس کے بعد:

(۴۴۸) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا، اور آپ کو دست پیش کی گئی، آپ نے اسے تناول فرمالیا۔ دست آپ کو پسند تھی آپ نے اس کا گوشت دانت سے چھڑا کر کھایا پھر فرمایا: میں قیامت کے روز تمام لوگوں کا سردار ہوں گا، تم جانتے ہو ایسا کیوں ہو گا؟ اللہ تعالیٰ اگلوں پچھلوں سب کو ایک کھلی جگہ میں جمع کریں گے، اعلان کرنے والا انہیں سنائے گا اور ان کی آنکھیں سب کچھ دیکھیں گی، اور سورج ان سے قریب تر ہو جائے گا، لوگوں کو اتنی پریشانی اور تکلیف ہو گی جو ان کی طاقت سے باہر ہو گی اور وہ اسے برداشت نہ کر سکیں گے، بعض بعض سے کہیں گے: کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہیں کتنی سخت تکلیف پہنچ رہی ہے؟ کیا تم کوئی ایسا شخص تلاش نہیں کرتے جو تمہارے رب سے تمہاری سفارش کر دے؟ لوگ ایک دوسرے

سے کہیں گے: چلو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلتے ہیں چنانچہ
ان کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے: آپ تمام انسانوں
کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا
کیا، اور آپ میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور فرشتوں کو حکم
دیا انہوں نے آپ کو سجدہ کیا، آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش
کر دیجیے، کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں؟ کیا
آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کو کتنی تکلیف پہنچی ہے، حضرت آدم علیہ السلام
ان سے فرمائیں گے: آج میرے پروردگار اتنے سخت ناراض ہوئے ہیں
کہ اتنا ناراض نہ اس سے پہلے کبھی ہوئے نہ اس کے بعد کبھی ہوں
گے، اور انہوں نے مجھے درخت کا پھل کھانے سے منع کیا تھا لیکن
میں نے ان کی بات نہ مانی، میری توبہ، میری توبہ، میری توبہ، تم میرے
علاوہ کسی اور کے پاس چلے جاؤ، نوح کے پاس جاؤ، چنانچہ لوگ
حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے حضرت
نوح! آپ روئے زمین پر بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں اور اللہ
تعالیٰ نے آپ کا نام شکر گزار بندہ رکھا ہے، آپ اپنے رب سے
ہمارے لیے سفارش کر دیجیے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس پریشانی
میں گرفتار ہیں؟ کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم پر کیا کچھ گزر گیا ہے؟ حضرت
نوح ان سے فرمائیں گے: آج میرے پروردگار ایسا سخت غصے
ہوئے ہیں کہ نہ اس سے قبل کبھی ایسے غصے ہوئے اور نہ اس
کے بعد کبھی ایسے غصہ ہوں گے، اور مجھے ایک مقبول دعا ملی تھی۔

جو میں اپنی قوم کے خلاف استعمال کر چکا ہوں[1]، میری توبہ، میری توبہ،
میری توبہ، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، ابراہیم کے پاس
جاؤ، چنانچہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور
کہیں گے: اے ابراہیم! آپ اہلِ ارض میں سے اللہ تعالیٰ کے نبی
اور خلیل ہیں آپ ہمارے لیے اپنے پروردگار سے سفارش کر دیجیے
کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس پریشانی میں ہیں؟ وہ کہیں گے: آج میرے
پروردگار اتنے سخت غصے ہوئے ہیں کہ ایسا غصے نہ کبھی پہلے ہوئے
تھے اور نہ اس کے بعد ایسا غصے ہوں گے، اور میں نے (ظاہری
اعتبار سے) تین جھوٹ بولے تھے (ابوحیان نے انہیں حدیث
میں ذکر کیا)، میری توبہ، میری توبہ، میری توبہ، میرے علاوہ کسی اور

---

[1] اللہ تعالیٰ نے اسے اس طرح ذکر کیا ہے:

رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ	اے میرے پروردگار زمین پر کافروں
مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا إِنَّكَ	میں سے ایک باشندہ بھی (جیتا)
إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ	مت چھوڑ اگر تو انہیں رہنے دے
وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا	گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ ہی کرتے
⁂ ⁂ ⁂	رہیں گے اور ان کے محض کافر
نوح - ۲۶ و ۲۷	و فاجر ہی اولاد پیدا ہوتی رہے گی

اس سے قبل یہ آیا تھا کہ میں اپنے اس لڑکے کے لیے دعا کر چکا ہوں
جس کے لیے دعا نہیں کرنا چاہیے تھی ہو سکتا ہے انہوں نے دونوں باتیں ذکر
کی ہوں، ہر راوی نے ایک ایک ذکر دی، ایسے دونوں میں کوئی منافات بھی نہیں ہے۔

کے پاس جاؤ، موسیٰ کے پاس جاؤ، چنانچہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور تخاطب سے نواز کر آپ کو انسانوں پر فضیلت بخشی، آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجیے! کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس پریشانی میں ہیں؟ وہ کہیں گے: میرے رب آج اتنے سخت غصے میں ہیں کہ اتنے نہ اس سے قبل کبھی غصہ ہوئے نہ اس کے بعد کبھی ایسے غصہ ہوں گے، اور میں ایک شخص کو مار چکا ہوں جس کے قتل کا مجھے حکم نہیں دیا گیا تھا، میری توبہ، میری توبہ، میری توبہ، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، چنانچہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے: اے عیسیٰ علیہ السلام آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلمہ ہیں جسے اس نے حضرت مریم کے پاس القاء فرمایا اور اس کی خصوصی روح ہیں، اور آپ نے مہد ہی میں لوگوں سے بات کی تھی، آپ اپنے پروردگار سے ہماری سفارش کر دیجیے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس پریشانی میں ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میرے پروردگار آج اتنے سخت غصہ ہیں کہ اتنا غصہ نہ آج سے قبل کبھی ہوئے اور نہ کبھی آئندہ اتنے غصہ ہوں گے، انہوں نے اپنی کوئی بھول ذکر نہیں کی، میری توبہ، میری توبہ، میری توبہ، میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ، فرمایا: پھر وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائیں گے اور کہیں گے:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں، اور آپ کے اگلے پچھلے سب معاف کر دیئے گئے ہیں، آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجیے، کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ ہم کس پریشانی میں ہیں؟ چنانچہ میں جاؤں گا، عرش کے نیچے سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر ایسے توصیفی و تعریفی کلمات القاء فرمائیں گے جو مجھ سے قبل کسی پر القاء نہیں فرمائے، پھر ارشاد ہوگا: اے محمد! اپنا سر اٹھا لیجیے، سوال کیجیے آپ کو دیا جائے گا، سفارش کیجیے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، چنانچہ میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا: اے میرے رب میری امت پر رحم فرمائیے، اے میرے رب میری امت پر فضل فرمائیے، اے میرے رب میری امت پر رحم

★★★★

فرمائیے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اے محمد! اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جنت کے دروازوں میں سے دائیں دروازے سے داخل فرما دیجیے جن پر حساب کتاب نہیں ہے، اور یہ لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ اس کے علاوہ دوسرے دروازوں سے بھی جنت میں جا سکتے ہیں، پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جنت کی دونوں چوکھٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ مکہ مکرمہ اور حمیر کے درمیان ہے اور جتنا فاصلہ مکہ اور بُصریٰ کے درمیان ہے:

امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

۵۔ حدیثِ شفاعت از سنن ابنِ ماجہ باب الایمان (۱-۱۶)

(۳۴۹) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب مؤمنوں کو دوزخ کی آگ سے نجات دے دیں گے اور مامون ہو جائیں گے تو تم میں سے کوئی شخص اپنے حق کے لیے دنیا میں اتنا جھگڑا کرنے والا نہ ہو گا جتنا جھگڑا مؤمن اللہ تعالیٰ سے اپنے ان بھائیوں کے لیے کریں گے جو دوزخ میں داخل کئے گئے ہوں گے، فرمایا: کہیں گے: اے ہمارے رب: ہمارے بھائی ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے، ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے اور ہمارے ساتھ حج کرتے تھے۔ آپ نے انہیں دوزخ میں داخل فرما دیا ہے! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جاؤ تم ان میں سے جن کو پہچانتے ہو وہاں سے نکال لاؤ، وہ ان کے پاس آئیں گے اور انہیں ان کی شکلوں سے پہچان لیں گے،[۱]

---

[۱] اس حدیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آگ پورا چہرہ نہیں کھائے گی۔ اس لیے کہ وہی انسان کی صورت ہوا کرتا ہے، دوزخ کی آگ پر سجدہ کی جگہ کو حرام کر دیا گیا ہے جن میں سے پیشانی بھی ہے، اللہ تعالیٰ پورے چہرے کا یہ اکرام فرمائیں گے۔ تو آگ کو اسے جلانے سے روک دیں گے، اس لیے کہ پورا چہرہ اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرتا ہے، مسلم کی ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک قوم دوزخ کی آگ سے جلی ہوئی نکلے گی سوائے چہرے کے اطراف کے، لیکن ابنِ ماجہ کی یہ حدیث اس بات کو تقویت بہم پہنچاتی ہے کہ پورا چہرہ محفوظ رہے گا۔

آگ ان کی صورت ختم نہیں کرے گی، ان میں سے بعض ایسے ہوں گے جن کی نصف پنڈلی تک آگ نے کھا لیا ہو گا اور بعض کے ٹخنوں تک، چنانچہ وہ انہیں وہاں سے نکال لیں گے اور عرض کریں گے: اے ہمارے رب: آپ نے جن کے نکالنے کا ہمیں حکم دیا تھا ہم نے انہیں نکال لیا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: اس کو نکال دو جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی ایمان ہو، پھر وہ جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر ایمان ہو پھر وہ جس کے دل میں رائی کے ایک دانے کے برابر ایمان ہو۔

ابو سعید فرماتے ہیں: جو اس کی تصدیق نہ کرے وہ یہ پڑھے:

"اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا"

النساء - ۴۰

بے شک اللہ ایک ذرہ بھر سے ظلم نہیں کرے گا اور اگر ایک نیکی ہو گی تو اسے دو گنا کر دے گا اور اپنے پاس سے اجرِ عظیم دے گا۔

★★★

تابع حدیث ابنِ ماجہ بسلسلۂ شفاعت

جسے ابنِ ماجہ نے (۲-۳۰۲ و ۳۰۳) پر ذکر کیا ہے:

(۳۵۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت میں مؤمن جمع ہوں گے، ان کے دل میں ڈالا جائے گا یا انہیں فکر ہو گی (راوی سعید کو شک ہے کہ کون سا جملہ کہا)، وہ کہیں گے: اگر ہم اپنے رب کے پاس سفارش

کے لیے کسی کو سفارشی بنالیں تو کتنا اچھا ہوتا کہ وہ ہمیں اس موقف کے عذاب سے نجات دے، چنانچہ وہ حضرت آدم کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: آپ حضرتِ آدم ہیں، تمام لوگوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا، آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کر دیجئے تاکہ وہ ہمیں اس جگہ کے عذاب سے نجات دے دیں، وہ فرمائیں گے: میں اس کا اہل نہیں ہوں، اور ان کے سامنے اپنی اس بھول کی شکایت و تذکرہ کریں گے جو ان سے ہو گئی تھی، اور اس کی وجہ سے سفارش کرنے میں حیا کریں گے، وہ کہیں گے: تم نوح کے پاس جاؤ، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سب سے پہلے رسول ہیں جو روئے زمین کی طرف بھیجے گئے تھے، چنانچہ لوگ ان کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے: میں اس لائق نہیں ہوں اور وہ اپنے اس سوال کو یاد کریں گے جو انہوں نے بلاعلم اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اور اس کی وجہ سے حیاء کریں گے، فرمائیں گے: تم لوگ خلیل الرحمٰن ابراہیم کے پاس جاؤ، یہ ان کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں، تم لوگ موسیٰ کے پاس جاؤ اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور انہیں تورات دی، لوگ ان کے پاس جائیں گے، وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں، اور وہ بلا قصاص اس انسان کے قتل کرنے کو یاد کریں گے، فرمائیں گے: تم عیسیٰ کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول اور اس کے کلمہ و روح ہیں، لوگ

ان کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے: میں اس کا اہل نہیں تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ، اللہ تعالیٰ کے وہ بندے جن کے اگلے پچھلے اللہ تعالیٰ نے سب معاف فرما دیئے ہیں، فرمایا: وہ میرے پاس آئیں گے، میں جاؤں گا اور مؤمنوں کی دو صفوں کے درمیان سے گزروں گا اور اپنے پروردگار سے اجازت طلب کروں گا، مجھے اجازت دی جائے گی، جب میں ان کو دیکھوں گا تو سجدے میں گر جاؤں گا، اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے مجھے سجدے میں رکھیں گے، پھر ارشاد ہو گا اے محمد سر اٹھایئے، آپ بات کیجئے آپ کی بات سنی جائے گی اور آپ سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا، اور آپ سفارش کیجئے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، چنانچہ میں اللہ تعالیٰ کی ان کلمات سے حمد و ثناء بیان کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھائیں گے، پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں انہیں جنت میں داخل کر دوں گا، پھر دوبارہ لوٹوں گا اور جب اپنے پروردگار کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا، اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے مجھے سجدہ میں رکھیں گے پھر مجھ سے ارشاد ہو گا: اے محمد سر اٹھایئے، کہیئے بات سنی جائے گی اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا، اور سفارش کیجئے آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، میں اپنا سر اٹھاؤں گا اور ان کلمات ثنائیہ سے تعریف و توصیف کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے سکھائیں گے، پھر میں سفارش کروں گا تو میرے لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی اور میں انہیں جنت میں داخل کر دوں گا، پھر تیسری مرتبہ واپس لوٹوں گا، پھر

جب اپنے پروردگار کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ
جب تک چاہیں گے مجھے سجدہ میں چھوڑے رکھیں گے پھر فرمایا
جائے گا: اے محمد سر اٹھایئے، بات کیجیے سنی جائے گی اور سوال
کیجیے دیا جائے گا اور سفارش کیجیے سفارش قبول کی جائے گی،
چنانچہ میں سر اٹھاؤں گا اور اپنے رب کی ان کلمات سے حمد بیان
کروں گا جو وہ مجھے سکھائیں گے پھر میں سفارش کروں گا اور میرے
لیے ایک حد مقرر کر دی جائے گی اور میں ان کو جنت میں داخل
کردوں گا، پھر چوتھی مرتبہ واپس لوٹوں گا۔ اور عرض کروں گا: اے
رب! اب صرف وہی باقی بچا ہے جسے قرآن کریم نے روکا ہو۔

۳۶۔ قیامت کے روز بندوں کے اللہ جل شانہ کے سامنے کھڑے ہونے اور انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ کے بارے میں سوال و جواب

قیامت کے روز بندے کے اللہ جل شانہ کے سامنے کھڑے ہونے سے متعلق حدیث

صحیح بخاری کتاب الزکاۃ باب الصدقۃ قبل الرد (۲-۱۰۹)
(۲۵۱) محل بن خلیفہ طائی کہتے ہیں: میں نے حضرت عدی بن
حاتم رضی اللہ عنہ سے سنا، فرماتے تھے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس تھا آپ کے پاس دو آدمی آئے ایک فقر و فاقہ
کی شکایت کر رہے تھے اور دوسرے راستے میں ڈاکے کے خوف
کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ڈاکہ، تو یاد رکھو
تم پر تھوڑا عرصہ ہی گزرے گا کہ تم دیکھو گے قافلہ مکہ سے بغیر محافظ

کے نکلے گا، اور فقر و فاقہ تو یاد رکھو قیامت اس وقت تک قائم نہیں
ہوگی جب تک وہ وقت نہ آجائے کہ تم میں سے ایک شخص اپنا
صدقہ لے کر پھرے گا لیکن کوئی اس کو قبول کرنے والا نہیں ملے گا
پھر تم میں سے ہر شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا اس کے
اور خدا کے درمیان کوئی حجاب اور ترجمہ کرنے والا ترجمان نہ ہوگا پھر
اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تجھے مال عطا نہیں کیا تھا؟ وہ
کہے گا: کیوں نہیں! پھر اللہ تعالیٰ پوچھیں گے: کیا میں نے تمہاری
طرف رسول نہیں بھیجے تھے؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں! پھر وہ اپنی
دائیں طرف دیکھے گا اور آگ کے سوا کچھ نہ دیکھے گا، پھر اپنی بائیں
جانب دیکھے گا اور صرف آگ ہی آگ دیکھے گا، اس لیے تم سے ہر
شخص کو چاہیئے کہ آگ سے بچے خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے
کیوں نہ ہو اور اگر یہ نہ پائے تو پھر اچھی بات کے ذریعہ ہی جہنم
سے بچے۔

اور بخاری ہی نے کتاب بدء الخلق کے باب علامات النبوۃ فی الاسلام
میں ذکر کیا ہے:

(۲۵۲) محل بن خلیفہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اس دوران کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے پاس تھے کہ آپ کے پاس ایک صاحب آئے اور آپ سے فقر و فاقہ کی شکایت کی
پھر دوسرے آئے اور انہوں نے ڈاکہ زنی کی شکایت کی، آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: اے عدی کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے
عرض کیا: میں نے اسے دیکھا تو نہیں ہے البتہ اس کے بارے میں

معلومات رکھتا ہوں، فرمایا: اگر تمہیں طویل زندگی ملی تو تم مسافر عورت
کو دیکھو گے کہ وہ حیرہ سے کوچ کرے گی یہاں تک کہ کعبہ کا طواف
کرے گی اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف و ڈر نہ ہوگا، میں نے
دل میں کہا: پھر طیئ والوں کے وہ ڈاکو کہاں جائیں گے جنہوں نے
دنیا میں فساد پھیلا رکھا تھا؟ اور اگر تمہیں طویل زندگی ملی تو تم کسریٰ
کے خزانے فتح کرو گے، میں نے پوچھا: کسریٰ بن ہرمز؟ فرمایا: کسریٰ
بن ہرمز؛ اور اگر تمہیں طویل زندگی ملی تو تم دیکھو گے کہ ایک شخص مٹھی بھر
کر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا اور اس کو قبول کرنے
والا تلاش کرے گا لیکن اس کا کوئی بھی قبول کرنے والا نہیں پائے
گا، اور تم میں سے ہر شخص جس روز اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس حال
میں کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا جو
اس کی ترجمانی کرے، اللہ تعالیٰ اس سے ارشاد فرمائیں گے: کیا میں
نے تیرے پاس رسول نہ بھیجا تھا کہ وہ تمہیں تبلیغ کرتا؟ وہ کہے گا:
کیوں نہیں، فرمائیں گے: کیا میں نے تجھے مال اور اولاد نہ دی تھی اور
تجھ پر احسان و اکرام نہ کیا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں، پھر وہ اپنی
دائیں جانب دیکھے گا اور سوائے جہنم کے اور کچھ نہ دیکھے گا، اور
بائیں جانب دیکھے گا تو سوائے جہنم کے اور کچھ نہ دیکھے گا، عدی کہتے
ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: آگ سے بچو
خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے کیوں نہ ہو، اور اگر تم کھجور کا ٹکڑا نہ
پاؤ تو پھر عمدہ بات کے ذریعے جہنم سے بچو۔
حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ حیرہ

سے عورت کوچ کرتی ہے اور کعبہ کا طواف کرتی ہے اسے راستے
میں اللہ جل جلالہ کے سوا کسی اور کا خوف نہیں ہوتا ، اور میں ان لوگوں
میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کیے ، اور اگر
تمہاری زندگی رہی تو تم وہ پیشگوئی بھی دیکھ لوگے جو ابوالقاسم نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے کہ انسان مٹھی بھر کر سونا [1] الخ

****

حدیث مومن اپنے رب سے قریب ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کا پردہ ڈال دیں گے

امام بخاری نے اسے کتاب التفسیر میں سورۃ ہود علیہ السلام
(۶ - ۴) پر ذکر کیا ہے .

(۲۵۲) صفوان بن محرز سے مروی ہے فرمایا : اس درمیان

---

[1] بعض حضرات نے کہا ہے ایسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا . اور بیہقی نے لکھا ہے کہ ایسا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور میں ہو چکا ہے ، انہوں نے لوگوں کو مستغنی بنا دیا تھا ، عمر بن اسید کہتے ہیں : جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ خلیفہ بنے تو تیس ماہ خلیفہ رہے اور وہ اس وقت تک نہ مرے جب تک یہ نہ ہو گیا کہ ایک شخص عظیم مال لے کر آتا تھا اور کہتا تھا : اسے جن غریبوں پر چاہیں صرف کر دیں ، لیکن اسے وہ مال اپنے ساتھ ہی لیجانا پڑتا تھا ، ہم یہ مشورہ کرتے کہ کسے دیں ، کوئی ایسا ضرورت مند ہی نہ ملتا تھا ، حضرت عمر نے سب کو مستغنی بنا دیا تھا .

کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما طواف کر رہے تھے کہ ایک شخص ان
کے سامنے آیا اور کہا : اے ابو عبدالرحمن یا یہ کہا : اے ابن عمر کیا آپ
نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرگوشی کے بارے میں فرماتے سنا ہے [1]
انہوں نے فرمایا : میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا
آپ نے فرمایا : مومن کو اپنے رب سے قریب کیا جائے گا اور ہشام
نے کہا : مومن اپنے رب سے قریب ہوگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ
اس پر رحمت کا پردہ ڈال دیں گے اور اس سے اس کے گناہوں
کا اعتراف کرائیں گے کہ تجھے فلاں گناہ یاد ہے ؟ وہ کہے گا مجھے یاد
ہے دو مرتبہ کہے گا : اے رب مجھے یاد ہے ، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے :
دنیا میں میں نے اس کی پردہ پوشی کی اور میں آج تجھے یہاں بھی معاف
کرتا ہوں ، پھر اس کی نیکیوں کا صحیفہ لپیٹ دیا جائے گا ، اور دوسرے
لوگ یا کافر تو ان کے لیے سب کے سامنے یہ منادی ہوگی :

((هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ)) ہود - ۱۸

یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی نسبت جھوٹ باتیں لگائی تھیں سنو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر

****

---

[1] یعنی وہ سرگوشی جو اللہ تعالیٰ اور مومنین کے درمیان قیامت میں حساب کتاب کے وقت ہوگی ، اللہ تعالیٰ مومن کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لیں گے تاکہ اور لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ ہو .

[2] اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ رحمت کے پردے

قسطلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں: اسے بخاری نے ہی مظالم، ادب اور توحید میں، مسلم نے توبہ میں، نسائی نے تفسیر و حقائق میں، اور ابن ماجہ نے السنۃ میں ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو قسطلانی (۴-۲۵۸)

★★★★

حدیث: یلقی العبد ربہ فیقول: أی فل ألم أکرمک الخ

اللہ تعالیٰ بندے سے ملیں گے: اے فلانے کیا میں نے تیرا اکرام نہ کیا تھا

امام مسلم نے اسے کتاب الزہد میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۱۰-۳۴۲)۔

(۴۳۵) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کیا قیامت کے روز ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا: کیا تم دوپہر کو ایسی حالت میں سورج کے دیکھنے میں تکلیف محسوس کرتے ہو جب بادل نہ ہوں؟ عرض کیا: جی نہیں، فرمایا: کیا تم چودھویں رات کے چاند کو اسی حالت میں دیکھنے میں دقت محسوس کرتے ہو جب بادل نہ ہوں؟ عرض کیا: جی نہیں، فرمایا: قسم ہے اس ذات

میں انہیں ڈھانپیں گے جنہوں نے دنیا میں کھلم کھلا گناہ نہ کئے ہوں، لیکن جس نے کھلم کھلا گناہ کئے ہوں اور علی الاعلان معاصی و نافرمانیوں میں لگا رہتا ہو وہ اللہ تعالیٰ اس پردہ پوشی کا مستحق نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ دنیا و آخرت میں ہماری بھی ستاری و پردہ پوشی فرمائے۔

کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے تم اپنے رب کے دیکھنے میں اتنی تکلیف برداشت کروگے جتنی ان دونوں میں سے کسی کے دیکھنے میں برداشت کرتے ہو، فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے سے ملیں گے اور فرمائیں گے: اے فلانے کیا میں نے تیرا اکرام نہ کیا تھا؟ سرداری و سیادت عطا نہیں کی تھی؟ شادی نہ کرائی تھی؟ تیرے لیے گھوڑے اونٹ مسخر نہ کئے تھے؟ تجھے سردار نہ بنایا تھا، اور دنیا میں مکانت و منزلت عطا نہ کی تھی؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں، فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیا تو نے یہ یقین رکھا تھا کہ تو مجھ سے ملے گا۔ وہ کہے گا: نہیں، فرمائیں گے: میں بھی تجھے ایسے ہی بھول جاؤں گا جیسا تو مجھے بھولا تھا، پھر دوسرے بندے سے ملیں گے اور فرمائیں گے: اے فلانے! کیا میں نے اکرام نہ کیا تھا؟ تجھے سیادت عطا نہیں کی تھی؟ تیری شادی نہ کی تھی؟ تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہ کئے تھے؟ اور تجھے سرداری عطا نہ کی تھی؟ اور دنیا میں مکانت نہ دی تھی؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں اے میرے پروردگار، فرمائیں گے: کیا تجھے یہ یقین تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا: جی نہیں، فرمائیں گے: میں بھی تجھے اسی طرح بھول جاؤں گا جس طرح تو مجھے بھول گیا تھا، پھر تیسرے سے ملیں گے اور اس سے بھی اس طرح فرمائیں گے، وہ کہے گا: اے میرے پروردگار! میں آپ پر، آپ کی کتاب اور آپ کے رسولوں پر ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی، روزے رکھے اور صدقہ خیرات کی اور جتنی تعریف کر سکے گا کرے گا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: بس اب ذرا سا صبر کرو، فرمایا: پھر اس سے کہا جائے گا: ابھی ہم تمہارے خلاف

اپنا گواہ پیش کرتے ہیں، وہ دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا؟ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران، گوشت اور ہڈیوں سے کہا جائے گا: بولو، چنانچہ اس کی ران، اس کا گوشت اس کی ہڈیاں اُس کے اعمال و کرتوت بتائیں گے، یہ اس لیے ہوگا تاکہ اس پر اتمام حجت ہو جائے، اور یہ منافق ہوگا اور یہ وہ شخص ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں گے۔

★★★★

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے فرمایا:

(۳۵۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ ہنس دیئے پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ ہم نے کہا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو زیادہ پتہ ہے، فرمایا: بندہ اپنے رب عزوجل سے جو گفتگو کرے گا اس کی وجہ سے، وہ کہے گا: اے رب کیا آپ نے مجھے ظلم سے نہیں بچایا تھا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: کیوں نہیں، فرمایا: وہ شخص کہے گا: میں تو اپنے خلاف اس گواہ کی گواہی کو مانوں گا جو خود مجھ سے ہو، فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آج تیرا نفس ہی شاہد بننے کے لیے اور کراماً کاتبین گواہ بننے کے لیے کافی ہیں، فرمایا: اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا: بولو، فرمایا: وہ اعضاء اس کے کرتوت بتلائیں گے، فرمایا، پھر اس کے اور کلام کے درمیان رکاوٹ ختم کر دی جائے گی (یعنی بولنے کی قوت دے

دی جائے گی) فرمایا: وہ کہے گا: تمہارے لیے دوری اور ہلاکت ہو میں تو تمہاری ہی طرف سے مدافعت کر رہا تھا (تم نے خود اپنے خلاف گواہی دے دی)۔

★★★★

اور امام ترمذی نے اسے اپنی جامع میں حضرت ابوہریرۃ و ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے اور یہ روایت مسلم کے یہاں مذکور ان دونوں روایتوں سے مختصر ہے لکھتے ہیں:

(۳۵۶) حضرت ابوہریرۃ و ابو سعید رضی اللہ عنہما نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز بندے کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: کیا میں نے تجھے کان آنکھ اور مال و اولاد نہ دی تھی؟ اور تیرے لیے جانوروں چوپایوں کو مسخر نہ کیا تھا؟ اور میں نے تجھے مہلت دی کہ تو سردار بنے اور مال غنیمت میں سے چوتھائی وصول کرے؟ کیا تجھے یہ یقین تھا کہ تو مجھ سے ملے گا؟ فرمایا وہ کہے گا: جی نہیں، تو اس سے فرمائیں گے: آج میں بھی تجھے اسی طرح بھلا دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔

ابو عیسیٰ ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح غریب ہے:

★★★★

حدیث: یجاء بابن آدم یوم القیامۃ فیوقف بین یدی اللہ

(قیامت کے روز ابن آدم کو لایا جائیگا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائیگا)

اسے ترمذی نے اپنی جامع میں باب ماجاء فی شأن الحشر (۲-۶۹)

میں ذکر کیا ہے فرمایا :

(۲۵۷) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت میں ابن آدم کو اس طرح لایا جائے گا گویا کہ وہ دنبے کا بچہ ہو اور اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے : میں نے تجھے عطا کیا، اور تجھ پر انعام کیا اور تجھے خوب دیا تو نے اس کا کیا کیا؟ وہ کہے گا : اے میرے رب! میں نے اسے جمع کیا بڑھایا اور پہلے سے زیادہ بنا دیا، آپ مجھے دنیا میں بھیج دیجئے میں آپ کے پاس اسے لے کر آؤں گا، وہ ایسا شخص ہو گا جس نے کوئی نیک کام پہلے سے آگے نہ بھیجا ہو گا لہذا اسے دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : بہت سے حضرات نے یہ حدیث سند کے رواۃ میں سے ایک راوی حسن سے روایت کی ہے لیکن انہوں نے اسے مسنداً بیان نہیں کیا اور حسن سے روایت کرنے والے اسماعیل بن مسلم کے ضعف حافظہ کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف قرار دی گئی ہے۔

****

حدیث : من شغله القرآن وذكري من مسألتي

(جس کو قرآن کریم اور میرا ذکر مجھ سے مانگنے سے روک دے)

اسے ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں ابواب التفسیر سے قبل (۲-۱۵۲) پر ذکر کیا ہے :

(۲۵۸) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ عزوجل فرماتے ہیں: جس شخص کو تلاوت قرآن اور میرے ذکر نے مجھ سے مانگنے کا موقعہ نہ دیا تو میں اسے اس سے زیادہ بہتر دوں گا جو میں سوال کرنے والوں کو دیتا ہوں؛ اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو دوسرے تمام کلاموں پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی فضیلت اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق پر حاصل ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی کہتے ہیں : یہ حدیث حسن غریب ہے۔

****

حدیث : سؤال نوح علیه السلام: هل بلغت؟

(وہ حدیث جس میں حضرت نوح علیہ السلام سے یہ سوال مذکور ہے: کیا آپ نے تبلیغ کی تھی؟)

اسے بخاری نے کتاب الانبیاء علیہم السلام کے باب إنا أرسلنا نوحاً إلى قومه أن أنذر قومك الآية (۴-۱۳۴) پر ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو قسطلانی (۵-۳۳۸)

(۲۵۹) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے : حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے : کیا آپ نے پیغام پہنچا دیا تھا؟ وہ عرض کریں گے : جی ہاں اے میرے رب، اللہ تعالیٰ ان کی امت سے پوچھیں گے : کیا انہوں نے تمہیں پیغام پہنچایا تھا؟ وہ کہیں گے : جی نہیں! ہمارے پاس کوئی نہیں آیا، اللہ تعالیٰ حضرت نوح سے

فرمائیں گے: آپ کا گواہ کون ہے؟ وہ فرمائیں گے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت، لہذا ہم گواہی دیں گے کہ انہوں نے تبلیغ کی تھی، یہی اللہ جل شانہ کے درج ذیل کلام کا مطلب ہے:

«وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ» البقرۃ - ۱۴۳

اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک امت عادل بنا دیا ہے تاکہ تم گواہ رہو لوگوں پر۔

★★★★

اور بخاری نے ہی اسے کتاب التفسیر میں سورۃ بقرۃ (۶-۳۱) میں ان الفاظ کے قریب قریب ذکر کیا ہے۔

★★★★

(۳۶۰) ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے قریب قریب ذکر کیا ہے فرمایا:

وہ کہیں گے: ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، اور ہمارے پاس تو کوئی آیا ہی نہیں، ان سے پوچھا جائے گا: آپ کے گواہ کون ہیں؟ الخ

ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

★★★★

اور ابن ماجہ نے اسے باب صفۃ امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (۲-۲۹۰) پر ذکر کیا ہے فرمایا:

(۳۶۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایک نبی آئے

گا اس کے ساتھ دو آدمی ہوں گے، ایک نبی کے ساتھ تین ہوں گے اور اس سے کم اور زیادہ، ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا آپ نے اپنی قوم کو تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: جی ہاں، چنانچہ ان کی قوم کو بلایا جائے گا اور پوچھا جائے گا: کیا انہوں نے تمہیں تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے جی نہیں، ان نبی سے پوچھا جائے گا: آپ کا گواہ کون ہے؟ وہ کہیں گے: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت، چنانچہ امت محمدیہ کو بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: کیا انہوں نے تبلیغ کی تھی؟ وہ کہیں گے: جی ہاں! اللہ تعالی پوچھیں گے: تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہیں گے: ہمیں یہ بات ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی تھی کہ رسولوں نے پیغام رسالت پہنچایا ہے، ہم نے اس کی تصدیق کی، فرمایا یہ مطلب ہے اللہ تعالی کے فرمان مبارک ذیل کا:

«وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا» البقرۃ - ۱۴۳

اور اس طرح ہم نے تمہیں ایک امت عادل بنا دیا ہے تاکہ تم گواہ رہو لوگوں پر اور رسول گواہ رہیں تم پر۔

۳۷۔ جنت کافروں پر حرام ہے اور انہیں رشتہ داری و قرابت کوئی فائدہ نہ پہنچائیگی

حدیث: یلقی ابراھیم علیہ السلام آزر یوم القیامة

قیامت کے روز حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد آزر سے ملاقات ہو گی

اسے بخاری رحمہ اللہ نے کتاب بدء الخلق کے باب قول اللہ تعالیٰ واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً (۴-۱۳۹) پر ذکر کیا ہے:

(۳۶۲) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر سے ملیں گے اور آزر کے چہرے پر سیاہی و غبار ہوگا، حضرت ابراہیم ان سے فرمائیں گے، کیا میں نے آپ سے کہا نہ تھا کہ میری نافرمانی نہ کریں، ان کے والد ان سے کہیں گے: آج میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا: حضرت ابراہیم فرمائیں گے:

اے میرے رب آپ نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ قیامت کے روز آپ مجھے رسوا نہ فرمائیں گے اور آپ کی رحمت سے دور میرے اس والد کی رسوائی سے زیادہ بڑی رسوائی میرے لیے اور کیا ہو گی؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: میں نے جنت کو کافروں پر حرام کر دیا ہے، پھر ارشاد ہوگا: اے ابراہیم اپنے پاؤں کے نیچے دیکھیے کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے تو انہیں کیا نظر آئے گا کہ وہ خون یا پاخانہ میں لتھڑا ہوا ایک بجو ہے چنانچہ اس کی ٹانگیں پکڑ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔[1]

★★★★

اور بخاری نے ہی اسے کتاب التفسیر میں سورۂ شعراء (۶-۱۱۱) میں مختصراً ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو قسطلانی (۷-۳۷۸)۔

---

[1] ابن المنذر کے یہاں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آزر کو اس حالت میں دیکھیں گے تو ان سے اظہار براءت کریں گے اور فرمائیں گے: یہ میرے والد نہیں ہیں، اور ان کو مسخ کرکے بجو بنانے کی حکمت یہ ہے کہ بجو بہت احمق جانور ہے اور اس کی غفلت کی علامت یہ ہے کہ وہ اس چیز سے بھی غافل رہتا ہے جس کو سمجھنا چاہیے چنانچہ آزر نے جب مخلص ترین آدمی کی نصیحت قبول نہ کی تو انہیں بجو کی شکل میں بنا دیا گیا اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ والد اگر مسلمان نہ ہو تو بیٹا اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا اسی طرح بیٹا مسلمان نہ ہو تو باپ اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا جیسے کہ حضرت نوح اپنے بیٹے کو فائدہ نہ پہنچا سکے۔

حدیث: یقال لأھون أھل النار عذاباً

دوزخ میں سب سے کم درجہ کے عذاب والے سے کہا جائیگا

اسے بخاری نے کتاب بدء الخلق کے باب خلق آدم (۴-۱۳۴) پر ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو قسطلانی (۵-۳۲۴):

(۲۶۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ: اللہ عزوجل اس شخص سے جسے دوزخ میں سب سے کم درجہ کا عذاب دیا جائے گا فرمائیں گے: اگر روئے زمین کی سب چیزیں تیرے قبضے میں ہوتیں تو کیا تو وہ فدیہ میں دے دیتا؟ وہ کہے گا: جی ہاں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے تجھ سے اس وقت جب تو آدم کی پشت میں تھا اس سے بھی معمولی اس چیز کا سوال کیا تھا اور وہ یہ کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک مت کیجیو لیکن تو نے اسے ماننے سے انکار کر دیا۔

****

اسے بخاری نے کتاب الرقاق کے باب صفۃ الجنۃ والنار میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو قسطلانی (۹-۳۲۱) فرمایا:

(۲۶۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس شخص سے فرمائیں گے جسے دوزخ میں سب سے کم تر عذاب ہوگا: اگر دنیا کی تمام چیزیں تجھے دے دی جائیں تو کیا تو وہ فدیہ میں دے دے گا؟ وہ کہے گا: جی ہاں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے تجھ سے اس وقت

جب تو آدم کی پیٹھ میں تھا اس سے بھی معمولی چیز کا سوال کیا تھا کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک مت کیجیو، لیکن تو نے انکار کر دیا مگر یہ کہ تو میرے ساتھ شریک ہی کرے گا۔

****

اسے امام مسلم نے باب الکفارات میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو حاشیہ قسطلانی (۱۰-۲۶۴):

(۲۶۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تبارک وتعالیٰ دوزخ والوں میں سب سے کم تر عذاب والے سے کہیں گے: اگر دنیا اور اس میں جو کچھ ہے وہ تجھے دے دیا جائے تو کیا تو وہ فدیہ میں دے دے گا؟ وہ کہے گا: جی ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں نے اس وقت جب تو آدم کی پشت میں تھا تجھ سے اس سے بھی معمولی سی بات کا سوال کیا تھا کہ تو شرک نہ کرنا، میرا خیال ہے یہ فرمایا: اور میں تجھے جہنم میں داخل نہ کروں گا۔ لیکن تو نے انکار کیا اور شرک ہی کیا۔

****

(۲۶۶) مسلم نے اسے دوسری سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز کافر سے کہا جائے گا: بتلا اگر تجھے زمین کے برابر بھی سونا مل جائے تو کیا تو اسے فدیہ کے لیے دے دے گا؟ وہ کہے گا: جی ہاں، تو اس سے کہا جائے گا: تجھ سے اس سے بھی معمولی سی بات کا سوال کیا گیا تھا۔

(۳۶۷) مسلم کی ایک اور روایت میں ہے:

اس سے کہا جائے گا: تو نے جھوٹ کہا،[1] تجھ سے تو اس سے بھی معمولی بات کا سوال کیا گیا تھا۔

---

[1] یعنی اگر ہم تجھے دنیا کی طرف لوٹا دیں اور تجھے سب کچھ دے دیا جائے تب بھی تو وہاں جا کر ایسا نہیں کرے گا ارشاد ہے:

«وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ» الانعام - ۲۸

اور اگر یہ واپس بھیج دیئے جائیں جب بھی یہ پھر وہی کریں جس سے یہ روکے گئے تھے۔

اور فرمایا:

«وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ» الزمر - ۴۷

اور اگر شرک کرتے والوں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اور بھی تو ان سب کو وہ قیامت کے دن عذاب سخت کے فدیہ میں دینے لگیں۔

۳۸۔ جنت و دوزخ کا مناظرہ اور آگ کا شکوہ

حدیث: تحاجت الجنة والنار

(جنت اور دوزخ کا مناظرہ ہوا)

اسے بخاری نے کتاب التفسیر میں سورہ ق (۶-۱۳۸) میں ذکر کیا ہے فرمایا:

(۳۶۸) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جنت اور دوزخ کا مناظرہ ہوا، دوزخ نے کہا: مجھے متکبروں اور جابروں کے ذریعے ترجیح دی گئی ہے، اور جنت نے کہا: کیا بات ہے کہ میرے پاس کمزور و معمولی درجہ کے لوگ ہی آتے ہیں؟ اللہ تبارک وتعالیٰ جنت سے فرمائیں گے: تو میری رحمت ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں تیرے ذریعے سے رحمت کرتا ہوں، اور دوزخ سے فرمایا: تو میرا عذاب ہے، میں اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں تیرے ذریعے عذاب دیتا ہوں، اور ان میں سے ہر ایک کو بھرنے کا پورا سامان ملے گا، دوزخ اس وقت تک نہ

بھرے گی جب تک اللہ تعالیٰ اس پر اپنا پاؤں نہ رکھ دیں[1]، اس وقت وہ کہے گی: بس بس بس، پھر وہ بھر جائے گی اور اس کا بعض بعض سے لگ جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں فرمائیں گے، اور جنت کو بھرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق کو پیدا فرمائیں گے[2]

★★★★

امام بخاری نے اسے کتاب التوحید کے باب ماجاء فی قولہ تعالیٰ إن

---

[1] ابن فورک نے کہا ہے کہ لفظ رجلہ (اپنا پاؤں) ثابت نہیں ہے، ابن الجوزی نے کہا: یہ بعض رواۃ نے تحریف کی ہے، لیکن صحیحین کی روایت ان کی تردید کرتی ہے، بعض لوگوں نے رجل کے معنی جماعت کے لیے ہیں یعنی اس میں اپنی ایک جماعت رکھ دیں گے۔

محی السنہ کہتے ہیں: قدم اور رجل (پاؤں اور ٹانگ) اس حدیث میں جو آتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات میں سے ہیں جن کی کیفیت معلوم نہیں، اس پر اسی طرح ایمان رکھنا فرض ہے، اس کی تحقیق میں نہ لگنا واجب ہے، ہدایت یافتہ وہ شخص ہے جو ان کے سامنے گردن جھکا دے، جیسا وارد ہوا ہے اس پر ایمان لے آئے، اس میں غور و خوض کرنے والا زائغ اور اس کا منکر، مُعَطِّل اور کیفیت بتلانے والا مُشَبِّہہ ہیں سے ہے اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

[2] یعنی وہ مخلوق جس نے کبھی کوئی خیر کا کام نہ کیا ہوگا انہیں اس میں ڈال دے گا اور وہ بھر جائے گی، تو ثواب صرف عمل پر ہی موقوف نہیں ہے۔

رحمۃ اللہ قریب من المحسنین (۹ - ۴-۱۲) پر ذکر کیا ہے، اپنی سند سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

(۳۶۹) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت اور دوزخ کا اللہ تعالیٰ کے دربار میں مناظرہ ہوا جنت نے کہا: اے رب! کیا بات ہے کہ جنت میں ضعیف وکم درجے کے لوگ ہی داخل ہوتے ہیں؟ اور دوزخ نے کہا: میں متکبرین کے ساتھ ترجیح دی گئی ہوں، اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تم میری رحمت ہو، اور دوزخ سے فرمایا: تم میرا عذاب ہو، میں جس کو چاہوں تمہارے ذریعہ سزا دوں گا، اور تم میں سے ہر ایک کو بھر دیا جائے گا، فرمایا: جنت، تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں فرمائیں گے، اور اللہ تعالیٰ دوزخ کے لیے جن کو چاہے پیدا فرما دیں[1]، ان کو

---

[1] یہ حدیث پہلے گزری ہے لیکن وہاں اس کے برخلاف ہے، وہاں ہے: آگ کو بھر دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کسی مخلوق پر ظلم نہیں فرمائیں گے، اور جنت بھرنے کے لیے ایک مخلوق کو پیدا کیا جائے گا، بعض حضرات نے کہا یہاں الٹ ہو گیا ہے، ابن قیم نے کہا: یہ غلط ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ جہنم کو شیطان اور اس کے متبعین سے بھر دیا جائے گا، اسی طرح بلقینی نے بھی اس کا انکار کیا ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے:

(وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا) الکہف - ۴۹	اور آپ کا پروردگار کسی پر بھی ظلم نہیں کرے گا۔

ابوالحسن قابسی کہتے ہیں: مشہور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت کے لیے ایک

اس میں ڈال دیا جائے گا ، وہ کہے گی : کیا اور بھی کوئی ہے ؟ تین مرتبہ کہے گی ، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھ دیں گے اور وہ بھر جائے گی اور اس کا بعض بعض سے لگ جائے گا اور وہ کہے گی : بس بس بس ۔

★★★★

اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں باب جہنم أعاذنا اللہ تعالیٰ منہا میں متعدد روایات سے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے :

مخلوق پیدا کریں گے ، وہ کہتے ہیں : احادیث میں مجھے کہیں یہ نہیں ملا کہ اللہ تعالیٰ جہنم کو بھرنے کے لیے ایک مخلوق پیدا کریں گے سوائے اس حدیث کے اور دلیل یہ دی ہے کہ غیر عاصی کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کے کرم کے لائق نہیں البتہ غیر مطیع پر انعام اس کے جود وکرم کے لائق ہے ۔

بلقینی کہتے ہیں : اسے ان پتھروں پر حمل کرنا جو آگ میں ڈالے جائیں گے زیادہ اقرب ہے بنسبت اس کے کہ کسی ذی روح کو بلا گناہ عذاب دیں ۔

فتح الباری میں لکھتے ہیں : ہو سکتا ہے کہ وہ جاندار ہوں لیکن ان کو وہاں عذاب نہ دیا جائے جیسا کہ وہ داروغۂ جہنم جو دوزخ والوں کو سزا و عذاب دینے کے لیے مقرر ہوں گے ۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پیدا کرنا مراد نہ ہو بلکہ اس لفظ انشاء سے ابتداءً جہنم میں داخل کرنا مراد ہو ۔

(۳۷۰) پہلی روایت بخاری کی اس پہلی روایت کی طرح ہے جو سورۃ ق میں مذکور ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے : اور جنت کہے گی : کیا بات ہے کہ میرے یہاں صرف ضعیف ، کمزور اور عاجز لوگ ہی آتے ہیں ؟ اور اس روایت میں یہ بھی ہے : اور تم میں سے ہر ایک کو بھرنے کا پورا سامان ملے گا :

★★★★

(۳۷۱) دوسری روایت بھی پہلی روایت کی طرح ہے البتہ اس میں یہ فرمایا : جنت و دوزخ نے مناظرہ کیا ۔

★★★★

(۳۷۲) تیسری روایت حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی ہے اس میں ہے : اور جنت نے کہا ، کیا بات ہے میرے پاس ضعیف ، کمزور اور معمولی قسم کے لوگ ہی آتے ہیں ، یہ روایت بھی دوسری روایتوں کی ہی طرح ہے ۔

★★★★

(۳۷۳) مسلم نے چوتھی روایت میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح ذکر کیا ہے اور فرمایا : تم میں سے دونوں کو ان کے بھرنے کا سامان ملے گا ، اس کے بعد کوئی زیادتی نقل نہیں کی ۔

★★★★

پھر مسلم نے اپنی سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے فرمایا :

(۳۷۴) قتادہ سے مروی ہے کہا ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جہنم یہ کہتی رہے گی: کیا اور بھی کوئی ہے؟ یہاں تک کہ رب العزۃ تبارک وتعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھیں گے[1] تو وہ یہ کہے گی: بس بس آپ کی عزت وجلال کی قسم، اور اس کا بعض بعض سے مل جائے گا۔

★★★★

اس حدیث کو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے فرمایا:

(۳۷۵) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ جہنم میں ڈالے جاتے رہیں اور وہ یہ کہتی رہے گی: کیا کچھ اور بھی ہے؟ یہاں تک کہ اللہ رب العزۃ اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے اور اس کا بعض بعض کی جانب سکڑ جائے گا اور وہ کہے گی: بس بس آپ کی عزت وکرم کی قسم، اور جنت میں گنجائش باقی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک مخلوق کو پیدا فرما دیں گے اور انہیں فاضل بچنے والی جنت میں بسا دیں گے۔

---

[1] پہلے گزر چکا ہے کہ قدم صفات میں سے ہے، ۱۔ سلف یہ کہتے ہیں کہ اس کی تاویل نہیں کرنا چاہیئے جیسا وارد ہوا ہے اس طرح اس پر ایمان لایا جائے اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں۔

۲۔ جمہور متکلمین یہ کہتے ہیں کہ اس کی تاویل اس کی مناسبت سے ہو گی اور وہ اس طرح کہ بعض نے کہا قدم متقدم کے معنی میں ہے یعنی اللہ تعالیٰ

(۳۷۶) امام مسلم ایک روایت میں کہتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے جنت کا وہ حصہ خالی بچ جائے گا جسے اللہ تعالیٰ خالی رکھنا چاہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جس میں سے چاہیں گے ایک مخلوق پیدا کر دیں گے۔

★★★★

اور ترمذی نے جنت و دوزخ کے مناظرہ کو اپنی سند سے اس طرح ذکر کیا ہے:

(۳۷۷) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت و دوزخ کا مناظرہ ہوا، جنت نے کہا: میرے پاس ضعفاء و مساکین ہی آتے ہیں! دوزخ نے کہا: میرے پاس جابر و متکبر آتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے دوزخ سے فرمایا:

جہنم میں ان لوگوں کو بھیج دیں گے جو اس عذاب کے لیے مستحق تھے۔ بعض کہتے ہیں: اس سے مراد بعض مخلوق کے قدم ہیں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مخلوق میں سے کسی کا نام ہی قدم ہو۔

جس روایت میں رجل ہے اس کے بارے میں ابن فورک نے کہا ہے یہ غیر ثابت ہے، لیکن مسلم نے اسے روایت کیا ہے اور یہ صحیح ہے، اور اس کی بھی وہی تاویلات ہوں گی جو قدم کی ہے۔ قاضی کہتے ہیں سب سے ظاہر تاویل یہ ہے کہ اس سے وہ قوم مراد ہے جن کو جہنم کے لیے پیدا کیا گیا اور وہ اس کے مستحق تھے۔

تو میرا عذاب ہے میں جس سے چاہوں تیرے ذریعہ انتقام لیتا ہوں
اور جنت سے فرمایا: تو میری رحمت ہے، میں تیرے ذریعہ جس پر
چاہوں رحم کرتا ہوں۔

☆☆☆☆

حدیث: اشتکت النار إلی ربها

آگ نے اللہ تعالی سے شکایت کی

اسے بخاری نے کتاب بدء الخلق باب صفۃ النار (۴-۱۴۰) پر
ذکر کیا ہے

(۳۷۸) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دوزخ نے اپنے رب سے شکایت
کی کہا: اے رب! میرے بعض حصے نے بعض کو کھا لیا ہے، لہذا
اسے دو سانس لینے کی اجازت دے دی گئی: ایک سانس سردی میں
اور ایک سانس گرمی میں، تم جو سخت گرمی پاتے ہو تو وہ (اس سبب
سے ہے) اور تم جو سخت سردی پاتے ہو (تو وہ اس کی سانس سے ہے)

۳۹۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض کوثر

حدیث حوض کو بخاری رحمہ اللہ نے باب الحوض (۸-۱۱۹) میں
بیان کیا ہے:

(۳۷۹) حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سے پہلے حوض پر موجود ہونگا پھر
تم میں سے کچھ آدمی میرے سامنے کر دیئے جائیں گے پھر مجھ تک پہنچنے
سے قبل کچھ لوگوں کو اچک لیا جائے گا تو میں کہوں گا: اے میرے رب!
میری امت! تو فرمایا جائے گا: آپ کو معلوم نہیں ان لوگوں نے آپ
کے بعد کیا گھڑ لیا تھا۔

☆☆☆☆

اور بخاری نے اسے ایک دوسری سند سے حضرت حذیفہ رضی اللہ
عنہ کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور مسلم
نے حصین کے ذریعہ ابو وائل سے انھوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ
سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اور امام بخاری نے اسے اپنی سند سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ
عنہ سے روایت کیا ہے:

(۳۸۰) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب[1] میں سے کچھ لوگ میرے پاس
حوض پر آئیں گے یہاں تک کہ جب میں انہیں پہچان لوں گا تو انہیں
مجھ تک پہنچنے سے قبل ہی اچک لیا جائے گا، میں کہوں گا: میرے ساتھی، تو فرمائیں
گے۔ آپ کو معلوم نہیں انہوں نے آپ کے بعد کیا بدعات ایجاد کر
لی تھیں۔

مسلم نے یہ حدیث مناقب میں ذکر کی ہے۔ قسطلانی

☆☆☆☆

بخاری نے اسے اپنی سند سے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ
عنہ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں:

(۳۸۱) حضرت سہل بن سعد نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: میں حوض پر تم سے پہلے پہنچا ہوا ہوں گا، جو میرے پاس
سے گزرے گا وہ پیئے گا، اور جو ایک مرتبہ پی لے گا اسے پھر کبھی
پیاس نہ لگے گی، میرے پاس ایسی قومیں آئیں گی جن کو میں پہچانوں
گا اور وہ مجھے پہچانیں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان حائل
کھڑا کر دیا جائے گا۔

ابو حازم کہتے ہیں: نعمان بن أبي عیاش نے مجھ سے سنا تو فرمایا:

---

[1] اس سے امت مراد ہے یعنی میری امت کے کچھ لوگ میرے پاس آنے والے
ہوں گے کہ اچک لیے جائیں گے۔

آپ نے حضرت سہل سے اسی طرح سنا ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں!
انہوں نے کہا: میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے بارے
میں شہادت دیتا ہوں میں نے ان سے سنا انہوں نے یہ الفاظ
بھی بڑھاتے:

میں کہوں گا: یہ میرے لوگ ہیں، کہا جائے گا: آپ کو معلوم
نہیں ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا خرافات کی تھیں، میں کہوں
گا: دوری ہو دوری ہر اس شخص کے لیے جس نے میرے بعد تبدیلی
کر دی ہو۔

☆☆☆☆☆

امام بخاری نے ہی اسے اپنی سند سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ
عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا:

(۳۸۲) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ یہ بیان
کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے
روز میرے پاس میری امت کے لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو لایا
جائے گا اور انہیں حوض سے دور کر دیا جائے گا، میں کہوں گا: اے
میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، فرمائیں گے: آپ کو معلوم
نہیں ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا تھا؟ یہ اپنی پشت کے
بل پیچھے واپس لوٹ گئے تھے۔

شعیب زہری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ
عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کرتے تھے: فیجلون یعنی انہیں
دور کر دیا جائے گا، اور عقیل زہری سے روایت کرتے ہیں: فیحلئون:

یعنی دھکیل دیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆

بخاری ہی نے اسے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے گزشتہ روایت سے زیادہ طویل الفاظ سے نقل کیا ہے فرمایا:

(۳۸۲) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس دوران کہ میں کھڑا تھا کہ اچانک ایک جماعت آئی، جب میں نے انہیں پہچان لیا تو میرے اور ان کے درمیان میں سے ایک شخص[1] نکل گیا اور اس نے کہا: آؤ: میں نے کہا کس

---

[1] اس شخص سے فرشتہ مراد ہے جو انسانی شکل میں ہوگا، وہ ان لوگوں سے کہے گا: آجاؤ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پوچھیں گے: انہیں کہاں لیجا رہے ہو؟ وہ جواب دے گا: جہنم کی طرف۔

حوض کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ پل صراط سے قبل ہوگی یا بعد میں؟ ابوالحسن لبسی کہتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ حوض پل صراط سے پہلے ہوگی، قاضی کہتے ہیں: یہ اس لیے بھی مناسب ہے کہ لوگ قبروں سے پیاسے نکلیں گے

بعض لوگ کہتے ہیں: حوض پل صراط کے بعد ہوگی، امام بخاری کا طرز بھی بتلاتا ہے، اور اس پر حضرت انس کی وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس میں آتا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی درخواست کی؟ آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، میں نے عرض کیا: میں آپکو کہاں تلاش کروں؟ فرمایا: پہلے پل صراط پر تلاش کرنا، میں نے کہا: اگر وہاں ملاقات نہ ہو؟ فرمایا: میزان (ترازو) کے پاس، میں نے کہا اگر وہاں بھی ملاقات نہ ہو سکے؟ فرمایا: حوض کے

پاس، یہ ترمذی کی حدیث ہے۔

قسطلانی کہتے ہیں: صاحب تذکرہ نے لکھا ہے: صحیح یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض دو ہوں گے، ایک موقف میں پل صراط سے قبل، اور دوسری جنت میں دونوں جنت میں ہیں اور دونوں کو حوض کوثر کہا جاتا ہے۔

تتمہ: اس میں وہ احادیث ذکر کرتے ہیں جو امام بخاری نے حوض کے بارے میں ذکر کی ہیں:

۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت: تمہارے سامنے ایک حوض ہوگی اتنی طویل ہوگی جتنی مسافت جربا اور اذرح کے درمیان ہے جربا شام کی ایک بستی ہے اور اذرح شام کی ایک دوسری بستی ہے، ضیاء مقدسی کی روایت میں ہے اس کا عرض ایسا ہوگا جیسا کہ جربا اور اذرح کے درمیان ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی حدیث: میرے حوض کی مسافت ایک ماہ کے برابر ہوگی، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا، اور اس کی خوشبو مشک سے زیادہ عمدہ ہوگی، اس کے پیالے آسمان کے ستاروں کی طرح بے شمار ہوں گے، جو ایک مرتبہ اس سے پی لے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے: اس پر سب سے پہلے ہر وہ شخص آئے گا جو پیاسے کو پلاتا ہو۔

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت: میرے حوض کی مقدار ایسی ہے جیسی یمن کے ایلہ و صنعاء کے درمیان، اور اس پر آسمان کے ستاروں کی تعداد میں پیالے ہوں گے۔

۴۔ حدیث أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں

طرف؟ کہا: بخدا دوزخ کی طرف، میں نے کہا: ان کو کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: یہ آپ کے بعد اپنی پشت کے بل الٹے پاؤں لوٹ گئے تھے میرا خیال ہے ان میں سے صرف اتنے بچیں گے جیسے کہ گم کردہ اونٹ اکران میں سے شاذونادر ہی کوئی بچتا ہے۔

☆☆☆☆

اور بخاری ہی نے اپنی سند سے اسے حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے اس باب میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو قسطلانی (۹-۳۴۳) فرمایا:

(۴۸۴) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں حوض پر ہوں گا اور ان لوگوں کو دیکھوں گا جو تم لوگوں میں سے میرے پاس وہاں آئیں گے، اور کچھ لوگوں کو میرے پاس آنے سے قبل پکڑ لیا جائے گا، میں

میں سے ایک باغ ہے، اور میرا منبر میرے حوض پر ہوگا۔

۵۔ حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ: بخدا میں اپنے حوض کو ابھی دیکھ رہا ہوں، مجھے دنیا کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں الخ

۶۔ حدیث حارثہ بن وھب رضی اللہ عنہ: اس میں حوض کا تذکرہ فرمایا کہ وہ ایسا بڑا ہوگا جیسی مسافت مکہ و صنعاء کے درمیان ہے،

مستورد بن شداد فرماتے ہیں: اس پر ستاروں کی طرح بے شمار پیالے ہوں گے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے ستاروں سے زیادہ ہوں گے۔

کہوں گا: اے رب! یہ میرے لوگ ہیں، اور میری امت میں سے ہیں، کہا جائے گا: آپ کو معلوم ہے آپ کے بعد ان لوگوں نے کیا کیا تھا؟ بخدا یہ لوگ الٹے پاؤں واپس ہوتے رہے، چنانچہ ابن ابی ملیکہ کہا کرتے تھے! اے اللہ ہم آپ کے ذریعہ پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ الٹے پاؤں واپس ہوں یا یہ کہ ہمیں اپنے دین کے بارے میں فتنہ میں ڈالا جائے۔

۴۰۔ قیامت کے روز موت کا ذبح کیا جانا

ایک حدیث میں موت کے پل صراط پر ذبح کا تذکرہ ہے۔

اسے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں باب صفۃ النار (۲-۵-۳۰)
پر ذکر کیا ہے فرمایا:

(۳۸۵) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز موت کو لایا جائیگا اور پل صراط پر کھڑا کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: اے اہل جنت! وہ خوفزدہ ہو کر منہ اٹھا کر دیکھیں گے، ڈر اس بات کا ہوگا کہ کہیں اپنی جگہ سے نکال نہ دیئے جائیں، پھر کہا جائے گا: اے دوزخ والو! وہ خوشی خوشی اوپر دیکھیں گے، خوش ہونگے کہ انہیں ان کی اس تکلیف دہ جگہ سے نکال دیا جائے گا: پھر ارشاد ہوگا: تم اسے جانتے ہو؟ وہ کہیں گے: جی ہاں! یہ موت ہے، فرمایا: پھر اس کے لیے حکم دیا جائے گا اور پل صراط پر اس کو ذبح کر دیا جائے گا اور پھر دونوں فریقوں سے کہا جائے گا، ہمیشہ ہمیشہ ان چیزوں میں رہنا ہے جو تم موجود پا رہے ہو۔ یہاں اب کبھی موت نہ آئے گی۔

موت کے ذبح کا ذکر ترمذی کی حدیث میں باب ماجاء فی خلود اہل الجنۃ واہل النار میں آتا ہے حدیث کے آخر میں ہے:

(۳۸۶) جب اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جنت میں داخل فرما دیں گے اور دوزخ والوں کو دوزخ میں تو پھر ان سے کہا جائے گا: اے جنت والو! وہ خوفزدہ گھبراہٹ میں ڈرتے ڈرتے جھانکیں گے، پھر کہا جائے گا: اے دوزخ والو! وہ خوشی خوشی شفاعت کی امید سے جھانکیں گے، پھر اہل جنت اور دوزخ والوں سے کہا جائے گا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ وہ دونوں کہیں گے ہم نے اسے پہچان لیا ہے یہ وہ موت ہے جو ہم پر مقرر کی گئی تھی، چنانچہ اس کو لٹا دیا جائے گا اور اس کو اس دیوار پر اچھی طرح سے ذبح کر دیا جائے گا جو دوزخ اور جنت کے درمیان ہے، پھر کہا جائے گا: اے اہل جنت ہمیشہ رہنا ہے کبھی موت نہیں آئے گی اور اے دوزخ والو ہمیشہ رہنا ہے کبھی موت نہیں آئے گی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

☆☆☆☆

حدیث: اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اسے (جہنم سے) نکال دو!!

اسے بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار (۸-۱۵۰) میں ذکر کیا ہے فرمایا:

(۳۸۷) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت والے جب جنت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو تو اسے نکال دو، انہیں وہاں سے نکالا جائے گا اس حال میں کہ وہ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، پھر ان کو نہر حیات میں داخل کر دیا جائے گا وہ اس میں سے ایسے اُگ کر نکلیں گے جیسے دانہ سیلاب کے کوڑا کرکٹ میں سے نکلتا ہے یا نہر کے پانی بہنے کی جگہ سے نکلتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے دیکھا نہیں کہ وہ زرد رنگ کا لپٹا ہوا نکلتا ہے[1]

☆☆☆☆☆

اور اسے بخاری نے کتاب الایمان کے باب تفاضل أھل الایمان فی الأعمال میں ذکر کیا ہے فرمایا:

(۳۸۸) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت والے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ہر اس شخص کو (جہنم سے) نکال دو جس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو، وہ وہاں سے کالے ہو کر نکلیں گے پھر انہیں نہر حیا

---

[1] جیسے سیلاب کے کوڑا کرکٹ والا دانہ ایک دن رات میں نکل آتا ہے اس طرح ان کے جسم بھی بہت جلدی ٹھیک ہو جائیں گے۔

(بارش)، یا نہر حیات میں ڈال دیا جائے گا (حیا یا حیات کیا فرمایا اس میں مالک کو شک ہے) پس وہ اس سے اس طرح اگیں گے جس طرح دانہ سیلاب کے کوڑا کرکٹ میں اگتا ہے، کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ زرد رنگ کا لپٹا ہوا نکلتا ہے۔

وہیب کہتے ہیں: ہم سے عمرو نے نہر حیات بیان کیا اور کہا: رائی کے برابر ایمان۔

۴۱۔ جنت و دوزخ کو جن چیزوں سے گھیر اگیا ہے ان کا بیان اور زخمیوں کا کھانا؟

حدیث: حفت الجنۃ بالمکارہ وحفت النار بالشہوات[1]

(جنت کو تکالیف سے گھیر اگیا ہے اور دوزخ کو شہوات سے)

اسے امام ترمذی نے اپنی جامع میں باب حفت الجنۃ بالمکارہ (۲-۹۲) پر ذکر کیا ہے۔

---

[1] مطلب یہ ہے کہ جنت کو ایسے امور سے گھیر دیا گیا جو نفوس کو طبعاً ناپسند ہوتے ہیں، ان مصائب و ابتلات سے گذر کر ہی انسان جنت تک پہنچ سکتا ہے، مصیبتوں مشقتوں، آفات و بلایا پر صبر کرنا پڑے گا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے یہ چیزیں خندہ پیشانی سے برداشت کرنا ہوں گی۔

اس کے برخلاف دوزخ کو خواہشات و شہوات سے گھیر دیا گیا جو نفس بہتر سے بہتر اور لذیز سے لذیز کی جستجو اور شہوت پرستی کا شکار رہتا ہے بالآخر جہنم تک پہنچ جاتا ہے، انسان طبعاً شہوات کی طرف مائل ہوتا ہے خصوصاً اگر خراب ماحول اور گندی فضا میں ہو تو اور زیادہ بگڑ جاتا ہے اور پھر انہی برائیوں میں منہمک

(۳۸۹) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ کو پیدا فرمایا تو حضرت جبریل کو جنت کی جانب بھیجا اور فرمایا: اس کو دیکھ لو اور اس کو بھی جو جنت والوں کے لیے میں نے اس میں تیار کیا ہے، فرمایا: وہ وہاں گئے اور اس کو دیکھا اور اس میں جنت والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تیار کی تھیں وہ دیکھیں، فرمایا: وہ اللہ جل شانہ کے پاس واپس آئے اور عرض کیا: آپ کی عزت کی قسم اس کے بارے میں جو بھی سنے گا اس میں داخل ہونے کی ضرور کوشش کرے گا، چنانچہ اللہ نے حکم دیا اور اس کو مصائب و تکالیف سے گھیر دیا گیا، پھر فرمایا: جاؤ اور جاکر دیکھو میں نے وہاں والوں کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے، فرمایا: وہ دوبارہ اس کے پاس گئے تو کیا دیکھا کہ اسے مصائب و آفات سے گھیر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہ کے پاس واپس آئے اور عرض کیا: آپ کی عزت و جلال کی قسم! مجھے یہ ڈر ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہ ہو سکے گا، فرمایا: جاؤ جاکر دوزخ اور دوزخ والوں کے لیے میں نے جو تیار کیا اسے دیکھ لو، جاکر دیکھا تو کیا دیکھا کہ اس میں بعض بعض پر سوار ہے، اللہ جل شانہ کے پاس آئے اور عرض کیا: آپ کی عزت کی قسم کوئی بھی فرد ایسا نہ ہوگا کہ اس کی ہولناکی سنے اور پھر اس میں داخل ہو، چنانچہ اس کے لیے حکم دیا گیا اور اسے خواہشات

ہوتا ہے کہ موت آجاتی ہے، اور دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دوزخ سے نجات دے، ابرار و متقین کے ساتھ جنت نصیب فرمائے۔

وشہوات سے گھیر دیا گیا، فرمایا: وہاں جاؤ، وہ پھر گئے اور کہا: آپ
کی عزت کی قسم مجھے ڈر ہے کہ اس سے کوئی نجات نہ پا سکے گا اور
وہاں ہر شخص ضرور داخل ہوگا۔

امام ابو عیسٰی ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

☆☆☆☆☆

اسے ابوداود نے اپنی سنن کے باب خلق الجنۃ والنار (۴-۱۸۵)
پر اپنی سند سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا، فرمایا:

(۳۹۰) حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا فرمایا
تو حضرت جبریل سے فرمایا: جاؤ جا کر دیکھ لو، وہ گئے اسے دیکھا
پھر آئے اور فرمایا: اے پروردگار! آپ کی عزت کی قسم اس کے بارے
میں جو بھی سنے گا اس میں ضرور داخل ہوگا، پھر اسے تکالیف ومصائب
سے گھیر دیا پھر فرمایا: اے جبریل جاؤ اسے جا کر دیکھو وہ گئے اسے
دیکھا پھر واپس آئے اور فرمایا: اے رب! آپ کی عزت کی قسم مجھے
ڈر ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہ ہو سکے گا، فرمایا: پھر جب اللہ تعالیٰ
نے دوزخ کو پیدا فرمایا تو حضرت جبریل سے فرمایا: اے جبریل جاؤ جا کر
اسے دیکھ لو، وہ گئے اسے دیکھا پھر واپس آئے اور عرض کیا: آپ کی
عزت وجلال کی قسم اس کے بارے میں سن کر کوئی بھی اس میں داخل
نہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے خواہشات وشہوات سے گھیر دیا: اے
جبریل! جاؤ جا کر اسے دیکھو، وہ گئے اسے دیکھا پھر عرض کیا: اے
رب! آپ کی عزت وجلال کی قسم مجھے ڈر ہے کہ اس میں داخل ہونے

سے کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔

☆☆☆☆☆

اس حدیث کو نسائی نے اپنی سنن میں حضرت ابوہریرۃ
رضی اللہ عنہ سے ہی مختلف الفاظ سے ذکر کیا ہے جو ترمذی وابوداؤد
کے باب الحلف بعزۃ اللہ تعالیٰ کے الفاظ کے قریب قریب ہے

☆☆☆☆☆

حدیث: یلقی علی أھل النار الجوع

دوزخ والوں پر بھوک مسلط کر دی جائے گی

اسے امام ترمذی نے باب صفۃ طعام أھل النار میں (۴-۷۰۶)
پر ذکر کیا ہے۔

(۳۹۱) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: دوزخ والوں پر
بھوک مسلط کر دی جائے گی اور وہ اس عذاب جیسی بن جائے گی۔
جس میں گرفتار ہوں گے، وہ کھانا
مانگیں گے تو انہیں ایسے خاردار تھوہر کھانے کو دیا جائے گا جو نہ صحت
بخش ہوگا نہ بھوک مٹائے گا، وہ پھر کھانا مانگیں گے تو ان کو ایسا
کھانا دیا جائے گا جو حلق میں پھنسنے والا ہوگا۔ انہیں یاد آئے گا کہ دنیا
میں اگر لقمہ پھنس جائے تو اس کے لیے وہ پانی پیا کرتے تھے، لہٰذا
وہ پانی مانگیں گے، چنانچہ لوہے کے کنڈوں سے پکڑ کر ان کو گرم پانی دیا
جائے گا۔ جب وہ پانی ان کے منہ کے قریب آئے گا تو چہرے بھون

جائیں گے، اور جب ان کے پیٹ میں جائے گا تو پیٹ میں جو کچھ ہے
(یعنی آنتیں) سب کٹ جائے گا وہ کہیں گے: جہنم کے داروغاؤں
کو بلاؤ وہ داروغہ کہیں گے: کیا تمہارے پاس تمہارے رسول کھلی ہوئی آیات
بینات لے کر نہ آئے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! وہ کہیں گے:
پھر تم پکارتے رہو، کافروں کو پکارنا تو بے سود ہے، فرمایا: پھر وہ
کہیں گے: مالک کو آواز دو، چنانچہ وہ کہیں گے: اے مالک! آپ
کے رب سے کہیئے وہ ہمارا فیصلہ کر دے، فرمایا: وہ ان کو جواب دیں
گے کہ تم یہیں ٹھہرو گے۔

اعمش کہتے ہیں: مجھے یہ تبلایا گیا ہے کہ ان کے مالک کو پکارنے
اور مالک کے ان جواب دینے کے درمیان ایک ہزار سال کی مدت
ہو گی، فرمایا: وہ کہیں گے: اپنے رب کو ہی پکارو، اس لیے کہ تمہارے
رب سے بہتر اور کوئی نہیں ہو سکتا چنانچہ وہ کہیں گے، اے ہمارے
پروردگار ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم گمراہ قوم تھے:
اے ہمارے رب ہمیں یہاں سے نکال دیجئے اگر ہم نے پھر ایسا
کیا تو ہم ظالم ہوں گے، فرمایا: رب ذوالجلال انہیں جواب دیں
گے: اس میں ذلیل و خوار پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو،
اس وقت وہ ہر خیر سے مایوس ہو جائیں گے اور پھر آوازیں
نکالنے لگیں گے۔ اور حسرت اور تباہی و بربادی کی دعائیں
کرنے لگیں گے۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں: لوگ اس حدیث کو مرفوع
نہیں جانتے ہیں، اور ابو عیسیٰ ترمذی کہتے ہیں: ہم اس حدیث کو

اعمش سے بواسطہ شمر بن عطیہ از شہر بن حوشب از ام الدرداء از
ابوالدرداء جانتے ہیں۔

اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن اس سند کے پہلے راوی ہیں جن کو
امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

رہے گی۔

☆☆☆☆☆

ابن ماجہ نے ہی اسے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرمایا:

(۲۹۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

«لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ» جو لوگ نیکی کرتے رہے ان کے لیے بھلائی ہے اور اس کے علاوہ بھی۔ یونس - ۲۶

اور فرمایا: جب اہل جنت جنت میں داخل ہو جائیں گے اور دوزخ والے دوزخ میں تو ایک پکارنے والا پکارے گا: اے اہل جنت! تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک وعدہ ہے وہ چاہتا ہے کہ اسے پورا کر دے، وہ کہیں گے: وہ کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ہماری ترازو کو بھاری نہیں کیا؟ اور ہمیں سرخ رو نہیں کیا؟ اور جنت میں داخل نہیں کیا۔ اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ فرمایا: پھر حجاب ہٹا دیا جائے گا اور وہ اس کی طرف دیکھیں گے، بخدا! اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز اللہ جل شانہ کی طرف دیکھنے سے زیادہ محبوب اور آنکھوں کو ٹھنڈی کرنے والی ان کو نہ دی ہوگی۔

☆☆☆☆☆

سنن ابن ماجہ کے محشی کہتے ہیں: اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں سے حرص نکال دے گا اور انہیں وہ کچھ دے گا جس سے زائد کی انہیں طمع نہ ہوگی اور اپنے فضل سے ان کو راضی

کر دے گا۔

پھر محشی مذکور لکھتے ہیں: اور بعض نسخوں میں ینجیہ ہے جیسا کہ ترمذی میں ہے حالانکہ یہ مجزوم پر معطوف ہے ایسا یا تو اشباع کے لیے ہے۔ یا صحیح کے مقام پر اس کو رکھنے کے لیے۔

اور ترمذی ونسائی وغیرہ نے اسے حماد بن سلمہ کی روایت سے ثابت سے لیا ہے انہوں نے ابن ابی لیلیٰ سے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

☆☆☆☆☆

حدیث: اللہ جل شانہ کا اہل جنت سے خطاب

امام بخاری نے اسے کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار (۸-۱۱۴) اور قسطلانی نے (۹-۳۱۹) پر ذکر کیا ہے:

(۲۹۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائیں گے: اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے: لبیک وسعدیک اے ہمارے پروردگار، وہ فرمائیں گے: کیا تم خوش ہو؟ وہ کہیں گے: ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم خوش نہ ہوں جب کہ آپ نے ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ دیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: میں تمہیں اس سے زیادہ بہتر چیز عطا کر دوں گا، وہ عرض کریں گے: اے رب! اس سے زیادہ بہتر اور کیا چیز ہو گی؟ فرمائیں گے: میں تم سے راضی رہوں گا اس کے بعد کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔

امام بخاری نے ہی اسے کتاب التوحید کے باب کلام الرب مع الجنۃ میں اپنی سند سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کیا ہے (۹-۱۵۱)، میں یہاں موجود الفاظ سے قریب قریب ذکر کیا ہے، ملاحظہ ہو قسطلانی (۱۰-۵۱۴) البتہ اس سے یہ الفاظ ہیں:

(۳۹۷) کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ دوں؟)

اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں باب کتاب الجنۃ و نعیمہا و اھلہا میں اور ترمذی نے روایت کیا ہے (۲-۹۱) میں فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ان دونوں کے الفاظ بخاری کی کتاب الرقاق والی روایت کی طرح کے الفاظ ہیں، اور فرمایا: کیا میں تمہیں عطا نہ کروں؟

☆☆☆☆

حدیث: بعض اہلِ جنت کا اللہ تعالیٰ سے کاشت کاری کی اجازت مانگنا

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے کتاب التوحید کے باب کلام الرب مع اہل الجنۃ (۹-۱۵۱) پر ذکر کیا ہے:

(۳۹۸) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حدیث بیان فرمارہے تھے (آپ کے پاس ایک دیہات کے رہنے والے بیٹھے تھے) کہ ایک جنتی نے اپنے پروردگار سے کاشت کی اجازت طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تمہیں جنت میں ہر طرح کی نعمتیں حاصل نہیں ہیں؟ اس نے کہا: کیوں نہیں! لیکن میں کاشت کاری پسند کرتا ہوں، (اس کو اجازت مل گئی) اس نے

جلدی سے بیج بو دیئے اور پلک جھپکتے ہی کھیتی نکلی اور پک گئی اور کاٹنے اور بیدر عہ میں رکھنے کا وقت آگیا، وہ پہاڑوں کے برابر تھی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے: اے ابنِ آدم لے لو! اس لیے کہ تمہارا پیٹ کسی چیز سے نہیں بھرتا، اس اعرابی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ شخص قریش یا انصاری ہی ہوگا اس لیے کہ یہی لوگ کھیتی والے ہیں، ہم تو کھیتی والے ہیں نہیں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث کتاب المزارعۃ میں بلاعنوان کے باب میں کراء الأرض بالذھب کے بعد ذکر کی ہے۔

☆☆☆☆

حدیث: جنت کا بازار

اسے ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع کے باب ماجاء فی سوق الجنۃ (۲-۸۹ و ۹۰) پر ذکر کیا ہے:

(۳۹۹) حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ان کی ملاقات حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں یہ دعا کرتا ہوں کہ میں اور تم جنت کے بازار میں ایک ساتھ جمع ہوں، حضرت سعید نے دریافت کیا: کیا جنت میں بازار ہوگا؟ فرمایا: جی ہاں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جنت والے جب جنت میں داخل ہوں گے تو وہاں اپنے اعمال کے مطابق مقیم ہوں گے، پھر دنیا کے ایک ہفتہ گزرنے کی مقدار کے بعد انہیں اجازت دی جائے گی چنانچہ وہ اپنے رب

عہ حفاظت گاہ

کی زیارت کریں گے، ان کے سامنے اس کا عرش آئے گا اور ان کے لیے جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ میں اللہ تعالیٰ ظہور فرمائیں گے[1] نور، سونے اور چاندی کے منبر رکھ دیئے جائیں گے، ان کا معمولی درجہ والا (حالانکہ وہاں کوئی ہوگا ہی نہیں) مشک اور کافور کے ٹیلوں پر بیٹھے گا، اور وہ یہ محسوس نہیں کریں گے کہ کرسیوں پر بیٹھنے والے ان سے زیادہ اعزاز کی جگہ بیٹھے ہیں۔

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ فرمایا: ہاں، فرمایا: کیا تم سورج اور چودھویں کا چاند دیکھنے میں شک کرتے ہو؟ ہم نے کہا: جی نہیں! فرمایا: اسی طرح تم اپنے پروردگار کی زیارت

---

[1] یہ کلام اور اس جیسی احادیثِ صفات اور اس میں مذکور متشابہات کے بارے میں آپ کو بتلایا جا چکا ہے کہ اس میں سلف رحمہم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ ان کی تاویل نہ کی جائے، اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی مشابہت سے منفرد جانا جائے اور یہ کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کہ اس سے کیا مراد ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو وصف ذکر فرمایا ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

خلف رحمہم اللہ اس کی تاویل کرتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ ظاہر ہوگا، یا اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور احسان کا ظہور ہوگا الخ اور یہ بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہیں۔

در رؤیت میں بھی شک نہ کرو گے، اور اس مجلس میں کوئی شخص باقی نہ بچے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے گفتگو فرمائیں گے، حتی کہ ان میں سے ایک آدمی سے فرمائیں گے: اے فلاں بن فلاں! کیا تجھے فلاں فلاں دن یاد ہے؟ اور اسے دنیا کی بعض عہد شکنیاں اور غدر یاد دلائیں گے، وہ کہے گا: اے پروردگار! کیا آپ نے میرا وہ گناہ معاف نہیں فرما دیا تھا؟ فرمائیں گے کیوں نہیں! میری وسعتِ مغفرت ہی نے تو تمہیں اس مرتبہ تک پہنچایا ہے، ابھی یہ گفتگو ہو رہی ہوگی کہ اوپر سے ایک بادل انہیں ڈھانپ لے گا اور ان پر ایسی عمدہ و اعلیٰ خوشبو برسائے گا کہ اس جیسی خوشبو انہوں نے کبھی نہ سونگھی ہوگی، اور ہمارے رب تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے: میں نے تمہارے اکرام و اعزاز کے لیے جو تیار کیا ہے اسے حاصل کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہو اور جو پسند ہو وہ لے لو، چنانچہ ہم ایک ایسے بازار میں جائیں گے جسے فرشتوں نے گھیرا ہوگا اور ایسا شاندار بازار نہ کسی آنکھ نے کبھی دیکھا ہوگا اور نہ کسی کان نے اس کے بارے میں کبھی سنا ہوگا، نہ دلوں پر اس کا خیال ہی گزرا ہوگا، پھر ہم جو پسند کریں گے وہ ہمارے لیے اٹھا لیا جائے گا، اس میں خرید و فروخت نہ ہوگی، اس بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملیں گے، فرمایا: اونچے درجے والا شخص اپنے سے نچلے درجے والے سے ملے گا (حالانکہ ان میں کمتر کوئی بھی نہ ہوگا)، تو اسے اس کا شاندار لباس دہشت زدہ کر دے گا، پھر اس کی بات مکمل بھی نہ ہوئی ہوگی کہ اس کے دل میں خیال آئے گا کہ وہ اس سے اچھی حالت میں ہے یہ اس لیے ہوگا کہ جنت میں کوئی شخص غمگین

نہ ہوگا، پھر ہم اپنی جگہوں کی طرف چلے جائیں گے وہاں ہمیں ہماری بیویاں ملیں گی اور کہیں گی: خوش آمدید أھلاً و سہلاً، آپ اب اس سے زیادہ حسین بن گئے ہیں جتنے ہم سے جدا ہوتے وقت تھے، وہ کہے گا: آج ہم اپنے پروردگار جل جلالہ کے ساتھ تھے اور ہم اس کے حقدار تھے کہ اتنے حسین بن کر ہی واپس لوٹیں۔

ابو عیسیٰ ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے اس طریقے سے پہچانتے ہیں، اور سوید بن عمرو نے اوزاعی سے اس حدیث کا کچھ حصہ روایت کیا ہے۔

ملاحظہ: سوید بن عمرو اس سند کے رجال میں سے نہیں ہیں، اوزاعی سند کے رجال میں سے ہیں۔

☆☆☆☆

اسے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں (۲-۳۰۷) پر حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس میں یہ بھی زائد ہے:

(بہم) ان کے لیے نور، موتیوں، یاقوت، زمرد، سونے اور چاندی کے منبر رکھ دیئے جائیں گے..... اور اس میں ہے:

اس مجلس میں کوئی شخص ایسا نہ بچے گا جس سے اللہ عز و جل گفتگو نہ فرمائیں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک شخص سے فرمائیں گے: اے فلانے! کیا تجھے یاد نہیں ہے کہ تو نے فلاں دن یہ یہ کہا تھا، اور اسے دنیا میں کیے ہوتے اس کے بعض غدر یاد دلائیں گے: وہ کہے گا، اے میرے پروردگار! کیا آپ نے میری مغفرت نہ فرما دی تھی؟ فرمائیں گے: کیوں نہیں! میری وسعت مغفرت ہی کی وجہ سے تو تم اپنے اس رتبہ

تک پہنچے ہو..... الخ

اور اس میں یہ بھی ہے: پھر (اس بازار سے) ہم اپنے لیے جو پسند کریں گے لے آئیں گے، اور فرمایا: ان (جنت والوں) میں کوئی شخص حقیر و کمتر نہ ہوگا؛

صحاح ستہ اور موطأ مالک میں موجود احادیث قدسیہ ختم ہوئیں اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دیں اور ان سے فائدہ اٹھانا آسان فرمائیں۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمد آلہ وصحبہ أجمعین برحمتک یا أرحم الراحمین۔

صبح سوا سات بجے ریل میں الحمد للہ تکمیل ہوئی

پیر ۱۷-۱۰-۱۹۸۸ء

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار کی چند اہم تصانیف وتراجم

کتاب	تفصیل	سائز / صفحات
غیرت مند مومن باپ کے نام (اردو ترجمہ) ۱۴/=	مسلمان باپ کی ذمہ داریاں، دشمنانِ اسلام ہمیں کن راستوں سے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں؟ اور ان کا سدباب کیا ہے	سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۶۰
اِصلاحِ معاشرہ اور اسلام (اردو ترجمہ)	قرآن کریم واحادیثِ مبارکہ کی روشنی میں اصل مسلم معاشرے کے قائم کرنے کی رہنما	سائز ۲۰×۳۰/۸ صفحات
راہِ ہدایت وعمل (اردو ترجمہ) ۱۵/=	دین و دنیا میں کام دینے والی باتیں	سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۷۲
مقدس باتیں (اردو ترجمہ)	صحاحِ ستہ اور موطأ مالک میں موجود احادیثِ قدسیہ کا اردو ترجمہ	سائز ۲۰×۳۰/۸ صفحات
رسولِ اکرمؐ کی پچپن وصیتیں (اردو ترجمہ) ۱۹/=	دنیا وآخرت کی کامیابیوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ	سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۱۰۴
نصیحتیں اور وصیتیں (اردو ترجمہ) ۱۶/=	دین و دنیا کی بھلائی کی ضامن	سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۹۸
جہاد (اردو)	مسلمانوں کے مقدس فریضہ جہاد سے متعلق احادیث مبارکہ کا مجموعہ	سائز ۲۳×۳۶/۱۶ صفحات ۲۸۴
اسلامی آدابِ معاشرت (اردو) (۲ حصے)	اسلامی آدابِ معاشرت کے زریں اصول	سائز ۲۳×۳۶/۱۶ صفحات
تعلیم الاسلام (چار حصے) عربی ترجمہ ۷۲/=	حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کی بے مثال کتاب کا عربی ترجمہ	سائز ۲۳×۳۶/۱۶ صفحات ۲۱۶
مناجات سید احمد العلاوی (اردو ترجمہ)	دل سے نکلی ہوئی شاندار دعاؤں کا مجموعہ	سائز ۲۰×۳۰/۳۲ صفحات ۹۶
شادی میں رکاوٹیں اور اسلام کی روشنی میں ان کا حل (اردو ترجمہ) ۳۸/=	معاشرے میں آج وہ خرابیاں جن کی وجہ سے شادی تعطل کا شکار ہو جاتی ہے اور خاندانوں میں اختلافات پیدا ہوتے ہیں، معاشرہ بے راہ روی اور حرام کاری کی طرف مائل ہو جاتا ہے، ان رکاوٹوں کو اسلام نے کس طرح دور کیا!	سائز ۲۳×۳۶/۱۶ صفحات ۱۶۰

ناشر: دارالتصنیف جامعہ علوم اسلامیہ — علامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۵

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار کی چند اہم تصانیف و تراجم

کتاب	زبان	قیمت	تعارف	سائز	صفحات
سنّتِ نبویہ اور قرآنِ کریم	(اردو)	۳۰/=	قرآن کریم سے حجیت حدیث ثابت کرنے کیلئے ایک اہم و نادر شاہکار	۲۰×۳۰/۸	۲۶۰
السنة النبوية ومكانتها في ضوء القرآن الكريم	(عربی)	۶۵/-	عربی ٹائپ میں، حجیت حدیث پر اہم دستاویز	۲۰×۳۰/۸	۲۳۶
كشف النقاب عما يقوله الترمذي وفي الباب	(عربی)		جامع ترمذی کی فی الباب والی احادیث کی تخریج کے ساتھ ساتھ مرفوعات وموقوفات کا عظیم ذخیرہ	۲۰×۳۰/۸	ہر جلد ۴۰۰ صفحات سے زائد
الإمام الترمذي وتخريج كتاب الطهارة من جامعه	(عربی)	۱۶۰/-	جامع ترمذی کی کتاب الطہارۃ کی مکمل تخریج اور ترمذی وجامع ترمذی پر سیر حاصل بحث	۲۰×۳۰/۸	۴۷۰
القصائد البنورية	(عربی)	۵۰/=	عربی زبان میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے شاندار اشعار کا مجموعہ مع مختصر تعلیقات	۲۰×۳۰/۸	۲۸۳
المقدمات البنورية	(عربی اردو)	۵۰/=	حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ کے مختلف کتابوں پر لکھے ہوئے مقدمات و پیش لفظ کا مجموعہ	۲۰×۳۰/۸	۳۶۳
جامعة ديوبند الإسلامية في ضوء المقالات البنورية	(عربی)	۲۰/=	دار العلوم دیوبند سے متعلق حضرت مولانا بنوریؒ کی بے نظیر تحریرات کا مجموعہ	۲۳×۳۶/۱۶	۹۶
مجرّباتِ بنوریہ	(اردو)	۴۰/=	حضرت مولانا بنوری اور ان کے والد ماجد رحمہما اللہ کے طبی منتخبات	۲۳×۳۶/۱۶	۳۲۰
اسلام اور تربیتِ اولاد	(اردو ترجمہ) ۲ جلدیں	۲۵۰/=	مہد سے لحد تک کے اسلامی آداب و ضوابط کے جاننے اور ہر قسم کی دینی و دنیاوی آزمائشوں سے بچنے کیلئے والدین کی رہنما کتاب	۲۰×۳۰/۸	۱۰۲۸
جنّت کی چالیس راہیں	(اردو ترجمہ)	۲۰/=	جنت حاصل کرنے کی آسان تدبیریں اور وہ امور جن پر جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔	۲۰×۳۰/۱۶	۱۱۶
اسلام اور شادی	(اردو ترجمہ)	۲۴/=	پیغامِ نکاح، شبِ زفاف اور میاں بیوی کے حقوق پر مشتمل نادر تحریر	۲۰×۳۰/۱۶	۱۹۳
علماء، مبلغین اور مجاہدین کے نام	(اردو ترجمہ)	۱۸/=	علماء، مبلغین اور مجاہدین کیلئے راہنما کتاب	۲۰×۳۰/۱۶	۸۰

ناشر: دار التصنیف جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی ۵